

بجواب

آیاتِ بینات

(حصہ اول)

قیمت پانچ روپے

بِسْمِ رَبِّكَ تَعَالَى

هو الذي نزل عليك الكتاب منه آيات محكمات هن أم الكتاب

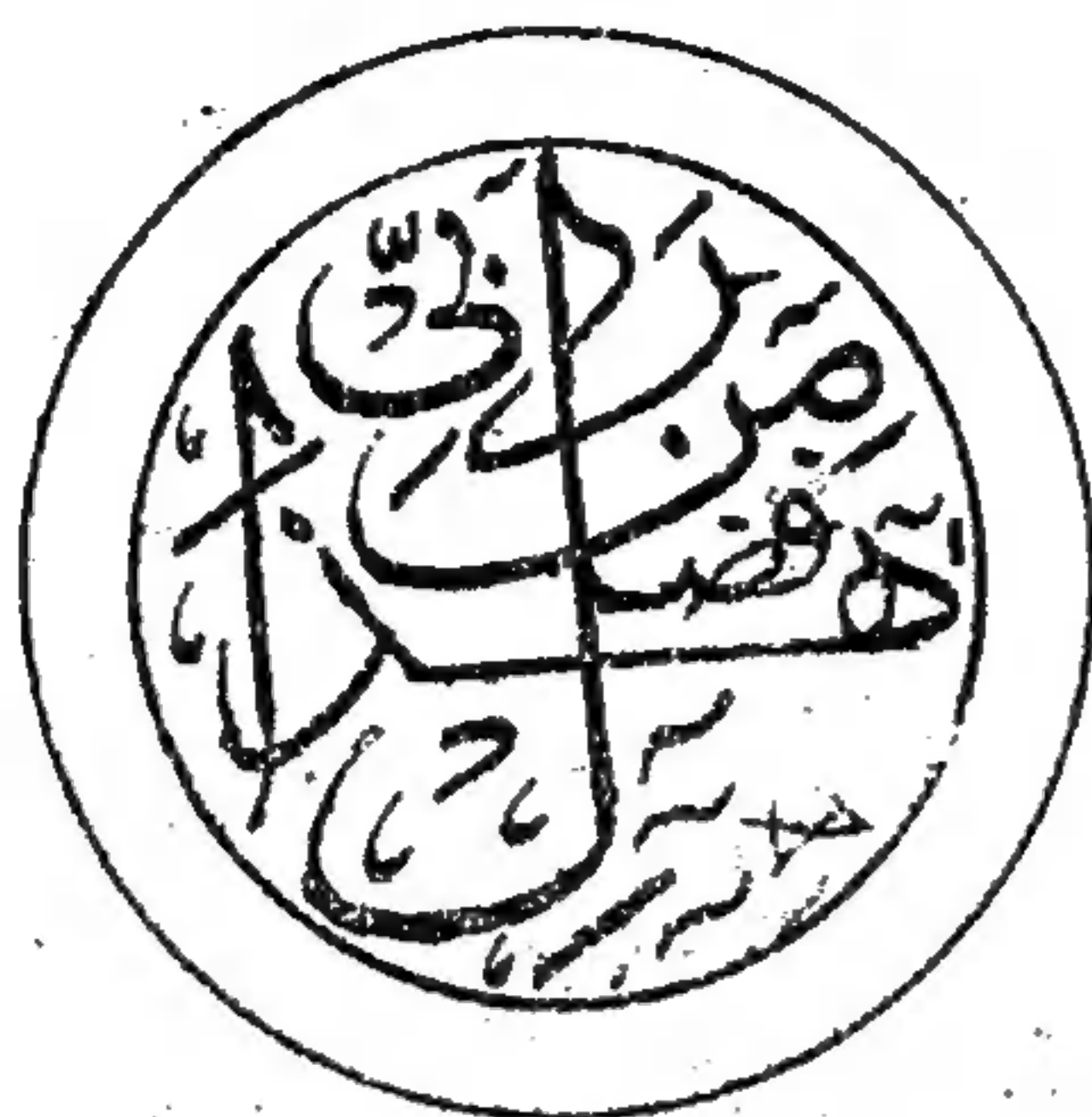
آيات محكمات بيننا

تصنيف منيف

عالي جناب فضائل مآب مطفى سراج الظلمة منور قلوب البهجة منظر الحق بالسر والعلن
جناب مولوی سید امیر حسن صاحب (رئیس) (ٹاؤن) (لاہور)

MAKTABA - E - FAMEER ADAB (Regd.)

P.O. 745 Paia Akhbar, Lahore.



| | |
|--------------|-----------------------------------|
| دوسرا ایڈیشن | جولائی ۱۹۶۸ء |
| تعداد اشاعت | ایک ہزار |
| مطبع | اکرام حسین مشین پریس بنارس |
| ناشر | سید شمیم الحسن رضوی وائٹس پرنسپل |
| | جوادیہ عربی کالج پربھادگھاٹ بنارس |
| محل اشاعت | جوادیہ عربی کالج بنارس |
| قیمت مجلد | پانچ روپے |
| غیر مجلد | چار روپے پچاس پیسے |

۱۰۰

۱۔ الجواد بک ڈپو جوادیہ کالج پہلا دگھاٹ بنارس

۲۔ احباب پیشتر از قبال منزل مقبرہ عالیہ گوہ گنج لکھنؤ

مکتبہ تعمیر ادب پیسہ اخبار انارکلی لاہور

حرفِ ناش

چونکہ کتاب آیات بینات پاکستان میں دوبارہ شائع ہو کر ہندوستان میں بھی بکثرت فروخت ہو رہی ہے جس میں اس کا دعویٰ کیا گیا ہے کہ آج تک شیعہ حضرات اس کا جواب نہیں دے سکے "وغیرہ وغیرہ۔

لہذا مختلف شہروں سے مومنین کے خطوط اس مضمون کے ہمارے پاس آنے لگے کہ کیا واقعی کتاب مذکور کا جواب ہماری طرف سے نہیں لکھا گیا ہے؟ ہم نے اکھیں لکھا کہ تین سلیٹ جلدوں میں نہایت شائستہ انداز میں خود مولفہ کے حقیقی بھائی نے ان کی زندگی ہی میں جواب لکھ دیا تھا جو نہایت عمدہ کاغذ اور چلی خط کے ساتھ نظامی پریس لکھنؤ سے سلاک لکھنؤ میں طبع ہو چکا تھا۔ مگر چونکہ اس زمانے میں تقریباً نایاب ہے اس لئے ہم نے متوکلاً علی السب طبع ثانی کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ جلد اول کا پہلا حصہ آپ کی نظر کے سامنے ہے۔

ہم نے چاہا تھا کہ اس کتاب پر نظر ثانی ہو جائے اور تمام حوالے از سر نو درست کر دے جائیں۔ اور آج کل کے مذاق کو مد نظر رکھتے ہوئے غیر ضروری اشعار کم کر دے جائیں۔ چنانچہ اس کام کے لئے جن صاحبوں کو مقرر کیا گیا تھا وہ اس کو پوری توجہ سے نہ کر سکے۔ اصل عبارت میں کئی مقام پر تبدیلی کے ساتھ حاشیہ کی سرخیاں بھی نہیں لکھیں جسکی وجہ سے قارئین کرام کو ابتدائی حصہ میں فہرست کے مطابق سرخیوں کی تعبیر میں زحمت ہو گی جس کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں۔ بالآخر ہم نے اصل کتاب سے کتابت شروع کر دی تاکہ جلد از جلد یہ نایاب تحفہ مومنین تک پہنچ جائے۔ اس کتاب کی خاص خصوصیت یہ ہے کہ حضرت صدر المحققین جناب ناصر الملتی اعلیٰ سمر مقامہ کی نظر سے گزر چکی ہے جس کا ذکر طبع اول کے خاتمۃ الطبع میں موجود ہے۔ دعا ہے کہ رب یکم ایسے نامساعد دور میں ہمیں توفیق دے کہ یہ خدمت پایہ تکمیل کو پہنچ جائے۔ آمین۔

سید شمیم الحسن الرضوی البغفی

فہرست مضامین آیات محکمات جلد اول

مسئلہ فضیلت صحابہ

| نمبر | عنوان | صفحہ | نمبر | عنوان | صفحہ |
|------|--|------|------|---|------|
| ۱ | کلمۃ الناشر و فہرست | ۱ | ۱۵ | فضیلت خانہ بنت رسول | ۱۶ |
| ۲ | دیباچہ | ۱ | ۱۶ | حضرت علیؑ اور فاطمہؑ نے تہجد پڑھنے سے انکار کیا | ۱۸ |
| ۳ | قول صاحب آیات بینات کہ مذہب آبائی اختیار نہ کیا جائے | ۲ | ۱۷ | تہذیب قول متذکرہ بالا | ۱۸ |
| ۴ | مذہب امامیہ اثنا عشریہ کی بنیاد | ۴ | ۱۸ | الفاروقؓ میں بنی ہاشم کی توہین | ۲۲ |
| ۵ | حدیث ثقلین پر ہے | ۵ | ۱۹ | احادیث دربارہ فضیلت بنی ہاشم | ۲۳ |
| ۶ | اسلام میں تہتر فرقہ ہونے کا سبب | ۵ | ۲۰ | خواجہ حسن نظامی صاحب کا الفاروق پر اعتراض | ۲۴ |
| ۷ | قولہ میں نے بعد تحقیق مذہب اہلسنت کو سچا پا کر اختیار کیا۔ | ۶ | ۲۱ | صاحب تحفہ کا طرز مناظرہ | ۲۴ |
| ۸ | آپؐ نے مصلحتاً یہ مذہب اختیار کیا ہے | ۷ | ۲۲ | محدثین اہلسنت کی نظر میں آل رسولؐ کی برائیاں | ۲۷ |
| ۹ | حقیقت تحفہ اثنا عشریہ | ۷ | ۲۳ | اہل سنت تحقیق حق سے گزیر کر تے ہیں | ۳۰ |
| ۱۰ | سبب تالیف تحفہ | ۹ | ۲۴ | اہل سنت تحقیق حق سے گزیر کر تے ہیں | ۳۰ |
| ۱۱ | مطالعہ اصحاب کے موجود نام بخاری | ۱۰ | ۲۵ | قولہ دونوں مذہب کا اختلافی مسئلہ | ۳۲ |
| ۱۲ | کتب امامیہ بخواب تحفہ | ۱۲ | ۲۶ | مسئلہ صحابہ کرام ہے | ۳۲ |
| ۱۳ | صاحب تحفہ یاد دیگر علما میں سے کسی نے | ۱۳ | ۲۷ | مذکورہ بالا بیان کا بطلان اور مختلف فیہ مسائل | ۳۳ |
| ۱۴ | کتب امامیہ کا جواب نہیں دیا | ۱۳ | ۲۸ | رسالہ علم الکلام مولفہ شمس العلماء | ۳۷ |
| ۱۵ | علماء امامیہ حافظ دین متین ہیں | ۱۴ | ۲۹ | شبلی نعمانی دربارہ عقائد اہلسنت | ۳۷ |
| ۱۶ | تجبیہ صاحب تحفہ بابت احراق خانہ فاطمہؑ | ۱۵ | ۳۰ | عقائد مذکورہ رسالہ مذکورہ خلافت | ۳۹ |
| | | | ۳۱ | آیات الہی ہیں۔ | ۳۹ |

| صفحہ | عنوان | صفحہ | عنوان | صفحہ |
|------|--|------|--|------|
| ۲۸ | عقائد فرقہ مذکورہ دربارہ صفات | ۲۳ | اہل اسلام حدیث ثقلین کے تابع کے | ۲۳ |
| ۲۹ | ثبوتیہ و سلبیہ | ۲۴ | کئے ہیں نہ کہ اصحاب کے | ۲۳ |
| ۳۰ | اختلاف فریقین دربارہ بعثت انبیاء | ۲۴ | صاحب تحفہ کا قول کہ جو مذہب حدیث | ۲۴ |
| ۳۱ | مسئلہ رویت باری تع | ۲۵ | ثقلین کے خلاف ہے ہاں ہے | ۲۳ |
| ۳۲ | اختلاف دربارہ امامت | ۲۵ | صحابہ کا حدیث ثقلین سے انحراف اور اختلاف | ۲۴ |
| ۳۳ | اختلاف فریقین دربارہ عصمت انبیاء علیہم السلام | ۲۶ | احکام خدا و رسول میں تغیر و تبدل کرنا | ۲۴ |
| ۳۴ | علماء اہلسنت کا پیغمبر خدا کے اقوال میں تغیر و تبدل کرنا | ۲۶ | یہ تغیر بدعت ہے | ۲۵ |
| ۳۵ | یہ تفریق باعث زوال حرمت بخاری | ۲۸ | اہلسنت کا عمل اپنے خلفاء کے اقوال | ۲۶ |
| ۳۶ | شریف ہے۔ | ۲۸ | پھر ہے | ۲۶ |
| ۳۷ | شبلی صاحب کا بیان اس تفریق کے | ۲۹ | اقوال علماء اہلسنت کہ اہلبیت رسول | ۲۶ |
| ۳۸ | موجد حضرت عمر ہیں | ۲۹ | نئے دین کی خدمت نہیں کی | ۲۶ |
| ۳۹ | راویان صحیح بخاری میں نواصب و خواج | ۵۰ | کتب صحاح وغیرہ میں اہلبیت اطہار | ۲۶ |
| ۴۰ | بھی ہیں | ۵۰ | سے حدیثیں نہیں ہیں | ۲۶ |
| ۴۱ | امام ابو حنیفہ کے فقہی مسائل پر علماء | ۵۱ | علماء اہل سنت حدیث ثقلین سے | ۲۶ |
| ۴۲ | اہل سنت کے اعتراضات | ۵۱ | لفظ آل کو حذف کر رہے ہیں | ۲۶ |
| ۴۳ | شبلی صاحب کا بیان کہ فن فقہ حضرت | ۵۲ | علامہ ابو بکر ابن شہاب کا قول کہ کتب | ۲۶ |
| ۴۴ | عمر کا ساختہ و پرداختہ ہے | ۵۲ | صحاح میں خراج سے توحید شیں لی | ۲۶ |
| ۴۵ | شبلی کا بیان کی قرآن مجید میں تمام خبریں | ۵۳ | گئیں مگر آل رسول سے نہ توحید حدیث | ۲۶ |
| ۴۶ | مذکورہ نہیں ہیں لہذا قیاس سے کام لیا گیا | ۵۳ | لی اور نہ ان کو تابعین ہی میں شمار کیا | ۲۶ |
| ۴۷ | قول متذکرہ بالا کی تردید اور قیاس | ۵۴ | خزانہ اہلسنت کا بادی دامام آل محمد | ۲۶ |
| ۴۸ | فی المذہب کی مذمت | ۵۴ | ہی کو بنایا ہے | ۲۶ |
| ۴۹ | وجہ شہرت امام ابو حنیفہ | ۵۴ | شیعہ صحابہ کبار کی فضیلت کے معتقد ہیں | ۲۶ |
| ۵۰ | مسئلہ فضیلت صحابہ کی سند کو بابہ النزاع | ۵۵ | خطبات حضرت امیر المومنین و سید | ۲۶ |
| ۵۱ | ٹھہرایا گیا | ۵۵ | الساجدین علیہم السلام | ۲۶ |

| صفحہ | عنوان | صفحہ | عنوان | صفحہ |
|------|--|------|---|------|
| ۵۶ | در بارہ فضیلت صحابہ کبار | ۷۵ | اہلسنت منکرین خلافت و اہل بغی | ۷۱ |
| ۵۷ | اہلسنت کل اصحاب کو اچھا نہیں سمجھتے | ۷۶ | حضرت ابو بکر کو تو کا فر اور واجب القتل سمجھتے ہیں مگر اہل بغی و منکرین خلافت جناب امیر کو پر دانہ جنت دیتے ہیں | ۷۲ |
| ۵۸ | بابہ النزاع مسئلہ فضیلت صحابہ ثلاثہ ہے | ۷۹ | مذہبی تعصب میں کون مبتلا ہے ؟ | ۷۳ |
| ۵۹ | روایات منافی ایمان صحابہ ثلاثہ کتب صحاح وغیرہ میں | ۸۱ | قول امام غزالی کہ حضرت عمر حدیث غدیرہ کو تسلیم کر کے اس سے منحرف ہو گئے۔ | ۷۴ |
| ۶۰ | تحریر وصیت رسول اللہ میں اصحاب کی مزاحمت | ۸۰ | قول صاحب آیات بیانات کہ آنحضرت نے نبوت کا اظہار کیا تو سب اقربا دشمن ہو گئے۔ | ۷۵ |
| ۶۱ | جناب شبلی صاحب کے نزدیک واقعہ قرطاس کی بے اعتباری | ۸۲ | خارجہ میں نزول وحی حضرت علی و جناب خدیجہ کا ایمان کفار کی دشمنی اور جناب ابوطالب کی حمایت | ۷۶ |
| ۶۲ | شبلی صاحب کے کلام پر تنقید | ۸۳ | حضرت ابوطالب کا آنحضرت کو شعب میں پناہ دینا | ۷۷ |
| ۶۳ | صاحب تحفہ کا اس واقعہ کو تسلیم کرنا اور مزاحمت پر خلیفہ ثانی کی تحسین و تزیین | ۸۷ | حضرت ابوطالب کی حمایت و محبت | ۷۸ |
| ۶۴ | افشاء راز در بارہ وصیت | ۸۸ | حضرت ابو بکر و غیرہ کا اپنی قوم کی پناہ میں رہنا | ۷۹ |
| ۶۵ | وقت وصیت آنحضرت کے پاس اصحاب کا شور و غل کرنا | ۹۰ | ایمان و اسلام ابوطالب | ۸۰ |
| ۶۶ | صحابہ کا شرکت حبش اسامہ سے تحفہ اور رسول اللہ عتاب فرمانا | ۹۱ | اقوال علماء اہلسنت در بارہ ابوطالب | ۸۱ |
| ۶۷ | مشاجرات و نزاعات صحابہ سے علماء اہلسنت کی چشم پوشی | ۹۲ | جناب ابوطالب میں آنحضرت کی شرکت دعا کے مغفرت | ۸۲ |
| ۶۸ | مطاعن انتخاب خلیفہ سوم و ام المومنین | ۹۳ | ایمان ابوطالب بہ مقابل ایمان صحابہ ثلاثہ | ۸۳ |
| ۶۹ | حضرت عائشہ مندرجہ محرم نامہ میں و منافق و قاتل مقتول علماء اہلسنت کے نزدیک برابر ہیں | ۹۴ | | |
| ۷۰ | اقوال علماء اہلسنت کہ جس نے حضرت علی سے جنگ کی اس نے خدا و رسول سے جنگ کی۔ | ۹۵ | | |

| صفحہ | عنوان | صفحہ | عنوان | صفحہ |
|------|---------------------------------------|------|--|------|
| ۸۳ | آنحضرت پر جناب خدیجہ کا مال نثار کرنا | ۱۱۷ | خلفاء راشدین و ہماجرین و انصا | ۹۹ |
| ۸۴ | حضرت حمزہ کا ایمان | ۱۱۸ | کا اپنے پیغمبر کے قدم بقدم چلنا | ۱۵۸ |
| ۸۵ | حضرت جعفر وغیرہ کا ہجرت کرنا اور | ۱۰۰ | خلفاء راشدین و ہماجرین و انصا | |
| | جناب جعفر کے دغے سے شاہ حبش کا | | کا قدم بقدم اپنے پیغمبر کی مخالفت کرنا | ۱۵۹ |
| | اسلام لانا | ۱۱۹ | اصحاب مومنین کا اعلا کلمہ حق میں | |
| ۸۶ | احادیث مبارکہ القاب امیر المومنین | ۱۲۰ | مدد کرنا | ۱۶۲ |
| ۸۷ | حضرت علی کے سابق الایمان ہونے پر | ۱۰۲ | آیات الہی اصحاب مومنین کی | |
| | اعتراض مع رد | ۱۶۷ | فضیلت میں | ۱۶۲ |
| ۸۸ | جناب امیر کی خانہ کعبہ میں ولادت | ۱۳۰ | بنی کو منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے | |
| ۸۹ | فاطمہ بنت اسد کی فضیلت | ۱۳۱ | سے خدا کی مخالفت | ۱۶۳ |
| ۹۰ | حضرت عمر کا اسلام لانا | ۱۳۲ | اصحاب کا وقت جاں نثاری اپنی | |
| ۹۱ | حضرت عمر کے اسلام لانے سے متعلق | | جان بچانا | ۱۶۵ |
| | دعا پیغمبر کی روایت غیر معتبر ہے | ۱۳۷ | غزوہ احد سے اصحاب کا فرار | ۱۶۶ |
| ۹۲ | ایمان و اسلام میں فرق | ۱۳۳ | اصحاب کا مال غنیمت پر چھوڑنا | ۱۶۸ |
| ۹۳ | ابتداء بعثت میں اصحاب ثلاثہ کے | ۱۰۷ | آنحضرت پر خیانت کا الزام | ۱۷۱ |
| | اسلام لانے کی تردید | ۱۳۳ | اصحاب منافقین کے بارے میں | |
| ۹۴ | اصحاب مومنین و اصحاب منافقین | | آیت کا نزول | ۱۷۳ |
| | کے اسلام لانے کے اسباب | ۱۳۴ | اصحاب کا تقسیم مال کے بارے میں | |
| ۹۵ | حجاز تقیہ | ۱۳۵ | آنحضرت پر اعتراض | ۱۷۶ |
| ۹۶ | اصحاب ثلاثہ کے اسلام لانے کے | | روایات السنن و بارہ زہد | |
| | اسباب | ۱۳۸ | جناب امیر علیہ السلام | ۱۸۰ |
| ۹۷ | اصحاب نجات آخرت کی عرض سے | | جناب امیر سے اصحاب کا تقاب | ۱۸۲ |
| | اسلام لانے اور اس سے پہلے نہیں | ۱۵۲ | ۵۰ روایات جن میں اصحاب نے | |
| ۹۸ | بیان مذکور کی تردید | ۱۵۳ | آنحضرت کی مخالفت کی | ۱۸۳ |

| صفحہ | عنوان | صفحہ | عنوان | صفحہ |
|------|---|------|--|------|
| ۱۱۳ | آنحضرتؐ سے حضرت عمرؓ کا مخالفت کرنا | ۱۱۸ | رسول اللہؐ نے حضرت عمرؓ کی مخالفت پر ناپسندیدگی ظاہر نہیں فرمائی | ۱۹۷ |
| ۱۱۴ | اقوال پیغمبرؐ میں حضرت عمرؓ کا تفریق کرنا | ۱۱۹ | قول متذکرہ بالا کی تردید | ۱۹۷ |
| ۱۱۵ | کلام رسولؐ میں تفریق کرنا آیات الہی کے خلاف ہے | ۱۲۰ | حضرت عثمانؓ کی مخالفت اور اصحاب کبار پر تشدد | ۱۹۹ |
| ۱۱۶ | رسول اللہؐ کل افعال و اقوال میں معصوم ہیں | ۱۲۱ | احکام رسولؐ میں اصحاب کی سرنامی | ۲۰۰ |
| ۱۱۷ | حضرت عمرؓ کا عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھنے سے آنحضرتؐ کو روکنا | ۱۲۲ | اصحاب کی آل رسولؐ سے بدسلوکی | ۲۰۱ |

ماہنامہ الجواد بنارس

۱۹ سال سے ملت جعفریہ کی نصرت میں منہمک ہے

اسکی خریداری قبول فرما کر شکر گزار کیجئے

سالانہ چتہ صرف چھ روپے

نیچر الجواد جواد یہ کالج بنارس

آیات حکمات

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلاة والسلام علی سید المرسلین وخاتم النبیین و
تشیع المذنبین ورحمة للعالمین محمد وآل الطیبین الطاهرین المعصومین المنتجبین واصحابہ المکرمین

اما بعد احقر من سید امیر حسن ابن سید رضا من علی صاحب عفراتہ و نو بہا اپنے برادران
اسلامی کی خدمات بابرکات میں عرض پرداز ہے کہ عالی جناب مستنقعی عن الالقاب برادر
بزرگ جناب مولوی سید مہدی علی صاحب قبلہ الخاطب بہ نواب محسن الملک مرحوم نے اپنا
خاندانی اور آبائی مذہب امامیہ اثنا عشریہ ترک کر کے اپنی کسی خاص مصلحت سے مذہب
اہل سنت والجماعت اختیار کر لیا تھا۔ اور بعد تبدیلی مذہب ایک کتاب مسمی بہ آیات بینا
تالیف فرمائی تھی۔ جس میں اپنی دانستہ میں مذہب امامیہ اثنا عشریہ کا ابطال اور مذہب
اہل سنت کی حقانیت کا اثبات بڑے شد و مد سے کیا ہے۔ جو اشاعت کے بعد ان
حضرات کی نظر میں بڑی قدر و منزلت سے دیکھی گئی۔ عوام الناس کی زبان پر یہی کلمہ تھا
کہ شیعوں کا مذہب خود ابھیس کی کتب سے باطل کر دیا ہے۔ چونکہ جناب ممدوح نے مذہب
تبدیل کرنے کی وجہ یہ تحریر فرمائی ہے کہ

”میں نے دونوں مذاہب کے اصول پر غور کرنے کے بعد مذہب اہل سنت والجماعت
کو مطابق کلام الہی اور احادیث نبوی کے اور مذہب امامیہ کو اس کے خلاف پا کر سچا مذہب
اہل سنت والجماعت کا اختیار کیا۔“

لہذا میں نے اس کو بڑے ذوق و شوق سے اور ان دلائل عقلی و شواہد نقلی کو غور سے
دیکھا۔ جن کی بنا پر جناب موصوف نے بجائے خود مذہب اہل سنت کو مطابق کلام الہی اور احادیث
نبوی کے سچا بتایا ہے، لیکن دو چار ہی ورق پڑھنے سے یہ امر منکشف ہو گیا کہ جناب ممدوح

✓ "راہ تحقیق" میں "صراط مستقیم" سے کوسوں دور ہیں۔ اور اہل سنت کے متقدمین علماء اور مجتہدین کے کلام اور اقوال پر پردہ ڈال کر متاخرین علماء کے ہم رنگ ہو گئے ہیں، اور غیر معتبر روایات و احادیث سے استدلال کر کے اپنی لسانی اور جادو بیانی سے "خار کو گل" اور گل کو خار سے تعبیر کر کے گلشن مضامین کو نئے نئے شگوفوں اور رنگ برنگ پھولوں سے زینت دے کر بد اور اہل سنت کو ایک سبز باغ دکھا کر نہال کر دیا ہے۔ جس کو پڑھ کر اور سن کر ان کے دل و دماغ ایسے شگفتہ ہوئے کہ پھولوں نہ سمائے۔ حالانکہ "آیات بیتات" تحقیق سے یکسر عاری ہے۔ اور ابتداء سے انتہاء تک اصل مقصد سے بالکل خالی ہے۔ اس صورت میں ہمارے بھائیوں کا باغ باغ ہونا مثل اس پیاسے کے ہے جس کو سراب (ریت) پر پانی کا دھوکا ہوا ہو۔ جیسا کہ ارشاد الہی ہے۔
وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً إِذَا جَاءَ فَلَمْ يَجِدْ شَيْئًا ۚ كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنِ آوَىٰ ۚ ۱۱ ع

اور جو لوگ کافر ہو گئے ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے چٹیل میدان میں چمکتی ہوئی ریت کہ پیاسا اس کو پانی خیال کرتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے پاس پہنچتا ہے تو اس کے کوئی چیز نہیں پاتا۔

معلوم ہوا کہ خوش بیانی اور طاقت لسانی اور چیز ہے۔ اور دعویٰ کا ثبوت دینا بڑی بات ہے۔ اس سے تو ارباب نظر کی نگاہوں میں اس کتاب کی وقوت و منزلت جیسی کچھ ہوگی ظاہر ہے مگر اس کا خوف ضرور ہے کہ مبادا اس کے دیکھنے اور سننے سے عوام کا لالچام کے عقائد پر برا اثر پڑے گا۔ مشہور ہے۔

اگر بینیم کہ تا بینا و چاہ است دگر خاموش بنیشتم گناہ است
لہذا میں نے قصد کیا کہ جناب بھائی مرحوم متغور نے جو محض اپنی تحریر و تقریر کے زور سے بظاہر مذہب اہل سنت والجماعت کو اچھا اور سچا بتایا ہے اس کی اصل حقیقت کا انکشاف ان کی معتبر کتابوں سے کروں۔ نیز اس لئے بھی کہ خدا و رسول کے احکام کا ناواقف بندوں تک پہنچانا بہترین اعمال ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۚ پ ۴
اور تم میں ایک ایسا گروہ بھی ہونا چاہئے جو (لوگوں کو) نیک کاموں کی طرف بلائے، اور اچھے کام کرنے کو کہے اور برے کاموں سے منع کرے۔
ایسے ہی لوگ اپنی مراد کو پہنچیں گے۔

اگر اس ہدایت و نصیحت سے ایک شخص بھی ہدایت پا گیا تو گویا کہ تمام لوگ ہدایت یافتہ ہو گئے، ارشاد ہوتا ہے۔

ومن احياها فكا كما احيا الناس جميعا پٹ سے مائدہ ۶۷۔

(۱) امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ”سب سے افضل عمل یہ ہے کہ جو شخص کسی نفس کو گمراہی سے راہ راست پر لائے تو یہ سمجھا جائے گا کہ گویا کل آدمیوں کو راہ راست پر لے آیا“ مقبول ترجمہ (بحوالہ کافی و تفسیر عیاشی)

(۲) حق سبحانہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو وحی کی کہ اے موسیٰ اگر تم ایک شخص کو جو بہک گیا ہو سیدھی راہ بتا دو گے تو یہ عمل تمہارا ستوبرس کی عبادت سے بہتر ہے۔ ایضاً بحوالہ تفسیر (منسوب بہ) امام حسن عسکری علیہ السلام۔ اگرچہ اس قابل نہیں تھا کہ اس بارگراں کو اٹھا سکتا مگر خدائے عز و جل کی توفیق و تائید پر بھر دسہ ہے اس لئے یقین ہے کہ ساحل مراد کو پہنچوں گا۔

وریں دریائے بے پایاں، دریں طوفان موج افزاء، دل افکنہیم بسم اللہ بھی بھاو
ہر سہا، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس سے پہلے بہت سے رسالے اور کتابیں علم مناظرہ کی تالیف ہو کر شائع ہو چکی ہیں جن میں اکثر عربی و فارسی میں ہیں۔ اور اس زمانہ میں عربی و فارسی سے بے زحمت کی وجہ سے عوام عموماً اور خصوصاً طلباء سمجھنے سے قاصر ہیں، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ کتاب کے مضامین اردو میں لکھے جائیں اور ان کی ترتیب اس طرح کی جائے کہ عام فہم ہو۔ اس تالیف سے میرا مقصود اپنے ناواقف بھائیوں کی رہبری ہے۔ لیکن اگر دوسرے لوگ بھی مذہبی تعصب

چھوڑ کر انصاف کی نظر سے ان روایات و احادیث و تفاسیر کو دیکھیں گے جو کتب اہل سنت سے درج کئے گئے ہیں تو ان حضرات پر آفتاب نصف النہار کی مانند روشن ہو جائے گا کہ جس بند کو اپنے نزدیک سمجھا ہوئے ہیں وہ راہ حق سے کوسوں دور ہے۔ اور وہ اب تک جان بوجھ کر غلطی پر ہیں۔ اگر حق و باطل کے امتیاز کے بعد بھی راہ راست اختیار نہ کریں تو سمجھنا چاہئے کہ انھوں نے آیت مندرجہ ذیل سے منہ موڑ لیا ہے۔

اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونه اولیا اما قلیلاً ماتذ
(اے بندو) جو کچھ تمہارے رب کے پاس سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے، اس کی پیروی کرو اور خدا کو چھوڑ کر اور یا روں کی پیروی نہ کرو، تم کم نصیحت کیڑے تے ہو“

کسروں پٹ سے اعراف ۱۷

اور آیت حسب ذیل کے مصداق ہو گئے ہیں کہ اپنے بزرگوں کی کورانہ تقلید کرتے ہیں اور انھیں علماء کے کہنے پر چلتے ہیں جو خدا و رسولؐ کے خلاف حکم دیتے ہیں۔

انا وجدنا اباؤنا علی امتنا وانا علی آثارهم ہم نے اپنے بزرگوں کو ایک طریقہ پر پایا اور انھیں مقتدون۔ کے نشانات کی پیروی کریں گے۔

”آیات محکمات“ کا بہت سا حصہ بھائی مرحوم کے زمانہ حیات ہی میں تالیف ہو چکا تھا۔ اور مرحوم سماعت بھی فرما چکے تھے حق تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ اس حقیر اور ناچیز کے عمل کو قبول فرما کر گناہوں کو عفو فرمائیں گے۔ ربنا اغفر لی ولوالذی وللمومنین یومر یقوم الحساب بحق ”محمد وآلہ الامجاد“

قال :- الحمد لله رب العالمین والصلوٰۃ علی نبینہ وحبیہ سید المرسلین محمد وآلہ واصحابہ وامنوا بعدہ وامتہ اجمعین۔

بعد حمد اور صلوٰۃ کے جانتا چاہئے کہ خدائے عزوجل نے ہماری ہدایت کے واسطے اپنا محبوب پیغمبر بھیجا اور اپنا خاص کلام اس پر نازل کیا اور چراغ رہنمائی کا اس کے ہاتھ میں دیا اور اپنی کمال مہربانی سے شرک اور کفر کی تاریکی سے نکال کر ہمارے دلوں کو نور ایمان سے روشن کیا۔ پس ایمان اور اسلام ایک ایسی اس کی نعمت ہے کہ ہم اس کا شکر ادا نہیں کر سکتے، لیکن شیطان نے بعد ایمان اکثر مسلمانوں کو بہکا دیا اور ان کے دلوں کو باطل عقیدوں سے پھر تاریک کر دیا اور مسلمانوں میں ایسا تفرقہ ڈال دیا کہ بہتر فرقے گمراہ ہو گئے۔ جس کی نسبت ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہی سے خبر دی تھی پس ہم لوگوں کو فقط اسلام کے نام پر خوش ہونا اور صرف توحید اور نبوت کے اقرار پر اپنے آپ کو ناجی سمجھنا نہ چاہئے بلکہ ہر عقیدے کی تحقیق کرنا اور ہر اعتقادی مسئلہ کی تطبیق کتاب اور کتاب الرسول سے دینا ضروری ہے۔ اور یہ ممکن نہیں ہے کہ جو شخص اپنے سچے اور صاف دل سے اپنی نجات کی امید پر خدا کی کتاب کو دیکھے اور تعصب و عناد کو دخل نہ دے وہ حق و باطل میں امتیاز نہ کر سکے، اور ایسے حق کے طالب کو خدا اگر اسی میں پڑا رکھے، ہاں جو کوئی پہلے ہی سے سچائی کا طالب نہ ہو اور مذہبی تعصب میں گرفتار ہو، اور سوائے مجادلے مرکب کے اسے اور کچھ منظور نہ ہو اور اپنے آبائی دین و مذہب کو تقلیداً سچ جانتا ہو، اور انا وجدنا اباؤنا علی امتنا وانا علی آثارهم مقتدون کہتا ہو، وہ بے شک اپنی گمراہی میں پڑا رہے گا۔ اور اپنے دل کو باطل عقیدوں سے بھی پاک و صاف

نہ کر سکے گا۔

۱۔ قول: الحمد للہ علی احسانہ کہ فرقہ حقہ اثنا عشریہ صراط مستقیم پر ہے اور اپنے مذہب کو تحقیقاً حق مانتا ہے۔ تقلیداً نہیں۔ کیونکہ اس مذہب کے اصول دین تحقیق عقلی اور آیات قرآن اور احادیث نبوی پر مبنی ہیں جس کی تشریح آئندہ کی جائے گی۔ اس لئے وہ اپنے آپ کو ناجی سمجھتا ہے لہذا جب اس مذہب کے اصول دین بزرگوں کی کورانہ تقلید پر حصر نہیں تو آیہ انا وجدنا آباءنا علی امۃ دانا علی انما ہم مقتدون کا مصداق بھی نہیں ہو سکتا۔ البتہ خدا کا یہ ارشاد فرقہ اہل سنت والجماعت پر صادق آتا ہے اس لئے کہ ان کے مذہب کی بنیاد ان حضرات کی پیروی پر ہے جنہوں نے قرآن و حدیث کی بیجا تاویلات پر دین و مذہب قائم کر لیا تھا حالانکہ ایسے لوگوں کی تقلید میں ضلالت ہے نہ کہ ہدایت (اس کی سامنے کی مثال یہ ہے کہ) آپ نے حسب عقیدہ اہل سنت کل امت کو صلوٰۃ میں داخل کر لیا حالانکہ نہ تو کل امت خیر امت ہے اور نہ وعدہ الہی میں شامل، اس لئے کہ اس امت میں ناکثین، ضالین، فاسقین، فاجرین۔ منافقین، ظالمین بھی شامل ہیں۔ بلکہ بیشتر تو ایسے بدترین تھے جن کی مثال امم سابقہ میں بھی نہ مل سکے گی۔ اس صورت میں وہ لوگ حسب احکام خدا و رسول مستوجب شہادت و ملائمت ہیں۔ رحمت و مغفرت کے مستحق نہیں۔ ارشاد الہی ہے۔

ان الابرار لفی نعیام۔ ان الفجار لفی جحیم بیٹھک نیک لوگ آرام میں ہیں اور بیشک گنہگار دوزخ میں ہیں۔ اگر آپ کو تحقیق مطلوب ہوتی تو پہلے اس بات کی طرف توجہ فرماتے کہ جب آفتاب دین اسلام کمال کو پہنچ کر اپنے تور سے عالم کو منور کر چکا اس کی تکمیل کی سند بھی خداوند عالم نے ان الفاظ میں دیدی۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ نعمت تمام کر دی، اور تمہارے دین اسلام کو پسند کر لیا۔ اس کے بعد پھر کیا سبب ہوا کہ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد ہی اس دین برحق میں نہ صرف نزول اور انحطاط ہوا بلکہ بقول آپ کے جس کو ہم بھی مانتے ہیں ایسا تفرق پڑا کہ اہل اسلام میں بہتر فرقے گمراہ ہو گئے، پس جو شخص اپنے سچے اور صاف دل سے صرف نجات کی امید پر کتاب خدا کو دیکھے مگر تعصب کی عینک کو اتار کر تو اس حق و باطل کا فرق معلوم ہو جائے گا جیسا کہ ارشاد الہی ہے۔

والذین جاہلوا فینا لنعیدنہم اور جو ہمارے (دین کے) بارے میں کوشش کریں گے ہم انکو

لہ کا دین۔ فاسقین، مارقین۔ بلکہ وہ عورتیں بھی ہیں جن کو حضرت نوح دلو ط کی کافرہ بیویوں کی مانند کہا گیا ہے اور جو فقد صنعت ظاہر بلکہ ان کی مصداق ہیں۔ یہاں لوگ صلوٰۃ و سلام میں کیسے داخل ہو سکتے ہیں۔ عابدین

سُبُلَنَا وَانِ اللَّهُ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ - پ ۲۱

کو ضرور بالضرور راستہ دکھلا دیں گے، اور اللہ
ضرور نیکی کرنے والوں کے ساتھ ساتھ ہے،

ہی حنکیں ت م ۷

ہاں جو شخص سچائی کا طالب ہی نہ ہو اور مذہبی تعصب میں گرفتار ہو اور صرف مجاہد و
مکابرہ کرنا جانتا ہو اور اپنے بابائی مذہب کو تقلید کی بنا پر حق ماننا ہو، اور انا وجدنا ابائنا
اس کا وظیفہ ہو اور اپنے علماء کے اقوال کو آیت اور حدیث کے برابر سمجھتا ہو، یقیناً وہ حلال و
محرکات میں پڑا رہے گا۔ اور کبھی اپنے دل کو باطل عقیدوں سے پاک و صاف نہ کر سکے گا۔ چنانچہ
ہم انشاء اللہ جلد ہی کتب اہل سنت سے دلیلوں کے ساتھ ثابت کر دیں گے کہ بہتر فرقوں کی گمراہی
کے باعث کون حضرات ہوئے ہیں۔

قال :- بعد اس تمہید کے بندہ گنہگار ہمدی علی ابن سید ضامن علی غفر اللہ عنہ اپنے بھائیوں
کی خدمت میں التماس کرتا ہے کہ منجملہ مذاہب مختلفہ مسلمانوں کے دو مذہب زیادہ جاری ہیں۔
ایک اہل سنت والجماعت، اور دوسرا امامیہ، دونوں اپنے مذہب کو حق اور دوسرے کے مذہب
کو باطل کہتے ہیں، اور اپنے آپ کو ناجی اور دوسرے کو ناری سمجھتے ہیں، ہزاروں کتابیں تالیف ہوئیں۔
اور صد ہا رسالے تحریر ہو گئے، مگر یہ جھگڑا اب تک طے نہ ہوا جس کا جو عقیدہ تھا وہ اس پر قائم رہا۔
بہت کم ایسے ہیں جنہوں نے حق پر نظر کر کے اپنے بابائی دین کو چھوڑا۔ اور دوسرے مذہب کو صرف اپنی
نجات کے لئے اختیار کیا ہو۔ لیکن میں اپنے خدائے عزوجل کا ہزار ہا شکر کرتا ہوں کہ میں ان چند
آدمیوں میں ہوں جنہوں نے اپنی نجات کی امید پر دونوں مذہب کے اصول پر انصاف سے غور
کیا، اور مذہب اہل سنت کو مطابق کلام الہی کے پا کر اور مذہب امامیہ کو اس کے مخالف دیکھ کر
اپنے بابائی دین کے چھوڑنے اور تمام کنبے و قبیلہ سے جدا ہونے میں کچھ کسی کا لحاظ و خیال نہیں کیا،
اور امامیہ مذہب کو جو بھجوائے برعکس نہ مذہب نام زنگی کا فورہ کے مخالف عقائد آئمہ کرام علیہم السلام
کے ہے چھوڑ کر سچا مذہب اہل سنت والجماعت کا اختیار کیا، چونکہ میرے عزیز و اقربا اور بھائی
بھتیجے اکثر اپنے قدیم مذہب پر ہیں اور مجھے گمراہ جانتے ہیں، اس لئے میں ان پر ان دلائل عقل کو ظاہر
کر تا ہوں جنہوں نے میرے دل کو ان کے مذہب سے مستقر کیا، اور ان شواہد نقلی کو بیان کرتا ہوں
جن کے سبب سے میں نے مذہب اہل سنت والجماعت کو اچھا جان کر اختیار کیا، اسی واسطے
میں یہ رسالہ اہل سنت والجماعت کے مذہب کی خوبیوں میں لکھتا ہوں۔ خدا کرے کہ میرے اور
بھائی اس کو نظر انصاف سے دیکھیں اور اپنے باطل عقیدوں کو چھوڑ دیں، اللہم آمین "آیات مینات ص ۷"

(قول ۱۔) (جی ہاں) امامیہ کا اپنے مذہب کو حق اور اپنے آپ کو ناجی سمجھنا بالکل بجا اور درست ہے کیونکہ وہ بہ عنایت ایندوی سفینہ اہل بدیت پر سوار ہیں جس کی سلاستی میں کچھ شک نہیں۔ تبصرہ صادق فرما گئے ہیں۔

مثل اہلبیتی کمثل سفینۃ نوح من رکبھا میرے اہلبیتی کشتی نوح کی مانند ہیں جو اس پر بچی ومن تخلف عنھا غرق وھوی۔ سوار ہو اسلامتھا اور جسے اس سے کنارہ کیا وہ غرق اور ہلاک تھا۔

چہ باک از موج بحر آترا کہ باشد نوح کشتیاں
البتہ وہی لوگ غرق ہوئے اور ہوں گے جہنوں نے ناخداے اسلام کے فرمان کے خلاف
سفینہ نجات سے کنارہ کیا اور اپنے قصور فہم سے پس نوح کی طرح کسی پہاڑی کو ذریعہ نجات
کھڑا یا۔

اگر آپ تحقیق کرتے اور دونوں مذاہب کے اصول پر غور فرماتے تو ایسے مذہب کو سچا
نہ بتاتے جو سراسر کلام الہی اور احادیث رسالت پناہی کے خلاف ہے اور برس فکس نہتہ نام نہی
کا نور کا مصداق

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو نہ تو کسی عقیدہ کی تحقیق منظور تھی اور نہ کسی اعتقادی مسئلہ
کی تطبیق بلکہ مصلحتاً اپنے خاتم المحدثین شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے عقائد کی تقلید۔ اور آپ
بینات کی تالیف سے تحفہ اثنا عشریہ کی تائید مقصود تھی (جس کی دلچسپ کہانی یہ ہے کہ وہ
خواجہ نصر اللہ کابل کی صوابع کی مسرودہ ہے۔)

سوال از جانب مرزا حسن علی قاسم شاہ ولی اللہ صاحب (پندرہ معاد ب تحفہ اثنا عشریہ)

کتاب صوابع موبقہ در مذہب روافض
تخلیہ السد تم کہ تالیف نصر اللہ کابل است بملاحظہ
شریف در آمدہ یا نہ و بعد از آنکہ ملحوظ نظر فیض اثر
شدہ باشد فرقی در تصنیف آں و تصنیف
جناب افادت ماب کہ تحفہ اثنا عشریہ است
چیست و معاندان ایں دیار خصوصاً روافض
خدا ہم السد بطریق اثر خالی دیہودہ گوئی خیل
شور و شغب میکند کہ کتاب مستطاب تحفہ اثنا عشریہ
صوابع موبقہ جو مذہب روافض کی رد میں نصر
اللہ کابل کی تالیف ہے آپ کے ملاحظہ میں آئی ہے
یا نہیں، اس میں اور آپ کی تالیف تحفہ اثنا عشریہ
کیا فرق ہے۔ کیونکہ معاندین علی الخصوص رافضی تحفہ کی
نسبت طنز اور یہودہ گوئی کے طور بہت کچھ چھی گوئی
کرتے ہیں کہ تحفہ اثنا عشریہ صوابع کا ترجمہ ہے
اگرچہ ہم مخلصین اور مذہبین کے نزدیک
یہ سوال لا طائل ہے۔ اور جو کوئی مایہ علم سے

ترجمہ صواعق موبقہ است، ہر چند سوال میں معنی یا مخلصان و ذہیان را الا طائل و بہودہ مینماید و از جملہ بدیہی البطلان است و ہر کس کہ از بایہ ظلم آگاہی داشتہ باشد این خبر را از محکمات مخالف خواہد دانست لیکن بعضے کسان این نا کس را بسیار تنگ کردند لہذا میں امر نامرضی را موجب سمع خراشی جناب عالی انگاشتہ

جواب شاہ صاحب

در وقت تصنیف تحفہ اثنا عشریہ از کتابہائے اہل سنت کہ در رد مذہب شیعہ و کتب شیعہ کہ در رد مذہب اہل سنت تالیف شدہ قسم ہمیدہ میں قسم کتب در وقت تالیف تحفہ اثنا عشریہ موجود بودند در آن وقت ترتیب صواعق بسیار پسند خاطر افتاد بہماں ترتیب دریں کتاب کلام واقع شد و چند ابواب مثلاً بحث تولد و تبرأ و حدیث ثقلین و مسئلہ انکار نبوت و باب مطاعن کہ در آن بنود میں ابواب افراد و رد شد پس میں کتاب را ترجمہ آن کتاب گفتن محض بظاہر ترتیب آن نمی تواند شد و نیز اگر تامل کنندہ واقف را ہرگز جائے طعن نیست زیرا کہ میں کتاب اگر ترجمہ صواعق است آخر اثبات مذہب اہل سنت و رد مذہب ردافض می نماید آنہما را چہ کار از آن کہ تفتیش کنند کہ میں گویندہ کیست جواب باید نہ و میں طعن جواب نمی تواند شد ارے بعض اہل سنت کہ: ہمارا البشہرت میں کتاب نسبت بآں

سے کچھ آگاہی رکھتا ہو گا وہ اس بات کو بھی نہیں مانے گا۔ مگر چونکہ بعض اشخاص نے مجھے بہت تنگ کیا اس لئے یہ امر حضرت کی سمیع خراشی کا باعث ہوا۔

تحفہ اثنا عشریہ کی تصنیف کے وقت اہل سنت کی وہ کتابیں جو شیعوں کی رد میں ہیں اور شیعوں کی وہ کتابیں جو سنیوں کی رد میں ہیں، میرے پیش نظر تھیں اور وہ سب تین قسم کی تھیں، چونکہ صواعق کی ترتیب مجھے بہت پسند آئی لہذا اس کی ترتیب پر کتاب لکھی اور چند ابواب مثلاً بحث تولد و تبرأ اور حدیث ثقلین و مسئلہ انکار نبوت و باب مطاعن صواعق میں موجود نہیں تھے، تحفہ میں بڑھائے گئے، پس اس کو محض ترتیب ظاہری پر صواعق کا ترجمہ کہنا درست نہیں۔ اور اگر تامل اور غور کر لیا ہوتا تو رافضیوں کو طعنہ زنی کا موقع نہیں رہتا۔ کیونکہ تحفہ اثنا عشریہ صواعق کا ترجمہ بھی ہو تو اس سے مذہب اہل سنت کے سچے ہونے اور مذہب شیعہ کے جھوٹے ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا، ان کو اس بات سے کیا کام جو اس کی جستجو کر رہے ہیں کہ اس کا مصنف کون ہے؟ اس طعن سے تو اس کا جواب نہیں ہو سکتا، اس کتاب جو شہرت فقیر کو حاصل ہوئی ہے اس سے بعض اہل

اہل سنت حسد سے عمل مرے، چاہتے ہیں کہ فقیر کا نام نہ ہو، اس کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے کہ فقیر اس کتاب کی تالیف کا دعویٰ نہیں کرتا اور نہ اس پر فخر کرتا ہے البتہ فقیر کی غرض از باب فہم اور طالبان حق کو راہ راست دکھانا تھی سو الحمد للہ حاصل ہو گئی ہے

فقیر عرق حسد بچو ش آمدہ میخو اہند آں نسبت بایں فقیر در میان نہ اند جواب سخن ایشان گد کہ فقیر دعویٰ اس کتاب نمی کند و فخر خود نمی خواہد منظور فقیر عرض ازین مقدمات سلوک طریق جدید بہ اذہان اولی الالباب و طالبان راہ صواب و انحرار لہر کہ حاصل بود

بہر حال کسی کی تصنیف و تالیف ہو، ہمارے زمانہ میں تو شاہ صاحب ہی کے نام سے مشہور ہے اور حضرت نے ہی اس کو شائع کیا ہے۔ جس کی اشاعت کا باعث یہ تھا کہ جب دولت مغلیہ کو زوال اور سلطنت برطانیہ کا تسلط ہوا تو شیعہ اپنے ان مذہبی عقائد کو ظاہر کرنے لگے جنہیں مخالفین اور دشمنوں کے جوہر و ستم کے خوف سے چھپائے ہوئے تھے۔

اذان میں بالا اعلان اشہدان امیر المؤمنین و امام المتقین علیہما السلام و صلی رسول اللہ و خلیفہ بلا فصل کے لئے عام طور پر بلند کرنے لگے، اور محفلوں، مجلسوں میں مناقب و مصائب آل رسول بیان کرنے لگے۔ جب ان حالات کو سن کر دوسرے فرقے کے معقول و حق پسند لوگ بھی مائل بہ تشیع ہونے لگے تو جناب شاہ صاحب یہ رنگ اور مذہب حق کی طرف مائل رہ جان دیکھ کر گھبرائے۔ بالاخر اپنے مذہب کی بقا اور بندگان خدا کو راہ راست سے روکنے کے لئے صواعق بلا موصوف کوئے لباس میں آراستہ کر کے شائع کیا اور تالیف مذہب یہ تحریر کیا کہ

اس رسالے کے لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ جن شہروں میں ہم رہتے ہیں وہاں شیعہ مذہب کا رواج استقامت زور پکڑتا جا رہا ہے کہ کوئی گھرا بیٹا نہ ملے گا جہاں دو ایک نفر اس مذہب کے معتقد ہو رہے ہیں کہ وہ زیادہ تر علم تاریخ اور اپنے اخبار و روایات سے ناواقف اور اپنے اسلاف کے اصول سے بے خبر ہیں اور وہ اہل سنت سے بے جوڑ اور بے تکی باتیں کرتے ہیں لہذا خوشنودئی

غرض تسوید این رسالہ و تحریر این مقالہ آں است کہ دریں بلاو کہ ماساکن آئیم و دریں زباں کہ مادر آئیم رواج مذہب اثنا عشریہ و شیوع آں مجہدے اتفاق افتاد کہ کم خانہ باشد کہ یک دو کس ازاں خانہ بان مذہب متمدن مذہب نہ باشند و راغب این عقیدہ نہ شوند، لیکن اکثر از حلیہ علم تاریخ و اخبار خود ماطل و احوال اصول اسلاف خود بے خبر و غافل

می باشند و ہر گاہ کہ در محافل و مجالس بد اہلسنت
و الجماعت گفتگو می نمایند کج می گویند و شتر گز
می آرند جستہ بشر بہ تخریر این رسالہ پر داختم شد
تا در وقت مناظرہ از جادہ خود پیروں نہ روند و
اصول خود را منکر نہ شوند مخفہ مطبوعہ فخر المطابع

اس طرح شاہ صاحب نے کاغذ سیاہ کر کے بلا امتیاز حق و باطل، نور کو ظلمت اور ظلمت
کو نور بتا کر لوگوں کو مذہب امامیہ اختیار کرنے کی بیکار کوشش کی اور کہنے کو تو یہ کہا کہ
دریں رسالہ التزام کردہ شد کہ در نقل مذہب
شیعہ و بیان اصول ایشان و الزاماتیکہ باید
بایشان می شود غیر از کتب معتبرہ ایشان منقول
عندہ نباشد۔^۱

لیکن بطور مجادلہ اور مکابہ لفظ "گویند" کہہ کر خود ہی مضمون آفریں بنے، اور خود ہی اس کو علمائے
شیعہ کی طرف منسوب کیا، پھر خود ہی رو بھی کرنے لگے۔

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ، خود بر سر آں کوزہ خمر پدید آمد، چنانچہ مخفہ
کی ابتدا سے انتہا تک بگو اس اس کی شاہد ہے کہ شاہ صاحب نے ناحق ہی مذہب شیعہ اثنا
عشریہ کو جھوٹا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ نیز وہ حدیثیں اور تفسیریں، اور روایتیں جو
اہل بیت اطہار علیہم السلام خصوصاً امیر المومنین علی ابن ابی طالب کی فضیلت میں وارد ہوئی
ہیں انکو غلط، ضعیف لکھا ہے، حالانکہ انھیں کے مذہب کی معتبر کتابوں میں درج ہیں۔ البتہ
جو حدیثیں خلفاء اور حکام وقت کی فضیلت میں جاہ و منصب کی لالچ میں گر ڈھی گئیں ان کو
صحیح اور صحیح بتایا ہے۔ اسی طرح وہ حدیثیں اور تفسیریں اور روایتیں جنھیں علماء و آئمہ اہلسنت
نے درج کیا ہے جس سے مشہور صحابہ کے نقص ایمان پر روشنی پڑتی ہے۔ ان میں کسی کا کلمہ کھلا
انکار کر دیا، کسی کے راوی کو جھوٹا بتایا، کسی مورخ کو سفہری اور کسی مفسر و محدث کو را فضی
کہہ دیا۔ حالانکہ وہ سب ثقات اہل سنت ہیں۔ اور اگر کسی بات سے صریحی انکار نہ کر سکے تو

(حاشیہ) نے افسوس کہ شاہ صاحب کا یہ عہد و پیمان باقی نہ رہا، "تاکثین" کی مانند ہوا و معتبر کتابوں سے حوالہ دینے
کے بجائے اپنی بخاری و غیرہ کا سہارا لیا جس کی نظر آئندہ صفحات میں آئے گی۔ ۱۲ علیہ السلام۔

راوی کو ضعیف اور جھوٹا بتا کر بیجا تاویلات اور توہمات کر کے ان برائیوں اور مذمتوں کا الزام شیعوں پر رکھ دیا۔ مثلاً باب دہم میں لکھتے ہیں :-

”باب دہم در مطاعن خلفائے ثلاثہ و دیگر صحابہ کرام و ام المؤمنین

عائشہ صدیقہ کو شیعہ در کتب خود آورده اند و ان مطاعن را از کتب اہل سنت

بزرگم خود ثابت نموده“ ص ۲۶۲

جس کا مطلب یہ ہے کہ شیعہ خلفائے ثلاثہ و دیگر اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو مطعون و بدنام کرتے ہیں، کتب اہل سنت میں وہ برائی نہیں۔ حالانکہ اصحاب مدوحین اور بعض ازواج رسول کی مذمت میں بہت سی روایتیں صحاح ستہ وغیرہ میں درج ہیں۔ اور متقدمین محدثین مفسرین محققین نے ان لوگوں کے بارے میں سخت سے سخت طنز کئے ہیں۔ اور ان کے اسلام کو و افکار ثابت کیا ہے۔ اور ان تمام مطاعن کا منبع، اصح الکتاب بعد کلام الباری صحیح بخاری و صحیح مسلم ہیں جن میں صحابہ کی مذمت اور برائی میں حدیثیں بھری پڑی ہیں۔ یہ حدیث بہت مشہور ہے۔

قال عبد اللہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا من طیکم علی الخوض لیرفعن الی سراج منکم حتی اذا هویت لا نادھم احتلجوا دونی فاقول ای سراج اصحابی فیقول لا تدسای ما احدثو بعد لھا۔
سرور عالم نے ارشاد فرمایا کہ میں حوض کوثر پر تمہارا ساتھی ہوں گا تم میں سے کچھ لوگ میری طرف بڑھیں گے جب میں ان کو دینے کے لئے جھکوں گا تو وہ میرے سامنے سے ہٹا دے جائیں گے، میں بارگاہ اندی میں عرض کروں گا کہ یہ تو میرے اصحاب ہیں، ارشاد ہوگا کہ یہ وہ اصحاب ہیں جنہوں نے تمہارے بعد دین میں بدعتیں کیں۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی نے بھی اپنی مسرودہ تحفہ میں اس حدیث کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔ مگر یہ لکھ کر دامن بچانے کی کوشش کی ہے۔

پچیس از اہل سنت آن جماعت را صحابہ کوئی بھی سنی اس جماعت کو صحابی نہیں مانتا۔ تنبیہ اند و معتقد خوبی و بزرگی آئنا نیست (تھو) اور ان کی اچھائی اور بزرگی کا معتقد نہیں۔

انشاء اللہ اس کا مفصل ذکر دوسری جلد میں ہوگا۔ پس یہ تمام جواہر بے بہا اور گہر گر آئنا اسی سدن و مخزن سے شیعوں کے ہاتھ لگے ہیں۔ مگر شاہ صاحب نے بقول حافظ شیرازی۔

مصلحت نیست کہ از پردہ بردوں اقتدر از در نہ در محفل رندان پھرے نیست کہ نیست

اپنے امام محمد اسماعیل بخاری و دیگر محدثین کرام کو تو پردہ میں چھپایا اور علماء امامیہ کو نشانہ تیر ملا مرت بنایا، جو کچھ میں نے عرض کیا اس کا حال معزز ناظرین پر میری اس تالیف سے روشن ہو جائے گا کہ آیا اصحاب و ازواج رسول کو امامیہ نے بدنام کیا ہے یا خود ہواخوان اصحاب نے جو ان کی مدح و ثناء میں ہمہ وقت رطب اللسان ہیں۔ عرض شاہ صاحب نے شاہد مضامین کو اس حسن سے آراستہ و پیراستہ کر کے اس امید پر شیعوں کے سامنے پیش کیا کہ اس کے مضامین دل فریب ایک حسین کی طرح دلربائی کریں گے۔ لیکن علمائے کرام و حامیان دین اسلام (جو آستانہ شریعت پر متمکن ہیں) کیا متاثر ہو سکتے تھے۔ آخر اس کے شایع ہوتے ہی عجب ایں گہر بیان گرفت و آں دامن۔

اس کے ایک ایک لفظ کی تردید اہل سنت کی معتبر کتب تفسیر و حدیث وغیرہ سے کر دیا۔ کسی نے باب الہیات و نبوت کا جواب لکھا۔ کسی نے مطاعن کا۔ چونکہ اصل تحفہ بارہ باب میں لکھی گئی تھی اس لئے اس کے ہر باب کا کافی و شافی جواب علامہ دہلوی جناب حکیم مرزا محمد رضا نور اللہ مرقدہ نے نزہۃ اثنا عشریہ کی بارہ جلدوں میں تحریر فرمایا۔ جناب علامہ محمد قلی خاں صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ نے باب اول کا جواب سیب ناصری میں۔ باب دوم کا تقلیب المکائد میں۔ باب ہفتم کا برہان السعادت میں۔ باب دہم کا تشیید المطاعن کی تین جلدوں میں۔ اور باب یازدہم کا مصارع الافہام میں۔ اور جناب مفتی محمد عباس صاحب نور اللہ مرقدہ نے باب ہفتم کا جواب (جو امامت سے متعلق ہے اور ایک اہم مسئلہ ہے) منجملہ مسائل اختلافیہ مابین سنی و شیعہ (جو اہر عبقریہ میں) اور جناب غفرانما اب مولانا سید ولد ار علی صاحب طاب ثراہ نے باب پنجم کا جواب صوارم الہیات میں۔ باب ششم کا حسام الاسلام میں۔ باب ہفتم کا احیاء المستہ میں۔ باب دوازدہم کا ذوالفقار میں۔ اور جناب سلطان العلماء سید محمد رضوان صاحب نے خاص بحث فک کا جواب طعن الرجاج میں بحث متہ کا بارقہ ضمیمہ میں (جس کے کچھ بے سرو پا جواب مولوی رشید الدین صاحب سنی المذہب نے شوکت عمریہ میں لکھا تھا کہ ادھر سے بھی جواب الجواب فوراً حضرت حمید ریہ میں دیا گیا۔ اور سب سے آخر میں عالی جناب امام المتکلمین رئیس المناظر مولانا مولوی سید حامد حسین صاحب قبلہ طاب ثراہ نے باب امامتہ کے جواب عبقات الانوار کی تیس جلدوں میں جس میں دس جلدیں شایع ہو چکی ہیں) نہایت مدلل و مفصل تحریر فرمایا۔

جن اہم اللہ احسن الجزاء۔

مذکورہ تمام کتابیں ایسی لا جواب ہیں کہ شاہ صاحب سے لے کر آج تک کسی سنی عالم کو جواب لکھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ حالانکہ خود شاہ صاحب کی زندگی ہی میں کتاب نہ ہونے اثناعشریہ یقین ہو چکی تھی اور اُسے ملاحظہ بھی کر چکے تھے۔ مگر اس خیال سے کہ ”جامہ ندارم دامن از کجا آرم“ خاموش ہو گئے۔ کیونکہ حق کا جواب کیا دے سکتے تھے۔ چنانچہ شاہ صاحب کا خط بنام حکیم شریف خاں کتاب مذکور کی طلب میں آج تک کتاب رجال میں درج ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

قد سمعت ان الفاضل الکامل المدقق المحقق
مرزا محمد سلیم اللہ تعالیٰ قد کتب علی وجه
الرد البحت علی التحفہ الاثناعشریہ ان
اتفق مر قوماتہ ومطالبہ بوجہ طلبکم فالما مول
ان تبذلوا فی ذلک الجہرہ

”تحقیق میں نے سنا ہے کہ فاضل کامل مدقق و
محقق مرزا محمد سلیم اللہ تعالیٰ نے تحفہ اثناعشریہ
کی رد میں کوئی کتاب لکھی ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ
کی وساطت سے وہ کتاب طلب کی جائے، امید ہے
کہ آپ اس امر میں کوشش فرمائیں گے۔“

منقول از رد التحفہ ص ۱۱

اس تحریر سے جناب علامہ دہلوی کی جلالت قدر کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے کہ جن علماء
امامیہ کو شاہ صاحب نے علم تاریخ اور احوال و اصول اسلام سے بے خبر و غافل بتایا تھا
آخر خود حضرت ہی نے جناب مدد و روح کو فاضل کامل، مدقق، محقق کے خطابات سے یاد کیا ہے۔
آپ کے بعد جناب حیدر علی صاحب نے اپنے پیر و مرشد کی تقلید میں کتاب منتہی الکلام
لکھی (جن میں آل رسول علیہم السلام کی عظمت و مرتبت پر حملے کئے ہیں) جس کا (منہ توڑ جواب)
استقصاء الافحام ہے۔ میں علامہ سید حامد حسین صاحب طاب ثراہ نے دیا۔ پھر اس کا جواب بھی
اہل سنت سے کچھ نہ بن پڑا، حالانکہ مناسب تو یہ تھا کہ ہمارے سنی بھائی مناظرہ کر کے سیدھی

(حاشیہ) - اس کے علاوہ تحفہ کے جواب میں اور بھی کتابیں ہیں جو حسب ذیل ہیں:-

(۱) طرد المعاندین از جناب سلطان العلماءؒ، باب دوازدہم تولا و تبرا کی فصل، ہتقم کا جواب۔

(۲) آقا السید احمد بہبانی عظیم آبادیؒ کے زمانہ قیام میں تحریر فرمایا، یہ کتاب کتب خانہ رشیدیہ کوپانچ میں موجود ہے۔

(۳) تحفہ منقلبہ - تحفہ کا جواب تحفہ سے - (۴) غیبت - امام قائم آل محمدؑ کے وجود و ظہور کی بحث۔

(۵) رد التحفہ - مولانا سید محمد حیدر صاحب طاب ثراہ - خاص خاص مقامات کے جوابات۔

(۶) ابرام الکامد - (۷) شعلہ جوالہ وغیر ذالک - ۱۲ عابد حیدری

اہ کو باکس ثابت کرنے کی سعی لا حاصل نہ کرتے۔ مگر افسوس کہ ان سے چپ چاپ بیٹھا نہیں جاتا۔ اور اپنے بزرگوں کی پیروی میں تالیفات و تصنیفات بے سرو پا سے شیعوں کے مذہب پر بے نتیجہ حملے کرتے ہیں۔ اور جب شیعوں کی طرف سے ترکی بہ ترکی جواب پاتے ہیں تو برا بھلا کئے لگتے ہیں اور عدالتوں میں استغاثہ دائر کرتے پھرتے ہیں، لیکن الحمد للہ کہ اس دور میں ہر فرقہ اپنے مذہب میں آزاد ہے اس لئے وہ استغاثے خارج کر دے جاتے ہیں۔ پس ہمارے علمائے اعلام کے معقول و منقول جوابات پر علماء اہل سنت کا سکوت اور جمود ہمارے علماء کے ہمت علم اور عبور و تحقیق مذہب پر بخوبی دلالت کرتا ہے، اس صورت میں ایک منصف مزاج سمجھ سکتا ہے کہ جو کچھ شاہ صاحب نے متکلمین امامیہ کی لاعلمی و بخبری کی نسبت ارشاد فرمایا وہ کہاں تک درست ہے۔ پانی شاہ صاحب جو چاہیں کہیں۔ مگر حق تو یہ ہے کہ اگر علمائے کرام صراط مستقیم اور شریعت رسول کریم کو خار زار ضلالت سے پاک و صاف نہ کرتے تو زمانہ غیبت جناب صاحب الزمان علیہ السلام میں بقائے ملت حقہ اثنا عشریہ محال تھی۔ جیسا کہ جناب تقدس مآب مفتی محمد عباس صاحب نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں۔

در احتجاج طبری از جناب امام نقی علیہ السلام منقول است کہ آنجناب فرمودہ علمائے کہ حضرت صاحب الزمان علیہ السلام را می نمایند و حج الی وین متین را نگاہ میدادند و ضغائے بندگان خدا را از دام شیاطین میرسانند و زمانہ غیب صاحب الزمان علیہ السلام اگر باقی نمی ماند ہر آئینہ ہمگی مردم از دین ہدی برہم من گشتند و راہ ارتداد پیش می گرفتند و لیکن علماء زمانہ لہم اے شیعیہ را رست می گرفتند مثلیکہ کشتی بان سکان کشتی میگردانند آنہا نزد خدا صاحب فضل و شرف اند۔

کتاب احتجاج طبری میں امام علی نقی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آنجناب نے فرمایا کہ ہمارے علماء جو ہمارے شیعوں کو معرفت امام زمان علیہ السلام کی حاصل کراتے ہیں اور براہین روشن سے دین متین کی حفاظت کرتے ہیں اور ضعیف الاعتقاد بزرگان خدا کے دلوں کو دام شیاطین سے بچاتے ہیں اگر غیبت امام علیہ السلام موجود نہ ہوتے تو تمام لوگ ضرور دین خدا سے پھر جاتے اور گمراہی اختیار کرتے لیکن علماء وقت ضعیف شیعوں کے دلوں پر اس طرح حادی ہو گئے ہیں جس طرح نا خدا کے قبضہ میں کشتی کا سکان ہوتا ہے کہ جس طرف چاہتا ہے اس کو چلائے پھرنے پس یہ علماء پیش خدا افضل و شرف رکھتے ہیں۔

غرض تحفہ کی تالیف سے خدا کے فضل سے مذہب امامیہ کا تو کچھ نہیں بگڑا۔ البتہ اہل سنت

والجماعت کی پوری قلعی کھل گئی۔ اور ان کے پیشواؤں کی جو حالتیں پوشیدہ تھیں وہ طشت ازبام ہو گئیں۔ چنانچہ میں اپنی ہی حالت عرض کرتا ہوں کہ خاص اصحاب نے جو بد سلوکیاں اپنے پیغمبر کی رحلت فرماتے ہی آنحضرت کی پارہ جگر اور نفس رسولؐ کے ساتھ کی تھیں۔ مثلاً احراق بیت الشرف بنت رسولؐ جبر و تعدی بیعت طلب کرنے کے لئے صلیبی فذک و میراث اور حق خمس وغیرہ، مجھے ان کے باد کرنے میں بہت پس و پیش تھا اور خیال کرتا تھا کہ وہ اصحاب کرام جنہوں نے حسب اعتقاد اہل سنت سب سے پہلے جناب رسولؐ خدا کی رسالت و نبوت کی تصدیق کی آنحضرت کے سفر و حضر میں ساتھ رہے اور حضرت فاطمہ زہراؑ اور حضرت امیر المومنینؑ کے مراتب و مدارج سے اچھی طرح واقف تھے۔ اپنے پیغمبر کی بیٹی کا گھر آگ اور لکڑی لے کر جلانے کیونکر آئے ہوں گے۔ اور ان بدعتوں کے مرتکب کس طرح ہوئے ہوں گے۔ لیکن جب تحقیق کی نظر سے اہل سنت والجماعت کی کتابوں کے مطالعہ کی ضرورت واقع ہوئی اور ان میں کتاب تحفہ اثنا عشریہ بھی نظروں سے گزری اور اس میں جناب رسولؐ خدا کی لحدت جگہ کا گھر جلانے کی توجیہ میں شاہ صاحب کا یہ کلام دیکھا کہ :-

ایں تحویف و تہدید کسانے را بود کہ در
خانہ حضرت زہراؑ و پناہ ہر صاحب خیانت
والستہ دریں جمع می شدند و فتنہ و فساد منظور می
داشتند و برہم زدوں خلافت خلیفہ اولؑ بگنہگار
و مشورہ ہائے فساد انگیز قصد می کردند
تحفہ ص ۳ مطبوعہ فخر المجلد

یہ ڈرانا اور دھمکانا ان اشخاص کو تھا جو دولت
سرائے جناب فاطمہؑ کو اپنی جائے پناہ سمجھ کر جمع ہوئے
تھے اور فتنہ و فساد برپا کرنا چاہتے تھے، اور اپنے
فتنہ انگیز مشوروں سے خلیفہ اولؑ کی خلافت کو برہم
برہم کرنا چاہتے تھے۔

اس وقت حضرت شاہ صاحب کے ایمان و عقاید کے جو ہر کھلے۔ نیز سے خود غلط بودا پنچہ مائیدیم
اپنی قلعی کی بھی صحت ہوئی اور یقین آگیا کہ جو مطاعن اصحاب ممدوح اہل سنت کی طرف منسوب
کئے جاتے ہیں وہ سب صحیح ہیں۔ جن کو اکابر علمائے اہل سنت کہہ رہے ہیں، خود شاہ صاحب کو
بھی جب اس واقعہ کو جھٹلانے کا کوئی بہانہ نہ ملا تو ان کی محبت اور اپنے مذہب کی بقا کی خاطر اس پر
پردہ ڈال دیا۔ اور کہہ دیا کہ یہ تہدید و تحویف بنت رسولؐ کو نہ تھی بلکہ ان لوگوں کو تھی جو خلیفہ اولؑ
سے ماعنی ہو کر فاطمہؑ کے گھر میں جمع ہوئے تھے، اور خلافت برہم کرنے کے مشورے کرتے تھے۔ مگر شاہ

صاحب کے اس پردہ کو شبلی نعمانی نے چاک کر دیا۔ (جن کو اہل سنت اس زمانہ کا ہیستی کہتے ہیں) چنانچہ وہ اپنی کتاب الفاروق میں بحوالہ امام مالک تحریر فرماتے ہیں کہ وہ مجمع خاص بنو ہاشم کا تھا۔ اور حضرت علیؑ اس گروہ کے پیشوا (پیشرو) تھے۔ ملاحظہ ہو۔

”آنحضرت کی وفات کے بعد حضرت فاطمہؑ کے گھر ایک مجمع ہوا جس میں تمام بنو ہاشم اور ان کے اتباع شریک تھے اور حضرت علیؑ ان کے پیشوا (پیشرو) تھے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت فاطمہؑ کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا کہ یا بنت رسول اللہ! خدا کی قسم اگر آپ کے یہاں اس طرح لوگ جمع کرتے رہے تو میں گھر میں ان لوگوں کی وجہ سے آگ لگا دوں گا۔ حصہ اول ص ۶۵ و ۶۶

اس سے بڑھ کر اصحاب کی حمایت اور کیا ہوگی کہ شاہ صاحب کو بخوبی معلوم تھا کہ یہ وہ مقدس گھر تھا جس میں حضرت جبریل و میکائیل بھی بغیر اجازت قدم نہیں رکھتے تھے۔ جس گھر میں پیغمبر خداؐ کی پیاری بیٹی فاطمہؑ زہراؑ نفس رسولؐ علی مرتضیٰؑ قرة العینین حضرت حسنین علیہم السلام تھے۔ جو اپنے ولی اور آقا کے سوگ میں صدف ماتم پر بیٹھے ہوئے تھے۔ جناب خلیفہ آگ اور لکڑی لے کر اس گھر کو جلانے کے لئے آئے تھے۔ بلکہ کتب المسند میں یہ بھی ہے کہ اس وقت کسی نے کہا کہ گھر میں بنت رسولؐ اللہ اور آنحضرت کے صاحبزادے ہیں۔ جناب عمرؓ نے کہا ہوا کریں۔ حالانکہ یہ وہ بیت الشرف ہے جس کی عظمت و جلالت کے لئے ارشاد الہی ہے۔

فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکے فیہا (دیکھا) ایسے گھروں میں ہے جس کی نسبت خدا نے حکم دیا اسمہ لیس لہ فیہا بالعدو والاصال۔ پانچویں ہے کہ ان کی تعظیم کی جائے اور اس کا نام لیا جائے جن میں صبح و شام وہ لوگ اسکی تسبیح کرتے ہیں تا آخر۔

تفسیر قمی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ان گھروں سے مراد انبیاء کے گھرانے ہیں، اور جناب علی مرتضیٰؑ کا گھر انھیں میں داخل ہے۔ اور کافی میں منقول ہے کہ قتادہؓ نے انھیں حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ میں بہت سے علماء کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیٹھا مگر کسی کے سامنے میرا قلب اس طرح مضطرب نہیں ہوا جس طرح حضور کے سامنے ہوتا ہے فرمایا کہ تو جانتا ہے کہ تو کہاں ہے تو ان گھروں کے سامنے ہے جن کی تعظیم کئے جانے کا خود خدا نے حکم دیا ہے۔ پس تو وہاں ہے اور ہم وہ ہیں قتادہؓ نے عرض کی، قربان ہو جاؤں، وہ اللہ آپ نے سچ فرمایا بے شک ان

۱۔ الفاروق حصہ اول ص ۱۲۱ ناشر تاج کمپنی لمیٹڈ پوسٹ بکس نمبر ۵۲ کراچی۔

۲۔ الفاروق ج ۱ ص ۱۲۱۔ ۳۔ الفاروق۔

ان بیوت سے مراد مٹی اور پتھر کے مکان نہیں ہیں قول مترجم یہ قتادہ اہل سنت کے مفسرین میں اول درجہ کا مفسر ہے۔ معشرین اہل سنت نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر بیان کی ہے ملاحظہ ہو۔
عن انس و بدیلة رضى الله عنهما قال قال
رسول الله في بيوت اذن الله لهما فقال
رجل اى بيوت هذا يا رسول الله،
قال بيوت الانبياء فقال ابو بكر هذا
البيت منها و اشار الى بيت على وفاطمة
قال نعم من افاضلنا (اخرجه ابن ماجة
واسيدى فى در المنثور) ارجح المطالب
بلکہ ان سے افضل ہے۔

بفرض محال اگر ہم مان بھی لیں کہ شاہ صاحب کی توجہ کے مطابق جناب خلافت مآب کا مقصود صرف دھمکانا اور ڈرانا ہی تھا تاہم اس تہدید و تحویف کا یہ اثر ہوا کہ ان کے خلیفہ اور جانشین کو یہ جرات ہوئی کہ کربلا میں خانہ زہرا کو بے خوف و خطر جلوہ دیا۔

مگر افسوس تو اس کا ہے کہ شاہ صاحب نے حضرت عمر کی حمایت میں اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ جناب خلیفہ صاحب موصوف کے اس فعل کو مستحسن سمجھ کر حکم گوشہ ہائے رسول اور نفس رسول کو ایک کافر سے مثال دے کر ان خاصان خدا کی شان میں وہ الفاظ لکھے ہیں کہ جس کو ذرا بھی ایمان و اسلام کا درد ہو گا وہ ان الفاظ کو دیکھ کر اور سن کر الامان الالمان پکارے گا۔ ملاحظہ ہو شاہ کا ایمان سوز کلام۔

چوں روز فتح مکہ بحضور آن حضرت
عرض نمودند کہ ابن حنظل کہ یکے از شعراء
کفار بود و بارہا از پیجو حضرت پیغمبر در اشعار خود
ردی خود را سیاہ کردہ پناہ بخانہ خدا یعنی
کعبہ معظمہ بردہ در پردہ ہائے آنخانہ تجلی شایانہ
خود را پناہاں ساختہ در باب دے چه حکم ست
جب فتح مکہ کے دن آن حضرت کے حضور میں
عرض کیا کہ ابن حنظل جو ایک کافر شعراء کفار سے
تھا اور بارہا حضرت کی پیجو اپنے اشعار میں کہہ کر اپنا
سندھ کا لاکھا خانہ خدا یعنی کعبہ معظمہ میں پناہ لے کر
چھپا بیٹھا ہے اس کے باب میں کیا حکم ہو تا ہے۔
ارشاد ہوا کہ حرم کا کچھ لحاظ نہ کرو وہیں ہلاکت

فرمود کہ اور اہم بکشت و پاس حرم نہ کنید
ہر گاہ کہ اس قسم مردودان الہی را در خانہ
خدا پناہ بناسد در خانہ حضرت زہرا چہ پناہ
باید داد؟ تحفہ اشاعتیہ ص ۲۶۵

اس طرح جناب امیر المؤمنین و جناب فاطمہ زہرا علیہما السلام کو نماز شب نہ پڑھتے ہیں
منہم کہتے ہیں اور اپنے اس معاہدہ کو توڑ کر اس رسالہ میں اس کا التزام کیا گیا ہے کہ مذہب شیعہ اور
ان کے اصول کے بیان کرنے میں جو الزامات ان پر عائد ہوتے ہیں وہ انھیں کی کتابوں سے نقل کئے
جائیں گے پچھلے بجائے کتب شیعہ کے بخاری کی یہ کچھ اس پیش کی ہے۔

در بخاری بطریق متعددہ مروی است کہ آنحضرت
ہنگام شب بخانہ امیر و زہرا تشریف بردہ
ایشان را از خواب گاہ برداشت و برائے
نماز تنہی تقید بسیار فرمودہ گفت قوما
صلیٰ حضرت امیر گفت واللہ لا نصلی
الا ما کتب اللہ لنا قسم بخدا ما ہرگز نماز بخوانیم
خواند الا آنچه مقرر کردہ است خداے تعالیٰ برائے
ما ائمتنا انفسنا بید اللہ یعنی دل ہائے ما
در دست خدا است اگر او توفیق نماز تہجد میداد
میخواندیم پس آنحضرت از خانہ ایشان بازگشت
تحفہ ۲۹۵ مطبوعہ فخر المطابع

حالانکہ بخاری کے اکثر و بیشتر راوی خارجی اور ناصبی ہیں۔ خود اکابر علمائے اہلسنت بخاری
اور ان کی روایتوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور امام صاحب پر جرح و قدح کرتے
ہیں۔ نیز ایسے اسناد و فرق مخالف کے سامنے پیش کرنا اصول مناظرہ کے بھی خلاف ہے۔ جیسا
کہ خود شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

مقدمات و مبادی آن دلائل می باید کہ مسلم
الثبوت اہل سنت ہم باشد زیرا کہ غرض از
اقامت دلائل الزام بر اہل سنت است
والا ہر سگے کہ بخود کند در کوچہ خود چو شیر غراں
ست در وایات شیعہ و اصول انہاراکہ در
ابواب سابقہ بتفصیل گذشت اہل سنت
بجوئے نمی خزند، تحفہ ۱۵

یہ ضرور ہے کہ جو دلائل امامیہ کی طرف سے پیش
کئے جائیں وہ اپنے ہوں جن کو اہل سنت بھی
قبول کریں اس لئے کہ غرض دلائل قائم کرنے سے
اہل سنت پر الزام رکھنا ہے ورنہ ہر کتا اپنی گلی میں
شیر غراں ہوتا ہے لہذا شیعوں کے اصول اور ان
کی روایتوں کو اہل سنت ایک جو سے بھی مول نہیں لیتے۔

ہم شاہ کے اس لعن و طعن سے درگزر کر کے قالوا سلاماً، کے مطابق عرض کرتے ہیں کہ
اسی طرح شیعہ بھی مقام الزام میں بخاری شریف اور جمیع کتب اہل سنت کی سندوں کو
”بجوئے نمی خزند“ سبحان المر اس عابد شب زندہ دار کو نماز شب نہ پڑھنے میں مستہم کرتے ہیں جس
کے نماز شب پڑھنے کی تصدیق قرآن نے کی ہے ارشاد ہوتا ہے۔

(۱) قالوا قلیلًا من اللیل ما یہجیون
وبالاستغفار ہم یستغفرون ۱۱ سورہ ذاریا
(۲) تتجافی جنوبہم عن المضاجع یدعون
ساجدًا خفا وطمعاً

(عبادت کی وجہ سے) رات کو بہت ہی کم سوتے
تھے، اور پچھلے کو اپنی مغفرت کی دعائیں کرتے تھے۔
حاصل یہ کہ ہماری آیتوں پر ایمان لانے والے ٹہی
لوگ ہیں جو راتوں میں اپنے بستروں سے اٹھتے اور خدا سے
خوف ورجہ کے ساتھ دعا کرتے ہیں۔

تفسیر صافی میں اس آیت کی تفسیر معصوم سے اس طرح نقل کی گئی ہے کہ یہ آیت جناب
امیر المومنین علیہ السلام اور ان کے تابعین کی مدح میں نازل ہوئی ہے چونکہ یہ بزرگوار اول
شب میں آرام کرتے تھے جب دو تہائی رات گزر جاتی تھی تو پروردگار عالم کی جناب میں
حاضر ہونے کے لئے اپنے آپ کو فارغ کر لیتے تھے اور اس کی نعمتوں کی طرف رغبت اور اس
کے عذاب سے خوف اس کی بخشش کی طبع رکھتے ہوئے مناجات و دعا میں مصروف ہوتے
تھے اس امر کو پروردگار عالم خبر کے طور پر بیان فرماتا ہے کہ اس کے معاوضہ میں اس نے ان
لوگوں کو اپنی جوار رحمت میں ساکن کیا۔ اپنی جنت میں داخل کیا، خوف سے امن دیا اور

ان کے دلوں سے دہشت کو زائل فرمایا۔

افسوس اس ہتجد گزار پر الزام رکھتے ہیں جس نے سجدہ خالق میں اپنی جان دی اور کبھی بتوں کو نہ خود سجدہ کیا اور نہ اپنی ماں کو کرنے دیا۔ ملاحظہ ہو۔

عن ابن عباس قال كانت امّہ اذا دخلت علی جہل لتبید لہ وہی حاملہ علیٰ بطنہا فینعہا من السجود فسمی علیا (تذکرہ خواص الامتہ) از حج المطالب
حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ والدہ جناب امیرؑ اپنے ایام حمل میں جس وقت جہل کے پوجنے کے لئے جاتیں اور سجدہ کا ارادہ کرتیں تو جناب امیرؑ ان کے پہلو کی طرف چڑھ جاتے اور سجدہ کرنے سے ان کو روکے رہتے تھے۔ لہذا علیؑ نام رکھا گیا۔

اور روایات اہل ایمان میں تو یہ ہے کہ جناب فاطمہ بنت اسد قصہ بھی سجدہ اصنام کا نہ کرتی تھیں لیکن جناب امیرؑ بتوں کے قریب جانے سے بھی روکتے تھے۔ اس عابد کے نماز نوافل کی حالت باعتبار تعداد رکعات یہ تھی کہ لوگ ہر شب ایک ہزار تکبیریں سے زیادہ کی آواز سنا کرتے تھے۔ چنانچہ شاہ صاحب کے بیان کی تردید خود انھیں کے علماء کے اقوال سے ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

”تمہم رکعاً سجداً“ حضرت مرتضیٰ علیؑ کرم اللہ کی تفسیر ہے، اس لئے کہ آپ کے اکثر اوقات عبادت اور وظائف میں گذرتے تھے، یہاں تک کہ ہر رات میں آپ کے حجرہ شریف سے ایک ہزار تکبیرۃ الاحرام کی آواز آپ کے خادموں کے گوش گزار ہوتی تھی۔
توضیح رکعاً سجداً شرح حال مرتضیٰ علیؑ است کرم اللہ وجہہ کہ اکثر و اغلب انات او وظائف و عبادات میگذشت تا حدیکہ ہر شب آواز ہزار تکبیرۃ الاحرام از خلوت او باستماع خادمان عقبہ علیاؑ شن میرسید تفسیر بی جلد ۲ ص ۳۳ طبع نو کشور پریس لکھنؤ۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام ایسے عابد تھے کہ بعد رحلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصحاب نے نماز میں بھی اخیر و قبلہ کر دیا تھا تو حضرت ہی ان کو یاد دلایا کرتے تھے، چنانچہ مولوی محمد مبین لکھنوی فرنگی محلی اپنی کتاب ”وسیلۃ النجاة“ میں لکھتے ہیں۔
بعد از رسول خدا تغییر و تبدل در نماز کہ ستون دین پیغمبر خدا کے بعد نماز جو ستون دین ہے اس میں

نہ غالباً اسی وجہ سے آپ کو کرم اللہ وجہہ بھی کہتے ہیں آپ نے کبھی بتوں کو سجدہ نہیں کیا۔ ملاحظہ ہو صواعق محرقة ص ۲۲ ص ۱ باب اول۔ عابد حیدری۔

است راہ یافت۔۔۔۔۔ حضرت علی علیہ السلام
 از نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ صحابہ زیاد
 میدہانید
 بھی تغیر اور تبدیلی ہو گئی تھی، مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ
 السلام نے صحابہ کو نماز رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 یاد دلاتے تھے۔

اس کی تائید بخاری کی حسب ذیل روایت سے ہوتی ہے۔

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ قال ما عرف
 شیئاً مما کان علی عهد رسول اللہ صلی
 قیل الصلوۃ قال ایس ضعت ما ضعت
 فیہا اخرجه البخاری والترمذی تلخیص
 الصحاح۔ جلد اول۔ کتاب الاعتصام بالکتاب
 والسنۃ ۳۵
 حضرت انس سے مروی ہے کہ جو امور رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں تھے ان میں سے اب میں
 کچھ بھی نہیں پاتا۔ صحابہ نے کہا نماز تو ہے۔ انس
 نے جواب دیا کہ تم لوگوں نے نماز میں بھی کیا کچھ
 تغیرات و تفرقات نہیں کئے ہیں۔

محققین اہل سنت معترف ہیں کہ جناب رسالت آپ کے بعد کوئی حضرت علی کی مانند ہستی
 زائد، ساجد، عابد، متورع، خاشع نہیں ہوا اور نہ قیامت تک ہو گا۔ ایک شاعر کا قول ہے کہ
 ے ہوا البرکاء فی المحراب لیلہ
 (یعنی آپ دونوں کو خوف خدا سے محراب عبادت میں روتے تھے، اور میدان جنگ سے۔۔۔) راہ
 خدا میں جہاد کرنے کی وجہ سے ہنستے تھے

علامہ ابن ابی الحدید، معتمری، جناب امیر المومنینؑ کی عبادت کا حال اس طرح تحریر کرتے
 ہیں۔

”قیل قد یسبط نطح بنی الصفین لیلۃ الیمین فیصلی علیہ والہما و قریباً
 ید یہ و صرات علی صماخیمہ یحینا و شمساً کلا یرتاع لذلک و ما قام حقی فرغ من وظیفہ
 شرح (ابن ابی الحدید) روایت ہے کہ صفین کی لیلۃ الیمین پر میں درمیان دونوں صفوں کے آپ کے
 لئے نطح (فرش چرمی) بچھائی گئی تھی۔ آپ اس پر نماز پڑھنے لگے اور میرا آپ کے سامنے رہا۔ آپ
 تھے آپ کے کانوں کے پاس ہو کر داسنے بائیں نکل جاتے۔ مگر جناب امیر علیہ السلام (امیر المومنینؑ)
 نہیں فرماتے تھے اپنے مقام سے نہ کھڑے ہوتے تھے جب تک کہ اپنے وظیفہ سے فارغ نہ ہو جاتا۔

جناب امیر علیہ السلام کی کثرت نوافل کا یہ حال تھا کہ علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں۔ وکانت جبینہ کثفنتہ البعیر بطول سجودہ، یعنی جناب امیر علیہ السلام کی پیشانی مبارک طول سجود سے مثل زانوے شتر کے ہو گئی تھی۔ نماز کے وقت آپ کو ایسا استغراق ہوتا کہ مطلقاً ماسویٰ کا ہوش نہیں رہتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ کو اپنے جسدِ غصری سے بخبری ہو جاتی تھی۔

مولوی جامی "تحفہ الاحرار" میں نماز کے وقت آپ کی محویت کے متعلق ایک روایت اس طرح بیان کرتے ہیں۔ (ارج المطالب باب سوم ضلع ۲۲ سے صرف ترجمہ لکھا جا رہا ہے)۔

حضرت علی شیر خدا اور شاہ ولایت ہیں۔ ظاہری اور باطنی شرک کے صیقل کرنے والے ہیں۔ احد کی لڑائی کے دن جب آپ گھمسان کی لڑائی میں مصروف تھے۔ لشکرِ مخالف کے تیر آپ کے جسمِ اطہر میں پیوست ہو گئے۔ تیر کی انی (بھال) کا غنچہ آپ کے گلِ جسم میں چھپا، سیکڑوں زخموں کے پھول آپ کے گل سے جسم پر کھلے۔ عبادت کے واسطے محراب کی طرف رخ کیا لیڈت مبارک تکلیف کی حالت میں اصحاب کی جانب کی۔ زہر آلود تیر کو مثل تیغ کے کھینچا۔ آپ کے تنِ اطہر میں چاک گل کی طرح زخم کھل گئے۔ آپ کا جسم خون سے سرخ مثل غنچہ زنگار گوں ہو رہا تھا۔ اس سے احسان کی شلخ بہ آمد ہوئی۔ گلِ خون سے ان کے کچھ گل (قطرہ خون) آپ کی جامانہ پر ٹپکے، جب نماز سے فارغ ہوئے، فرمایا یہ پھول میرے پاؤں کے نیچے کیسے بکھرے ہوئے ہیں کہ جس سے میری جانماز گلزار بن گئی ہے۔ جب صورتِ حال اصحاب نے عرض کی تو فرمایا کہ خدا کی قسم مجھ کو تیغ کی تکلیف سے مطلق خبر نہیں، اگرچہ مجھ سے زیادہ خبردار کوئی نہیں۔

شاہ صاحب نے تحفہ میں اہلبیت علیہم السلام کی توہین، اور مذہب اثنا عشریہ کی تذلیل کی ہے اس وجہ سے اکثر اہل سنت اس کو پسند کرتے ہیں، اور درجہ میں اس کو بخاری شریف سے کم نہیں سمجھتے، یہی رنگ شاہ صاحب کے مقلدین کا ہے کہ اپنے پیرومرشد کے نقش قدم پر چل کر اپنی تالیفات و تصنیفات میں آل رسولؐ اور اقرباء رسولؐ کی تحقیر و تذلیل کرنے کو اپنا ایسا فی شعار سمجھتے ہیں، جیسا کہ شبلی نعمانی نے الفاروق و المامون وغیرہ میں بہت کچھ اہل بیت کی شان میں سوزا دینی کی ہے، چنانچہ الفاروق حصہ اول بعض خلافت حضرت ابوبکرؓ لکھتے ہیں "اگر بنی ہاشم کی سازشیں قائم رہیں تو اسی وقت اسلام کا شیرازہ بکھر جاتا

۲۲۔ حضرت المامون کے عہد پر رقم طراز ہیں:-

۱۵۲۷

خلیفہ مامون کو بالطبع آل پیغمبر سے نہایت محبت تھی جس کا ثبوت اس سے زیادہ کیا
ہو سکتا ہے کہ تمام پر روزیجاوتیں جو اس کے عہد میں ہوئیں وہ اسی مقدس خاندان کی افسری
کی بدولت ہوئیں، تاہم اس نے ہمیشہ درگزر کیا ہے
اس موقع پر ہم دو چار حدیثیں بنی ہاشم کی فضیلت میں کتب اہل سنت سے نقل کر
رہے ہیں۔

(۱) عن طلحہ - بن مصرف قال کان یقال
لنفس بنی ہاشم نفاق اخرجہ ابو بکر بن
یوسف البھلول۔

طلحہ بن مصرف راوی ہیں کہ (عہد صحابہ میں) کہا
جاتا تھا کہ بنی ہاشم کا بنفس علامت نفاق ہے۔

سوانح عمری حضرت علی مولفہ مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری
ص ۳۱۱ باب سوم۔

(۲) عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم یا معشر بنی ہاشم والذی
بعثنی بالحق نبیاً لو اخذت بحلقہ باب الجنة
ما بکات الا بکم۔ اخرج احمد فی المناقب
والخلاص الدین والحا ملی، ایضاً ص ۳۱۱ باب سوم
(۳) عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال
جبریلؑ ثبت الارض مشارقہا ومغار
فلما جد بنی اب افضل من بنی ہاشم
(اخرجہ احمد فی المناقب) ارجح المطالب متابع

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ اے گروہ بنی ہاشم
اس ذات پاک کی قسم ہے جس نے مجھ کو حق کے ساتھ
بنی ہاشم کیلئے اگر میں نے جنت کے دروازے کی زنجیر کھڑی تو
میں ہرگز تمہارا گروہ کسی سے اندر داخل ہونیکا آغاز نہیں کروں گا
جناب ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے
منقول ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے
تھے کہ جبریل علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں نے مشرق
سے اور مغرب سے زمین کو لوٹا ہے لیکن بنی ہاشم سے
زیادہ افضل کسی باپ کی اولاد کو نہیں پایا۔

بھائیو! ان احادیث کو ملاحظہ فرماؤ۔ اور جناب شبلی کی تحریروں کو غور سے دیکھو اگر موصوف
کے مذکورہ اقوال سے بنو ہاشم کے ساتھ ان کی مودت و عقیدت پائی جاتی ہو، تو بتاؤ کہ کیا ایسی
تالیفات سے آل رسول اور اعزاء و اقربا احمد مختار کی توہین و تذلیل اور احادیث بنو ہاشم کی تکذیب
نہیں ہوتی؟ اس کے باوجود اہل بدعت سے محبت و مودت کا دعویٰ کرنے والے ان کتب و رسائل

کو جو اہل بیت رسولؐ کی اہانت سے مملو ہیں سر پر رکھتے ہیں، اور نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور ان مصنفین کی خاک پا کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتے ہیں، لیکن جو حضرات انصاف پسند ہیں اور جن کے دل مذہبی تعصب سے پاک ہیں وہ ان کتابوں کو چشم حقارت سے دیکھتے ہیں۔ چنانچہ مولوی خواجہ حسن نظامی دہلوی اپنی "تالیف" "نہید نامہ" کے صفحہ بارہ پر شبلی صاحب کی "الیفات الفاروق" وغیرہ کی نسبت تحریر فرماتے ہیں۔

اصل میں تلاذہ شبلی کو محرم نامہ کے خلاف یوں غصہ آیا کہ محرم نامہ میں علامہ شبلی کو اہل بیت کی بے وقعتی کرنے والا لکھا گیا تھا۔ لیکن یہ تو ایک واقعہ ہے جس سے کسی شخص کو انکار کی مجال نہیں کہ علامہ شبلی کی عاقلانہ تحریروں نے نہایت خوبصورتی سے بنی فاطمہ کو مفسد، جڑیں اور تمام خونریزیوں کا بانی مہابی قرار دیا ہے۔ گو پیرایہ لکھنے کا ایسا گہرا اور حکمتانہ ہے کہ معمولی رنگ ہوں کو اس کا حس بھی نہیں ہوتے پاتا کہ علامہ نے کس فرقہ کے بنجر مارا، مگر اس کا اثر کمزور طبیعتوں اور نو عمر کمسن و کم استعداد جوانوں پر یہ ہوتا ہے کہ وہ خود بخود بنی فاطمہ سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ آج ہزاروں تعلیم یافتہ موجود ہیں جو حضرت علیؑ کو لغو ذباہ لائق، فتنہ پر دانہ لاپچی کہنے والوں کی رعایت کرنے والا سمجھتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں کہ ان سب کی معلومات کی بنیاد علامہ شبلی کی تازیخی کتابیں ہیں۔ الفاروق، المأمون وغیرہ کتب کو اگر کوئی شخص میرے دعویٰ کا خیال کر کے پڑھے گا تو اس کا دل خود بخود قبول کر لے گا کہ میں نے محرم نامہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح لکھا ہے۔

غرض کہ تحفہ کی خوبی میں یہ دو ایک جملے میں نے اپنے بیان کی تائید میں بطور نمونہ نقل کئے ہیں ورنہ اس سے انتہا تک کل کتاب کا یہی رنگ ہے۔

اب شاہ صاحب کا طرز مناظرہ بھی دیکھئے کہ خدا کے پاک ارشاد فرما رہا ہے۔

(۱) ادع الی سبیل ربک بالحقک والحق عظمیٰ تم اپنے پروردگار کی راہ پر حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ سے
الحسنۃ وجاہد لہم بالحق ہی احسن چنانچہ سورہ محلہ لوگوں کو بلاؤ اور بحث و مباحثہ کرو تو اس طرح سے جو سب سے بہتر ہے۔
(۲) ولا تتجادلوا اہل الکتاب الا بالحق اہل کتاب سے مناظرہ صرف عمدہ عنوان سے کیا
ہی۔ احسن پنا سورہ عنکبوت، کرد۔

ان پاکیزہ احکام کے خلاف شاہ صاحب نے حضرت علی بن ابی طالبؑ کے شیعوں کو،
عبداللہ بن عباسؓ کا شیعہ کہنا ہے۔ جس کا کج رنگ کہیں وجود تحقیقی ثابت نہ ہوگا۔ (ہماری تحقیق)

دور حاضر کے محققین کا بیان یہ ہے کہ عبد اللہ ابن سبا، جس کی طرف شیعوں کی نسبت دی جاتی ہے آج تک پیدا ہوا اور نہ ہو گا یہ ایک فرضی نام ہے) اگر اس کا وجود مان بھی لیا جائے۔ تو یہ کہا جائے گا کہ وہ ایک غالی شخص تھا جو اپنے کینفر کے دار کو پہنچا۔

علمائے کرام شیعہ نے اکثر اصحاب کی نسبت جو مطاعن کتب صحاح سے لے کر پیش کئے ہیں شاہ صاحب ان کا جواب دینے سے پہلے علمائے کرام شیعہ کی شان میں حرب ذیل الفاظ فرماتے ہیں۔

جانتا چاہئے کہ بعد ملاحظہ کتب و تلاش بسیار معلوم ہوا کہ دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں گذرا جس پر لوگوں نے نکتہ چینی نہ کی ہو۔ حتیٰ کہ خدا پر بھی بہتان کیا ہے اور معتزلہ نے عصمت انبیاء سے انکار کر کے از حضرت آدم تا جناب ختم الانبیاء کسی کو نہیں چھوڑا کہ ان کو گناہ صغیرہ و کبیرہ سے مہتمم نہ کیا ہو لیکن عقلاً و سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ اس الزام کی وقعت بالکل ویسی ہی ہے جیسے چاند کی روشنی دیکھ کر کہتے چاند پر بھونکنا شروع کرتے ہیں۔ لہذا اسی طرح ان بزرگوں اور زبان درازوں کی عیب جوئی سے ان بزرگوں کی عصمت پر کوئی دھبہ نہیں آتا۔

باید دانست کہ بعد از تنبیہ و استقراء معلوم شد کہ در عالم هیچکس نبودہ است اکلا و در زبان بدگویان و عیب جویان لطف و قدح او جاری شد بلکه حرف در جناب کبریا الہی است و معلوم است کہ معتزلہ بتقریب انکار عصمت انبیاء و پیغمبر را از ابتدائے حضرت آدم تا حضرت پیغمبر ننگ داشتند اند کہ صغائر و کبائر جناب ایشان نسبت نہ کردہ لیکن بہ عاقلان پوشیدہ نیست کہ ایہ ہمہ عو عوسگان نسبت بہ نیرافشائی ماہ است اصلا نقص منزلت آن بزرگان نمی کند۔

تحفہ ص ۲۴۲ لہ

یہ سرتب ظاہر ہے کہ امامیہ خاک پر سجدہ کرتے ہیں اور خاک کہ بلائے معلیٰ کو ظاہر سمجھتے ہیں۔ شاہ صاحب اس خاک پاک کی توہین اس طرح کرتے ہیں۔

اہل سنت از سجدہ کہ دن بر خاک استرازا ندارند۔۔۔۔۔ و در نہاد ن بمجر خاک در مقام سجدہ او ہام بسیار راہ می یابد۔۔۔۔۔ اہل سنت خاک پر سجدہ کرنے سے پرہیز نہیں کرتے ہیں مگر اس میں بہت سے توہمات ہیں، جھر کا رکھنا کفار و منافقین کے خصائل ہیں۔

چنانچہ شعرائے اہل سنت نے اس مصنون کو اس طرح نظم کیا ہے

اول آنکہ ہر نہاد و خاصہ کفار و منافقین
سنت، چنانچہ شعرائے اہل سنت این
مضامین را بہ نظم آوردہ اند شخصے گفتہ است

رباعی

بغض اور حسد سے ہمیشہ دل کو پاک رکھنا
چاہئے کہ یہ آئینہ نوافلاک سے بہتر ہے۔
شیعہ ہر پر سجدہ کرتے ہیں، یعنی کتے کا منہ
پر از خاک اچھلے۔

از بغض و حسد مدام دل پاک بہ است
وین شیشہ صاف تر از افلاک بہ است
بر ہر نماز میگذازد شیعی
یعنی کہ دہان سگ پر از خاک بہ است

اسی طرح یہ رباعی بھی (نقل کفر، کفر نہ باشد) تحریر کرتے ہیں۔
حق شیعہ ترا گویم تا چند
گر عاتلی این نکتہ ترا بس بستند
خاکے کہ کند سنی از دست نجا
اینها بہرند و سجدہ بروئے بکنند

اب ناظرین غور کریں کہ مناظرہ کے متعلق حل شانہ کیا ارشاد فرماتے ہیں، اور جناب
شاہ صاحب جو عمدۃ المناظرین زبدۃ المتکلمین، افتخار المفسرین، خاتم المحدثین اور حافظ
قرآن ہیں۔ کس طرح خداوند تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں، اور اپنی عقیدت کا اظہار
کس حسن سے فرماتے ہیں کہ اس خاک پاک کو جس میں رسول اللہ کے فرزند کا خون ملا
ہوا ہے، جس پاک زمین کی سرخ مٹی حضرت جبریل نے جناب رسول مقبول کو لاکر دی
تھی اس مٹی کو کلونخ سے تشبیہ دیتے ہیں (لغوذا بالشر) غرض اس تحفہ کی تعریف میں میری
زبان تاصر ہے۔ آخر اسی تحفہ کی برکت ہے کہ جناب شاہ صاحب نہ صرف اپنی ہی بلکہ اپنے
ہمسروں نیز اپنے خلفاء کی بدنامی کا باعث ہوئے۔

نقصہ مختصر تحفہ کے کسی حرف اور کسی لفظ پر جناب شاہ صاحب کا یہ ارشاد کہ حسب
للمر تعالیٰ بایں رسالہ پر داخہ شد، صادق نہیں آتا بلکہ جو مقاصد و اغراض اس تالیف
سے تھے وہ شیعوں سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

عالی جناب! مجھے افسوس ہے کہ آپ کو اس تالیف سے بجز اس کے کہ مذہب اہل
سنت والجماعت کا پردہ چاک ہوا اور علمائے اہل سنت کا تعصب ظاہر ہوا اور اکثر

کے ایمان و اعمال کے حالات الم نشرح ہوں اور کچھ حصول نہ ہو گا۔ کیونکہ خود جناب خاتم
المحدثین شاہ صاحب نے اپنے مذہب کو سچا ثابت کرنے کی غرض سے خدائے تعالیٰ
کے عادل ہونے اور انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی عصمت سے انکار کیا، اور قیدیان
بدر سے فدیہ لینے پر آیہ کمریمہ

”وَلَا تَأْتِي سَاعَةً مِّنَ اللَّهِ يَخْذُهَا ذَكَرُ
عَذَابٍ عَظِيمٍ“ پ ۱۰ سورہ انفال
اور دیگر آیات عتاب آمیز کا مورد محبوب خدا شاہ انبیاء ”ما اسر مسلمات الا رحمة
للعالمین“ کو قرار دیا۔ (معاذ اللہ من ذلک) اور جناب خلافت مآب حضرت عمر بن
الخطاب کی خاطر آیہ وافی ہدایہ

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ
یُّوحی۔ پ ۲۷ سورہ النجم

کی تفسیر اس طرح کی کہ ”جميع اقوال من غیر وحی ست باطل ست بدلیل عقلی و نقلی“ اور طرح
طرح کی خطائیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ طاہرین علیہم السلام
و اصحاب کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جانب (لغو ذلک) منسوب کیں جن
کا ذکر انشاء اللہ ہم آئندہ موقع و محل سے کریں گے۔

ان باتوں کے باوجود شاہ صاحب اپنے مذہب کو سچا ثابت کرنے میں قاصر اور
عاجز رہے، شاہ صاحب تو درکنار حضرت کے خلفاء بھی جنہوں نے اپنے عہد خلافت
میں اپنی ذات سے فضائل منسوب کرنے کی غرض سے جھوٹی حاشیہ لکھنے والوں کو
بے شمار لکھا گیریں، اور منصب عطا کئے اور حضرت امیر المومنینؑ کی فضیلت کی حدیثوں
کو چھپاٹے مٹانے میں اور سیکڑوں احادیث معائب اہلبیت کی طرف نسبت دینے کیلئے
وضع کرائے میں ہمہ تن مصروف اور کوشاں رہے، جیسا کہ تواریخ اہل سنت مثل تاریخ
ابو الحسن مدائنی تاریخ مسعودی، تاریخ ابوالفداء، بطری، وغیرہ میں ہے کہ امیر معاویہ نے حضرت
ثلاثہ کے حق میں بے شمار وضعی حدیثیں بتوائیں، ان تمام احادیث کو اپنی سلطنت کے
تمام حصوں میں بھیج کر تاکید حکم جاری کیا کہ جمعہ کو ان احادیث کا وعظ کیا جائے۔
اور طلبہ کو ان کا درس بھی دیا جائے۔ آخر رفتہ رفتہ اہل بیت رسول مقبولؐ کے فضائل م

وہ اپنی مراد کو نہیں پہونچے، چنانچہ امام احمد بن حنبل نے مسند میں لکھا ہے کہ ”لوگوں نے حضرت علیؓ کی بزرگیوں کو عداوت کی وجہ سے بہتر اچھپایا، بلکہ آپ کی مذمت میں نہایت کوشش کی پھر بھی حضرت کے فضائل کی کثرت حیرت انگیز ہے پس جبکہ ایسا ارادہ کر کے بڑے بڑے لوگ کامیاب نہ ہو سکے تو شاہ صاحب کیا اور ان کی کوشش کیا؟ بلکہ جس قدر نور خدا کے بجھانے میں سعی و اہتمام کیا گیا، اسی قدر ان خاصان خدا کا نام روشن ہوا اور چمکا، گو باد مخالفت خلیقی کی مزاحمت ہو اکی، مگر خاص و عام کی نظر میں ان کی توقیر و منزلت یہ بڑھی کہ خدائے پاک نے ان کے فضائل و مناقب خود ان کے مخالفین و معاندین کی زبان و قلم سے ظاہر کر دئے اور ان کے

دشمنوں اور حاسدوں کے معائب و مثالب کی روایتیں، حدیثیں اور تفسیریں۔ انھیں محدثین و مفسرین و متکلمین اور خاص امام بخاری و مسلم کے قلم سے لکھوا دیں۔ حالانکہ کسی اہل مذہب سے جو اپنے پیشواؤں کی بزرگی کا معتقد ہو اس سے ان معائب کی روایتوں کی توقع رکھنا، یا جس کسی کے معائب کا وہ معتقد ہو اس کے فضائل کے اقرار کی امید رکھنا بیجا ہے لیکن خدائے پاک نے اپنی حجت تمام کرنے کی غرض سے اہل سنت کو مجبور کر دیا کہ انھوں نے اپنے اصحابِ ہمد و حین کی برائیوں کو خود ہی روایت کیا ہے، جیسا کہ جناب قبلہ و کعبہ صوارم میں تحریر فرماتے ہیں۔

ہر چند اہل مذہب یہ کہ روایات مطاعن شخصے کند توقع روایات فضائل آن شخص دستن بجاست و ہم چنین بالعکس، لیکن جناب حق سبحانہ تعالیٰ انما للہجة قلوب مخالفین جناب امیر المؤمنین علیہ السلام را چنان مسخر گردانیدہ کہ باوجود اینکہ بنا بر تقرب سلاطین بنی عدی و بنی تیم و بنی امیہ اخبار فضائل آنہارا بسیار وضع نمودہ اند چوں دروغ گورا حافظہ بنام شد بہاں مخالفین از غایت ناضمی باعجاز جناب امیر المؤمنینؑ باز مثالب اصحاب ثلاثہ و اتباع ایشان را ہم مذکور ساختہ اند و علماء و محدثین ایشان چنین احادیث و اخبار در کتب و مصنفات خود مندرج فرمودہ اند۔

اگرچہ کسی ایسے اہل مذہب سے جو کسی شخص کے مطاعن کی روایت کرے اس سے اسی شخص کے فضائل کے روایت کرنے کی توقع کرنا بیجا ہے۔ اسی طرح اس کے فکس جو کسی کے مناقب بیان کر رہا ہو تو اس سے اس شخص کے مثالب کی توقع کرنا بھی بیجا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی حجت کے پورا کرنے کی غرض سے جناب علی مرتضیٰ کے دشمنوں کے دلوں کو ایسا مسخر کیا تھا کہ باوجود اس کے کہ ان کو بنی عدی (ابوبکر بنی تیم (عمر) اور بنی امیہ (معاویہ وغیرہ) کے بادشاہوں کے تقرب حاصل کرنا تھا۔ بہت سی روایات ان کے فضائل میں وضع کیں اور چونکہ جھوٹے کو کہی ہوئی بات یاد نہیں رہتی اس لئے انھیں مخالفین نے اپنی نہایت نا سمجھی میں جناب امیر علیہ السلام کے اعجاز سے اصحاب ثلاثہ اور ان کے تابعین کے معائب بیان کئے ہیں، اور ان کے علماء اور محدثین نے ایسی حدیثیں اور روایتیں اپنی اپنی کتابوں اور تصنیفوں میں درج کی ہیں۔

پس اب (صاحب آیات بینات) جناب شاہ صاحب اور مولوی حیدر علی فیض آبادی وغیرہ کے کلام کو صحیح باور کر کے انھیں کی طرح جھوٹی روایتوں اور وضعی حدیثوں سے مذہب اہلسنت والجماعت کو اپنی سحر بیانی سے سچا بتانے کی کوشش کریں گے۔ تو ہم بھی انھیں کے اقوال بلکہ تمام محققین و محدثین اہل سنت بالخصوص امام بخاری و مسلم کی زبان قلم سے ان کا باطل ہونا اسلامی

دنیا پر ثابت کر دیں گے، جس سے منکشف ہو جائے گا کہ خدا کے نزدیک کون ہدایت پر ہے اور کون ضلالت میں! ارشاد ہے۔

ربی اعلم من جاء بالہدی ومن ہونی میرے پروردگار کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اس کی طرف سے کون دین حق لے کر آیا ہے اور کون کھلی ہوئی گمراہی میں پڑا ہے۔ ضلال مبین ۵ پ ۲۰ سورہ قصص

واضح ہو کہ اس تالیف سے مجھے اپنے بھائیوں کا دل دکھانا یا حجاد لہ و مکابرہ کرنا یا اصحاب کرام پر نکتہ چینی کرنا مقصود نہیں ہے، بلکہ ہند بانہ و مود بانہ طریقہ سے اپنے بھائیوں کو ہوشیار کرنے کے لئے وہ اسناد جو اصحاب کرام کے "امنوا و عملوا الصالحات"، کے منافی ہیں پیش کر کے گویا ان کی تصویر ان کو دکھانا چاہتا ہوں۔ لہذا جو روایتیں اور حدیثیں بغرض تر وید کتب اہل سنت سے نقل کی جائیں گی اگر وہ فی نفسہ سخت و مکروہ ہوں تو ان اسناد کے پیش کرنے میں شاہ صاحب کے ارشاد کے مطابق مجھے معذور سمجھیں، اس لئے کہ وہ اسناد و روایات بعینہ انہیں کی کتب سے ماخوذ ہیں۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

در این رسالہ آنچه از باب مطاعن اصحاب کرام اس رسالہ میں جو کچھ اصحاب کرام اور ازواج و ازواج مطہرات خیر الانام مذکور شود لازم آید مطہرات کے مطاعن کے بارے میں لکھا جائے اس سے مجھے معذور سمجھا جائے، کیونکہ اصل کلام اس رسالہ میں اہل سنت کے اصول اور ان کی روایات پر مبنی ہے۔

است! اگر اس پر بھی ہمارا ایسی روایات کا نقل کرنا اور تاریخی واقعات کا بیان کرنا ناگوار خاطر ہو تو بقول سعدی ۵

ہر کس از دست غیر نالہ کند سعدی از دست خویش تن فریاد

حضرات پیر مرشد ہی کو دعائے خیر سے یاد کریں۔ مختصر یہ کہ اگر برادران اہل سنت کو واقعی تحقیق حق منظور ہوتی تو تحفہ کے روشن جوابات ان کے لئے چراغ ہدایت تھے، اس لئے علماء و فضلاء اہل سنت پر لازم تھا کہ ان جوابات کو ملاحظہ فرماتے اور شاہ صاحب کے سوالات اور علماء امامیہ کے جوابات پر کافی غور کرتے تاکہ

حق و باطل میں تمیز ہو جاتی اور اس تیرہ سو برس کے قضیہ کا اس طرح فیصلہ ہو جاتا کہ یا باثبات حقیقت مذہب اہل سنت ہم کو اپنے مذہب میں شامل کر لیتے یا خود ملت حقہ اثنا عشر میں داخل ہو جاتے، مگر اس سے انہوں نے گریز کیا، کیونکہ تحفہ کے جوابات دیکھنے اور سننے سے ان کے پیشواؤں کے کارنامے اور بدعنوانیاں طشت از باہم ہوتی تھیں، اور مذہب بھی رخصت ہوتا تھا۔ بتا رہیں یہ سمجھ کر ۵

جانتا ہوں تو اب طاعت وزہد پر طبیعت ادھر نہیں آتی خاموش ہو رہے، چنانچہ کتاب لا جواب حقیقات الانوار کے متعلق جناب مولوی مرزا عابد علی بیگ صافر لباس اپنی مفید تالیف الموسوم بہ ”آیات حلی“ فی شان مولانا علیؒ میں یہ حکایت تحریر فرماتے ہیں:

مولوی مقرب علی صاحب رئیس جگہ اؤں نے مجھ سے فرمایا کہ گجرات و پنجاب میں میرا قیام تھا، ایک سنی عالم سے راہ ورسم ہو گئی وہ اکثر تشریف لایا کرتے تھے، ایک دن عبتا الانوار پر ان کی نظر پڑی اس کے مطالعہ کا اشتیاق ظاہر کیا۔ میں نے کتاب ان کے حوالے کر دی۔ دیکھتا ہوں کہ دوسرے دن کتاب بغل میں لئے چلے آتے ہیں، میں نے پوچھا کہ آپ اس کتاب کا مطالعہ فرما چکے؟ وہ بیچارے سیدھے سادے سنی مسلمان فرمانے لگے، حضرت مجھ کو معلوم ہو گیا، یہ کتاب ایسی ہے جس کو پڑھ کر آدمی سنی نہیں رہ سکتا، لہذا میں اس کو واپس لے آیا ہوں، اب نہ پڑھوں گا۔

پس یہ تیرہ سو برس کا جھگڑا بر وز فردا عادل حقیقی ہی مٹائے گا، جیسا کہ خود ارشائے۔
فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَمَا كَانُوا
فِيهِ يَخْتَلِفُونَ۔ پ۔ سورہ بقرہ
عالم قیامت کے دن اس کا فیصلہ کرے گا۔

اس صورت میں مصنفین و مؤلفین اہل سنت کا سیکڑوں کتابیں اور ہزاروں رسالے تصنیف و تالیف کرنا واقعی بندگان خدا کو ضلالت میں ڈالنے پر مبنی ہے جس کا مواخذہ ضرور ہو گا۔

وَلِيَحْمِلُوا ثِقَالَهُمْ وَثِقَالَهُمْ
وَلِيَسْأَلُوا يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ
یہ لوگ اپنے گناہوں کے بوجھ تو ضرور اٹھائیں گے، اور
اپنے بوجھ کے ساتھ (جنہیں گمراہ کیا) ان کے بھی اٹھائیں گے۔
اور جو آخر زہر پر دازیاں یہ لوگ کرتے رہے قیامت کے دن
ضرور ان سے باز پرس ہو گی۔

غرض حقیقت مذہب اہل سنت و الجماعت کی نسبت آپ کے دلائل عقلی و شواہد نقلی وہی ہوں گے جو تحفہ اور منتہی الکلام وغیرہ میں مذکور ہیں۔ اور جن کو علمائے کرام شیعہ رد کر چکے ہیں اور میں بھی بعون اللہ آیات بینات کی بدولت قند مکہ کے طور پر ان کی توحید و تشریح کرتا ہوں۔

الحمد للہ کہ میں نے اپنی تحقیق میں مذہب امامیہ اثنا عشریہ کو مطابق کلام الہی و احادیث نبوی سچا، اور مذہب اہل سنت و الجماعت کو جھوٹا پایا۔ خدا کرے میرے سنی بھائی جو اپنے کو ہدایت یافتہ اور ہم کو گمراہ جانتے ہیں اس کو نظر انصاف سے ملاحظہ فرمائیں، صدق نیت شرط ہے۔ خدا تو فیق بھی عطا فرمائے گا۔ اچھا ہو اور بہت اچھا ہو کہ آپ بھی اپنے عقائد کی اصلاح کریں۔ اور صراط مستقیم اختیار فرمائیں، و ما علینا الا البلاغ۔ اور یہی میری دعا اپنے سب بھائی، بھتیجوں، اور کل مومنین و مومنات کے بارے میں ہے کہ اپنے عقائد پر قائم رہیں اور الحمد للہ وہ پاک عقیدہ یہ ہے۔

نوشتہ برادر فر دوس کا تہان قضا بنی رسول و ولی عہد حیدر کرار
بدشمنان منشین حافظاً تو لا کن نجات خویش طلب کن بجان ہشت چہا
قال :- یہ سب ظاہر ہے کہ دونوں مذہب کا اخلاقی مسئلہ معاملہ اصحاب کرام رضوان اللہ
تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے کہ اہل سنت ان کو اچھا جانتے ہیں اور شیعہ ان کو برا سمجھتے ہیں بلکہ جس
طرح پر اہل سنت ان کو تمام امت سے مرتبہ میں اعلیٰ و افضل اور ایمان و اسلام میں سب
سے بہتر اور کامل جانتے ہیں اسی طرح پر شیعہ ان کو سب سے زیادہ تر برا اور خراب حتیٰ کہ
کافر و مرتد کہتے ہیں۔ پس درحقیقت یہی ایک مسئلہ ایسا ہے جس پر دونوں مذہب کی حقیقت
اور بطلان کا مدار ہے۔ یعنی اگر موافق اصول مذہب اہل سنت کے صحابہ کا ایمان اور اسلام
میں کامل ہونا و مرتے دم تک ان کا ثابت قدم رہنا ثابت ہو گیا، بلاشبہ سنیوں کا مذہب
حق اور شیعوں کا مذہب باطل۔ اور اگر برخلاف اس کے ان کا کافر و مرتد ہونا (لغو و باطل
من ذلک) معلوم ہوا تو شیعوں کا مذہب سچا اور سنیوں کا مذہب جھوٹا ہے اس کے واسطے
ہم اول صحابہ کے فضائل بیان کرتے ہیں پھر خلافت راشدہ کو ثابت کریں گے۔ پھر
جواب مطاعن کا جو صحابہ کی نسبت امامیہ کرتے ہیں دیں گے۔ (آیات بینات صفحہ ۳)
(قول :- ترسم نہ رسی بلکہ اے اعسر ابی کیں رہ کہ تو میری بترکستان است،

واضح ہو کہ اہل مذہب امامیہ اثنا عشریہ و اہل سنت و الجماعت فقط مسئلہ فضیلت صحابہ کرام ہی کا اختلاف نہیں ہے، بلکہ تمام مسائل مثل عدل، صفات ثبوتیہ و سلبیہ باری تعالیٰ و عصمت و بعثت انبیاء و نصب امامت و خلافت، مسئلہ جبر و قدر وغیرہ میں اختلافات کثیرہ ہیں۔ اگرچہ ہم کو اس جگہ ان اختلافات سے بحث کرنا مقصود نہیں ہے مگر مجملًا اتنا عرض کرتے ہیں کہ گواہی سنت و الجماعت اپنی زبان سے مدعی تمسک بقرآن و حدیث ہیں، مگر عمل ان کا اس کے برعکس ہے بلکہ اپنی اغراض کے مطابق خدا و رسولؐ کے کلام میں طرح طرح کی تاویلات و توجہات کرتے ہیں۔ انشاء اللہ یہ امور تفصیل سے آگے بیان کئے جائیں گے۔ مگر میں اس جگہ مشتتہ نمونہ از خردار سے ایک مسئلہ وضو کی طرف ہی توجہ مبذول کرتا ہوں۔ ارشاد ہے۔

یا ایہا الذین آمنوا اذا قمتم الى الصلوٰۃ
فاغسلوا وجوهکم وابدیکم الى المرافق
وامسحوا برؤوسکم وارجلكم الى الکعبین

ہاتھوں کو کہنیوں تک دھو لیا کرو اور اپنے سروں کا اور
ٹخنوں تک پاؤں کا مسح کر لیا کرو۔

پ ۶ سورہ مائدہ

آیت میں تو خداوند تعالیٰ صاف صاف الفاظ میں منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھونے اور سر پر اور دونوں پاؤں کے ٹخنوں تک مسح کرنے کا حکم فرماتا ہے۔ جس پر امامیہ کا عمل ہے مگر اہل سنت بجائے مسح کرنے کے پاؤں کو دھوتے ہیں۔ جو سراسر مخالف حکم الہی ہے۔ اور یہ صریح مخالفت خدا کی حضرت عمر خلیفہ دوم کی خاطر سے گوارا کی گئی ہے، کیونکہ مسئلہ خاص اجتہاد فاروقیہ سے ہے۔ حالانکہ خود اکثر محققین اہل سنت نے بھی امامیہ ہی کے عمل کو صحیح بتایا ہے جیسا کہ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں۔

اختلف الناس فی مسح الرجلین و فی
غسلہما فتقل القول فی تفسیرہ عن ابن
عباس والنس بن مالک وعکرمہ و شعبی
وابن جعفر محمد بن علی الباقر ان الواجب
فیہما المسح وهو مذہب الامامیہ من
الشیعہ وقال جمهور الفقہاء والمفسرین

دونوں پاؤں کے دھونے اور مسح کرنے میں لوگوں نے اختلاف
کیا ہے، فقال نے اپنی تفسیر میں ابن عباس، انس بن
مالک و عکرمہ و شعبی اور امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا
ہے، دونوں پاؤں کا مسح کرنا واجب ہے اور یہی مذہب
شیعہ امامیہ کا ہے اور فقہاء و مفسرین کی ایک جماعت
کہتی ہے کہ دونوں پاؤں کا دھونا واجب ہے، اور

قوضها الغسل، وقال داود لا صفا في يوجب
الجمع بينهما، وقول الناصر للحق من أمة الذئب
وقال الحسن البصري ومحمد بن جرير الطبري
المكلف مخير بين المسامحة والغسل جملة من قال
بوجوب الغسل مبنی علی القراءتين المشهورتين
فی قوله وارس جلكم فقرا ابن كثير وحسنه
ابن عمر وعاصم في رواية ابی بكر بالجرح عنه
تفسير كبير جلد ۳

داؤد اصفہانی کا قول ہے کہ دھونا اور مسح کرنا دونوں
واجب ہے۔ اور یہی قول ناصر بالحق کا ہے جو فرقہ زیدی
کے امام ہیں اور حسن بصری محمد بن جریر طبری کا بیان
ہے کہ وضو کرنے والا پاؤں کے دھونے یا مسح کرنے میں
ارحکم کے لام کی اخذ نہ کی مشہور قرأت کی بنا پر مختار ہے،
ہاں ابن کثیر اور حمزہ اور ابو عمر اور عاصم نے روایت
ابو بکر میں ارحکم کے لام کو زیر پڑھ لیا ہے۔

اسی طرح رفع نجاست کے لئے حسب احکام الہی و احادیث حضرت رسالت پناہی پانی مخصوص ہے
اور اس سے ظاہر کرنے کا حکم ہے، جیسا امام شافعی فرماتے ہیں۔

”پاک کرنے والا پانی ہے، دوسری چیز اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتی“

اور تفسیر فتح العزیز جلد سوم ص ۳۳۲ میں ہے۔

ہماں بزرگ یعنی جبریل علیہ السلام بعد از تعلیم
ایں آیات پائے خود را بر زمین زد چشمہ آب دل
پیدا شد آنحضرت را طریقہ طہارت و وضو و
استنجا بیا موخت
یعنی حضرت جبریل علیہ السلام نے ان آیتوں کو پڑھانے
کے بعد زمین پر اپنا قدم مارا تو پانی کا چشمہ نکلا اور پانی
سے آپ کو طریقہ طہارت و وضو و استنجا
سکھایا۔

تخلاف اس کے حضرت عمر استنجا بجائے پانی کے ڈھیلے سے کیا کرتے تھے، چنانچہ شاہ ولی اللہ
صاحب لکھتے ہیں۔

وردی ابو بکر عن یسار بن نیرکان عمر اذا بال
مسح ذکرہ بحایط او حجر ولم یمسہ ماء (ازالۃ الخفاء)
اسی بنا پر اہل سنت بھی ڈھیلے استعمال کرتے ہیں۔

اسی طرح مسئلہ میراث میں شیعہ آیت یٰٰصیکم اللہ فی اولادکم الذکر مثل حظ الانثیین
(خاتم لوگوں کو تمہاری اولاد کے حق میں وصیت کرتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے) کی روشنی میں اولاد
علیہم السلام کو ان کے مال کا وارث ٹھہراتے ہیں، لیکن اہل سنت جناب ابو بکر کے حسب ذیل از شواہد

(خاصیہ) ۱۵ تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۵۶۷ و ۵۶۸۔ ۱۶ ازالۃ الخفاء مقدم کتاب الصلوۃ ادب الخلاۃ ص ۸۷

ما تحت اس وراثت کے منکر ہیں۔

عن ابی بکر الصدیق قال قال رسول اللہ ﷺ
علیہ والہ وسلم نحن معاشر الانبیاء کلا
فوت دلائل وراثت ما ترکنا صدقہ،
حضرت ابو بکر صدیق کا بیان ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے
ہم گردہ انبیاء کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ دوسرے لوگ ہمارے
وارث ہوتے ہیں اور جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

شیعہ خلفاء کے اس عمل کو جو انھوں نے حکم خدا کے خلاف، سنت رسول کو میراث پداری سے
محروم کر دیا خلاف حق سمجھتے ہیں، اور اہل سنت اپنے خلیفہ صاحب کے حکم کو عدل و انصاف
سے تعبیر کرتے ہیں۔ انشاء اللہ اس کی مفصل بحث جلد دوم مسئلہ میراث انبیاء میں کی جائے گی۔
اب فرمائیے کہ ”حبنا کتاب اللہ“ کے کہنے والوں نے بیٹی کو باپ کے ترکہ سے آپا کتاب
خدا کی بنا پر محروم کر دیا تھا، یا اپنی خاص مصلحت و حکمت کی وجہ سے؟ اس بارے میں اہل
سنت فرمان الہی پر چلتے ہیں، یا اپنے خلیفہ صاحب کے حکم پر؟ پس یہ سب اختلافات اس سبب
سے ہیں کہ آئمہ اثنا عشر کے احکام پر عمل نہیں کیا جاتا، جو حکم خدا اور رسول اور صیاد اور خلفائے برحق
ہیں اور سب کی شریعت، شریعت مصطفوی ہے۔

اسی طرح مسئلہ جبر و اختیار میں بھی اختلاف ہے، امامیہ کا یہ مسلک ہے کہ

لا جبر ولا تفویض بل امر بین الامرین بندوں کے افعال میں نہ تو باطل جبر ہے اور نہ بالکل تفویض بلکہ
انھیں دونوں کے درمیان میں ایک امر ہے۔

یعنی بندہ ایسا صاحب اختیار نہیں کہ خدا کی قدرت اور اس کے اختیار سے باہر ہو جائے
نہ ایسا ناچار و مجبور ہے کہ کچھ کر ہی نہ سکے، اور اس کے ہر فعل کا فاعل خدا ہے پاک ہی ہو۔ بخلاف اس
کے اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ بندہ اپنے فعل میں مجبور ہے، اس کے ہر فعل نیک و بد کا فاعل خدا
ہے اور بندوں کے جملہ افعال بارادت الہی واقع ہوتے ہیں، اور خیر و شر و معصیت، ہدایت،
ضلالت، شرک، ایمان، حکم الہی ہیں، بلکہ مشکوٰۃ شریف میں تو یہاں تک ہے کہ خدا بندے کو
دوزخ یا جنت کے لئے پیدا کرتا ہے تو اس سے ویسے ہی اعمال بھی کراتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

وعن مسلم بن یسار قال سئل عمر بن الخطاب
عن هذه الاية واخذها بک من بنی
آدم من ظہور صمذریتم الی آخر الاية
قال عمر سمعت رسول اللہ ﷺ
مسلم بن یسار سے روایت ہے کہ عمر بن الخطاب سے اس
آیت کے متعلق (جب پروردگار نے بنی آدم کی پشت سے
ان کی اولاد کو آخر) استفسار کیا تو جواب دیا کہ میں نے
سنا ہے کہ اس آیت کے بارے میں کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یسال عنها فقال ان الله خلق آدم ثم سمع ظمرا
 بيمينه فاستخرج منه ذرا بية فقال خلقت
 هؤلاء للجنة ولعمل اهل الجنة يعملون ثم
 سمع ظمرا فاستخرج منه ذرا بية فقال خلقت
 هؤلاء للنار ولعمل اهل النار يعملون -
 فقال رجل فيما يعمل يا رسول الله فقال
 يا رسول الله صلعم ان الله اذ خلق العبد
 للجنة استعمله بعمل اهل الجنة حتى يموت على
 عمل من اعمال اهل الجنة فيدخل به الجنة
 واذا خلق العبد استعمله بعمل اهل النار
 حتى يموت على عمل من اعمال اهل النار
 فيدخل به النار - رواه مالك و ابو داود
 مشکوة شریف باب ایمان بالقدر فصل
 دوم ۵۵ اشعته للمعات ص ۵۵ نظر حق
 جلد اول -

سے سوال کیا تھا۔ ان حضرت نے فرمایا تحقیق جب آدم
 کو اس نے پیدا کیا اور ان کی پشت پر اپنا ہاتھ پھیرا اور
 اس میں سے ان کی اولاد خلق کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا
 کہ میں نے ان کو جنت کے لئے اور اہل جنت کے سے
 اعمال کرنے کے لئے پیدا کیا ہے پھر ان کی پشت پر اپنا
 ہاتھ پھیرا، اور اس میں سے ان کی اولاد پیدا کی تو
 فرمایا کہ میں نے ان کو دوزخ کے لئے پیدا کیا ہے اور یہ
 لوگ دوزخیوں کی مانند اعمال کریں گے، پس ایک شخص
 نے عرض کیا یا رسول اللہ! کس واسطے عمل کرتا ہے، فرمایا
 بہ تحقیق خداوند عالم جب بندے کو جنت کے واسطے
 پیدا کرتا ہے تو اس سے اہل جنت کے کام لیتا ہے
 یہاں تک کہ وہ اسی پر مرتا ہے، پس اس کو بسبب ان
 اعمال کے خدا بہشت عطا کرتا ہے تو جب بندے کو دوزخ
 کے لئے خلق کرتا ہے تو اس سے اعمال اہل دوزخ کے سے
 کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ جب ان اعمال پر مرتا ہے تو
 انہیں اعمال کی وجہ سے خدا اس کو دوزخ میں ڈالتا ہے۔
 اسی باب کی فصل اول میں صاحب مشکوٰۃ نے نقل کیا ہے
 عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ وہ لکھتے ہیں رسول اللہ
 نے فرمایا کہ سب بنی آدم کے دل خدا کی دو انگلیوں کے
 بیچ میں ہیں مثل قلب واحد کے، پھر تا ہے ان کو جس
 طرح چاہتا ہے، پھر کہا، اے دونوں کے پھرنے والے لغو
 ہمارے دونوں کھاپنی اطاعت کی طرف پھیر۔

اسی مضمون کی حدیث صحیح مسلم سے اسی باب کی فصل اول میں صاحب مشکوٰۃ نے نقل کیا ہے
 وعن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله
 صلى الله عليه وسلم ان قلوب بني آدم كلها
 بين اصبعين من اصابع الرحمن تغلب واحد
 بعرفه كيف يشاء ثم قال يا رسول الله صلى الله
 عليه وسلم اللهم صرف القلوب صرف
 قلوبنا على طاعتك، رواه مسلم - مشکوة
 باب ایمان بالقدر -

اسی طرح امام فخر الدین رازی نہایتہ العقول میں فرماتے ہیں۔

الذی اتفق علیہ اصحابنا العبد غیر فاعل
بالاستقلال و افعال العباد الاختیاریہ
واقعہ بقدرہ لا اللہ وحدہ ما و لیس لہم
تأثیر فیہما بل اللہ سبھا تہ جری عادۃ
بانہ یوجد فی العبد قدرۃ و اختیاراً فیکون
فعل العبد مخلوقاً للہ ابدیاً و احداثاً
الی آخرہ۔

ہمارے اصحاب (علماء) کے درمیان یہ بات متفق علیہ ہے
کہ بندہ بالاستقلال خیر و شر کا قائل نہیں۔ بندوں کے
اختیاری کام صرف اللہ کی قدرت سے ہوتے ہیں۔
اور بندوں کی قدرت کو اس میں بالکل تاثیر نہیں ہے
بلکہ خدا نے اپنی یہ عادت جاری رکھی ہے کہ بندوں میں
قدرت اور اختیار کو پیدا کرتا ہے۔ پس بندوں کے ان اعمال
بلحاظ ایجاد و احداث کے خدا کے تعالیٰ ہی کے پیدا کئے ہوئے
ہیں اور بندوں سے ہی سرزد ہوئے ہیں۔

امام موصوف نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ آیتہ ”ربا یودوا الذین کفروا“ کی تفسیر اس سے
بھی بڑھ کر کی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

احتج اصحابنا بمعذۃ الایۃ علی انہ تعالیٰ
لیسد عن الایمان و یفعل بالمکلف ما یکون
مفسداً للذین^{لہ}

ہمارے علماء نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ خدا
بندوں کو ایمان لانے سے روکتا ہے۔ اور مکلف کے ساتھ
ولیا عمل کرتا ہے جس سے ان کا دین فاسد اور برباد ہو جائے۔

آیت: من یعرف عنہ یومئذ فقد رحمہ
و ذلک الفوز المبیت پ ۷ سورہ انعام

جس سے اس دن (عذاب) ٹل جائے۔ یقینی اس پر
خدا کی رحمت ہوئی اور یہی کھلی کامیابی ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام موصوف لکھتے ہیں۔

(مسئلہ) الثانیہ ذلت الایۃ علی ان الطاعة
لا توجب الثواب و المعصیۃ لا توجب العقاب

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ انسان نہ تو عبادت
کی وجہ سے ثواب کا مستحق ہوتا ہے اور نہ گناہوں کے
سبب عذاب کا۔

تفسیر کبیر جلد چہارم ص ۲۵

اس موقع پر کچھ خلاصہ جناب شمس العلماء شبلی نعمانی کے رسالہ الکلام سے بھی نقل کیا جاتا
ہے جس کے ملاحظہ سے اہل سنت کے مذہبی مسائل کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ یہ عجیب بات ہے کہ اگرچہ فرقہ حنیفیہ جو تمام فرقہ ہائے اسلام سے تعداد میں زیادہ
ہے اعتقادات کے لحاظ ماتریم یہ ہے۔ مگر علم کلام میں اشعریہ کے مقابلہ میں ماتریم کی شہرت نہایت
کم ہے۔ اس عدم شہرت کا یہاں تک اثر ہوا کہ آج اکثر علماء حنیفیہ اشاعرہ ہی کے ہم عقیدہ ہیں۔

ما تریذیہ کی گننامی کی وجہ یہ ہوئی کہ علماء حنفیہ نے علم کلام میں بہت کم تصانیف کیں، اس فن میں جس قدر مشہور محرکتہ الاراء کتابیں ہیں، وہ شافعیہ کی تصانیف ہیں۔ جو عموماً اشعریہ تھے۔ اس علم کلام کے جو مہمات مسائل ہیں اور جو اشعریوں کے نزدیک سنت اور اعتزال میں حد فاصل ہیں، ان کو ہم اس مقام پر امام غزالی و رازی و اشعری کے اصل الفاظ میں لکھتے ہیں۔

(۲) انه یجوز علی اللہ سبحانہ ان یکلف الخلق ما لا یطیقونہ خلافاً للمعتزلہ
(۳) ان اللہ عز وجل ایلاہ الخلق وتعدا من غیرہ من سابق ومن غیرہ لایا حق خلافاً للمعتزلہ۔

خدا کو جائز ہے کہ انسان کو ایسے کام کی تکلیف دے جو اس کی طاقت سے باہر ہو اور معتزلہ اس کے خلاف ہیں۔ خدا کو حق ہے کہ وہ مخلوقات کو عذاب دے، بغیر اس کے کہ ان کا کوئی پہلے سے جرم ہو یا ان کو ثواب لاحق ہے۔ خدا اپنے بندوں کے ساتھ جو چاہے کرے، اس لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ کام کرے جو مخلوقات کے لئے مناسب ہے۔

(۴) انه تعالیٰ یفعل بعبادہ ما یشاء ولا یجیب علیہ براعیۃ الا صلیح بعبادہ
(۵) ان معرفۃ اللہ سبحانہ وطاعتہ فایحیہ یا یحیاب اللہ وشرعہ لا یالعقل خلافاً للمعتزلہ۔

خدا کا پہچانا اور اس کی اطاعت واجب ہے شرع کی رو سے نہ کی عقل کی رو سے معتزلہ اس کے خلاف ہیں۔

یہ عقائد اپنی عبارتوں کے ساتھ احیاء العلوم امام غزالی میں مذکور ہیں۔
(۶) قال اصحابنا ولت الایۃ علی انه تعالیٰ لا یراعی مصالح الدین والدنیا (تفسیر)
وایہ ولیزیدت کثیراً منهم ما نزل الیک من ربک طخیانا وکفرآ (سورہ مائدہ)

ہمارے اصحاب (دشاعرہ) اس بات کے قائل ہیں کہ آیت قرآن سے ثابت ہے کہ خدا کے تعالیٰ دین و دنیا کی مصالحتوں کا لحاظ نہیں رکھتا، اور یقیناً بہتوں کا کفر و سرکشی اس کلام سے جو تجھ پر نازل کیا گیا بڑھ جائے گی۔

(۷) ان البنیۃ لست الشرط فی الحیۃ قالوا علی ما بھی علیہ یجوز ان ینخلق اللہ الحیۃ والعقل والنطق فکھا وعند المعتزلہ ذلک غیر جائز لا تاثیر لقد ساء العبد فی افعاله

زندگی کے لئے کوئی جسم یا خاص بناوٹ شرط نہیں مثلاً۔ مثلاً خدا آگ میں عقل اور زندگی و گویائی پیدا کر سکتا ہے۔ معتزلہ اس کے خلاف ہیں، بندوں کے افعال میں ان کی قدرت و طاقت کوئی دخل نہیں۔

یہ عقائد تمام کتب عقائد میں مذکور ہیں۔ جو اشعریہ کے ساتھ مخصوص ہیں ان کے سوا اور بھی ہیں جن کو امام غزالی نے احیاء العلوم میں شروع کیا ہے اور پھر ان کی تفصیل کی ہے۔

منقول از رد المحتار ص ۱۲۷ تا ۱۵۰۔

عرض اہل سنت کے یہ عقائد ہیں جو ان میں سے ایک کا بھی منکر ہو گا وہ یقیناً اپنے
پچھے مذہب سے خارج ہو جائے گا، حالانکہ عقائد مذکورہ بالا صرف احکام الہی کے خلاف
ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ جا بجا اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔

(۱) لا یكلف الله نفساً الا وسعها
(۲) وما الله یؤید ظلماً للعالمین
(۳) انی لا ارضی عن عمل منکم ذکرا
او انثیٰ

خدا کسی نفس کو اسکی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔
اور خدا تمام عالم میں کسی پر ظلم کرنے یا نہیں چاہتا۔
میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے مرد یا عورت کے
عمل کو بہ باد نہیں کرتا۔

(۴) فالیوم لا تطلم نفس مشیئاً ولا یجرو
الا ما کنتم تعملون ہ یا سورہ یس
(۵) فاما من ثقلت موازینہ فهو فی عیشة
راضیہ، واما من خفت موازینہ فامہ
فہادیہ وما ادرک ما فی نار حامیہ
(۶) وما ظلمنا و لکن کا ق اھم الظالمین

آج کسی شخص پر ظلم نہیں ہو گا، اور تم لوگ جو دنیا میں
کیا کرتے تھے اس کا عوض تم کو دیا جائے گا۔
پس جس کے نیک اعمال کا پلہ بھاری ہو گا وہ خاطر
خواہ عیش میں ہو گا، اور جس کے اعمال کا پلہ کم ہو گا
اس کا ٹھکانہ ہادیہ ہے اور تم کیا جانو کہ ہادیہ کیا ہے
اور تم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا لیکن وہ اپنے حق میں
آپ ہی ظالم ہوئے۔

پ ۲۵۔ سورہ زحرف

اس قسم کی متعدد آیات الہی اس بات پر شہادت دے رہی ہیں کہ بندے بروز قیامت
اپنے اعمال کی جزا و سزا پائیں گے اور خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا، پس ایسے عقائد سے کہ جس سے خدا
عزوجل کا غیر عادل ہونا سمجھا جائے، شدید اپناہ مانگتے ہیں۔

عرض مذہب امامیہ میں عدل باری تعالیٰ عین اصول دین سے ہے، لیکن مذہب اہل
سنت میں اس قسم کے عقائد سے خدا ظالم ٹھہرتا ہے۔ (نور بالندہ منھا)
اس سلسلہ میں صفات سلبیہ باری تعالیٰ کے متعلق ان کے جو عقائد ہیں وہ بھی نقل کئے
جاتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ابو ہریرہ سے روایت ہے۔

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قال تنزل ربنا تبارک و تعالیٰ کل لیلۃ
الی السماء الذی یبقی ینقی ثلث اللیلۃ
ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ خدا کے تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا کی طرف
اترا کرتا ہے، جب ایک ثانیات رہ جاتی ہے،

مرفیقون من یدعون فی فاسیقیب لہ ومن
یسألنی فاعطیۃ ومن یتغفر فی فاعفولہ
بخاری

(۱) اور یہی روایت مشکوٰۃ شریف میں بھی موجود ہے۔ ملاحظہ ہو حصہ ۱ جلد دوم مطبوعہ لاہور
ترجمہ مولوی وحید الزماں خاں صاحب۔
(۲) یا ایتہ محمد ما احد اغیر من اللہ۔
یعنی اے امت محمد خدا سے زیادہ کوئی غیرت مند نہیں۔

کتاب الغیرہ ص ۱۶۳

(۳) مشکوٰۃ المصابیح میں حضرت عائشہ سے روایت کی گئی ہے۔

قالت فقدت رسول اللہ صلعم لیلۃ فاذا
هو بالبقیع فقال انت تنحافین ان یحیف اللہ
علیک ورسولہ قلت یا رسول اللہ انی
طنت انت انت بعض نساءک فقال ان
اللہ ینزل لیلۃ النصف من شعبان الی
السماء الدنیا فیغفر لاکثر من عدد شعرة
غنم وکلب۔ جلد دوم ص ۱۶۳

ایک شب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے
بستر پر نہ پایا دیکھا تو جنت البقیع میں ہیں، حضرت
نے فرمایا کہ تم گمان کرتی ہو کہ خدا اور رسول تم پر حیف و
ظلم کرتے ہیں۔ عائشہ نے کہا کہ ہم کو گمان ہوا آپ اپنی
کسی زوجہ کے یہاں تشریف لے گئے ہیں۔ حضرت نے
فرمایا خداوند عالم شب نصف شعبان کو آسمان دنیا
کی طرف نزول کرتا ہے اور ہرے سگ و گوسفند سے زیادہ
گوگوں کو بخشا ہے۔

(۴) اہل سنت کی صحاح میں یہ بھی ہے (خود صحیح بخاری حصہ سوم ص ۱۱۹ پر تین طرح سے مروی ہے)
یضع الحیار قد مد فی النار فتقول قط قط۔
بغیر ترک وکے ملک

جہنم اور دوزخ عالم آتش جہنم میں اپنا پاؤں ڈالے گا تو جہنم کہے گا ہر
بیس قسم ہے بڑے عزت و کرم کی اس قدر کافی ہے۔

(۵) دوسری روایتوں میں یہ بھی ہے کہ
یقول لجهنم هل املاآت وتقول هل
من ید حتی یغفر رب العزت فیما قد مد
فتقول قط قط۔ روا الترمذی جلد اول ص ۲۲۲-۲۲۳

کہ جہنم جہنم سے دریافت کرے گا، تیرا پیٹ بھر گیا یا اور
کچھ چاہئے تو وہ کہتا جائے گا، اور چاہئے اور چاہئے
یہاں تک کہ خدا اس میں اپنا پاؤں ڈالے گا، اس وقت جہنم کہے
بیس۔

دکا و حز موسیٰ صمعا فلما افاق قال سمعتک

ثبت الیث وانا اول المرصنین ۛ

(پ ۹۔ ص اعراف۔ ۱۷۵)

اگر وہ اپنی جگہ پر بٹھرا رہا تو آئندہ تم مجھے دیکھ لو گے

پس جس وقت اس کا پروردگار (اس کا پیدا کیا

ہوا نور) پہاڑ والوں کے لئے جلوہ افروز ہوا تو اس

کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے، اور حضرت موسیٰ عیش کھا کر گر پڑے، پھر جب ہوش میں آئے، کہنے لگے، تیری ذات

منزہ ہے میں تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں اور میں اس بات پر کہ تو دیکھا نہیں جاسکتا سب سے پہلے ایمان لائیوں

مفسرین (صامیہ نے اس آیہ کریمہ کی تفسیر بایں عنوان کی ہے۔

”انا اول المومنین۔ تفسیر مجمع البیان میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام

سے اس آیت کے معنی یوں منقول ہیں کہ میں ان لوگوں سے پہلا ہوں جو اس بات پر ایمان

لائیں گے اور اس بات کی تصدیق کریں گے کہ تو ان آنکھوں سے دیکھا نہیں جاتا اور نہ کبھی

دیکھا جائے گا۔

عیون اخبار الرضا میں جو حدیث ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب امام رضا

علیہ السلام سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ موسیٰ کلیم اللہ تھے کیا وہ اتنا نہیں سمجھتے تھے کہ خدا

سے رویت کا سوال کر بیٹھے، امام نے فرمایا کلیم اللہ بے شک اس بات کو سمجھتے تھے۔

لیکن واقعہ یوں گذرا تھا کہ جب موسیٰ کو شرف کلام حاصل ہوا ہے تو انھوں نے آ کر

بیان کیا، مگر لوگوں نے اس کا یقین نہیں کیا اور کہہ دیا جب تک ہم خود اپنے کانوں سے

سن نہ لیں گے اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے، وہ لوگ تعداد میں سات لاکھ تھے

جب حضرت موسیٰ نے ان میں سے ستر آدمی منتخب کر لئے اور انھیں لے کر سینا پر گئے وہ

کوہ میں تو ان کو چھوڑا، اور خود پہاڑ پر چڑھ گئے، خدائے تعالیٰ نے ایک درخت میں قوت گویائی

کر دی تھی اب لوگوں کی جبرأت یہاں تک بڑھ گئی کہ صاف انھوں نے کہہ دیا کہ جب تک

خدا کو ظاہر بظاہر نہ دیکھیں گے ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ بس بڑے بول کے سبب ان پر کج

گری وہ سب کے سب مر گئے۔ حضرت موسیٰ نے عرض کی کہ پروردگار اپنی اسرائیل مجھ پر الہ

رکھیں گے کہ تیرا دعویٰ غلط ہے اس وجہ سے تو نے ان سب کو قتل کر دیا۔ خدائے تعالیٰ

نے پھر ان کو زندہ کر دیا۔ انھوں نے موسیٰ سے کہا، اگر تم خدا سے سوال کرتے تو وہ ضرور

بات قبول کر لیتا۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا ایہا الناس! خدا آنکھوں سے نہیں دیکھا جاتا۔

آیات اور علامات سے پہچانا جاتا ہے۔ انھوں نے کہا جب تک آپ سوال نہ کریں گے۔

ہمارا ایمان لانا ناممکن ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا خدا یا تو نے ان کا قول سن لیا، وحی ہوئی کہ اے موسیٰؑ کچھ یہ کہتے ہیں تم سوال کرو ہم ان کے جہل کے سبب سے تم سے مواخذہ نہ کریں گے، یہ طے ہو جانے پر موسیٰؑ نے وہ جہالت کی کھٹی جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ (ترجمہ قرآن، مقبول ترجمہ ص ۲۶۶)

اب مسئلہ امامت پر غور فرمایا جائے کہ آیا بعد القضا کے زمانہ بنو ہاشم نصب امام واجب ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو خدا پر ہے یا بندوں پر؟ مذہب امامیہ میں امامت اصول دین میں داخل ہے، اور بدلیل ”انی جاعل فی الارض خلیفہ“ امام کو مخصوص من اللہ سمجھتے ہیں، نیز عصمت کو شرائط امامت سے جانتے ہیں، بخلاف اس کے اہل سنت کے نزدیک امامت نہ اصول دین سے ہے اور نہ امام کا معصوم ہونا لازم آتا ہے، بلکہ اس کا دار و مدار اجماع پر قرار دیتے ہیں کہ امرت کو چاہئے خلیفہ یا امام بنالے، اور اگر کسی پر بوجہ اس کی ناقابلیت کے اجماع ممکن نہ ہو، لیکن وہ اگر اپنی قوت و طاقت سے لوگوں پر قابو پا جائے تو اس کو بھی امام کہتے ہیں۔ چنانچہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں۔

اہل سنت و الجماعت امام شخصے را گویند کہ مسلط باشد بر مردم بطور و تسلیم یا بقهر و غلبہ
سیف ملول ص ۹۔

انھیں قاضی صاحب کو شاہ صاحب نے رسالہ لستان المحررین میں بیہی و وقت بتایا ہے جو ایک بڑے عالم جید اہل سنت تھے، اور عصمت امام ان کے نزدیک کوئی چیز نہیں تھی اور نہ خطا و معصیت اور فسق و فجور مانع امامت و خلافت ہے، جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

صلوا خلف کل بر وفاجر، یعنی ہر نیکو کار و بدکار کے پیچھے نماز پڑھو۔

اس کو کتب عقائد میں برابر نقل کیا ہے۔ دیکھو شرح عقائد نفسی ص ۱۱۵ المطبوعہ شوکت اسلام لکھنؤ، خاتم المحررین کے نزدیک تو امام کا مخصوص من اللہ ہونا باعث فتنہ و فساد ہے، جیسا کہ تحفہ کے باب ہفتم متعلقہ امامت ص ۱۱۱ میں لکھتے ہیں۔

اگر تامل نظر کنیم معلوم می تو اینیم کرد کہ نصب بشر طغور ہم یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ خدا کی طرف سے امام امامت از جانب خدا متضمن مفساد بسیار است کا تعین ہونا بڑے فتنہ و فساد پر مشتمل ہے۔

۱۔ ترجمہ، اہل سنت و الجماعت، امام اس آدمی کو کہتے ہیں جو رضا یا قہر و غلبہ سے لوگوں پر مسلط ہو جائے = ۱۲ عابد حیدری
۲۔ تحفہ ص ۳۷

سبحان اللہ چنہ خود غرض لوگ خلاف احکام خدا و رسولؐ، جس فاسق و فاجر کہ چاہیں اپنا امام بنا لیں، یا قابو پا کر خود بخود زبردستی کوئی امام بن جائے تو وہ موجب امن و امان ہووے اور جو منصوص من اللہ ہو وہ باعث وقوع فتنہ و فساد سمجھا جائے۔

اس کے برعکس ہم شیعہ انبیاء کرام کو معصوم جانتے ہیں۔ چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کی نسبت بھی ان کا اعتقاد یہ ہے کہ آنحضرتؐ من المہدیٰ الی اللہ معصوم ہیں۔ اور ان اتباع الہیہ (تم کہو) میں وہی کہتا ہوں جو مجھ پر وحی کی جاتی ہے) کی روشنی میں آنحضرتؐ کے ہر حکم کو خدا کی طرف سے سمجھ کر امتثال حکم کو اپنے اوپر واجب و لازم جانتے ہیں۔ اہل سنت نہ ائمہ اطہار کو معصوم مانتے ہیں اور نہ انبیاء کرام کو، یہاں تک کہ اشرف الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت بھی ان کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ نبوت و رسالت سے پہلے چالیس سال کی عمر تک اپنی قوم کے دین پر رہے یعنی نبوذا باللہ من ذالک۔

چنانچہ فخر الدین رازی آیہ ”ووجدک ضالاً فہدیٰ“ اور تم کو بھٹکا ہوا پایا۔ پس منزل مقصود کو پہنچایا۔ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

فَاعْلَمْ اَنْ لِّبَعْضِ النَّاسِ ذَهَابُ اَنَّهُ كَانَتْ كَافِرًا فِي اَوَّلِ الْاَمْرِ ثُمَّ هَدَاهُ اللّٰهُ وَجَعَلَهُ نَبِيًّا قَالَ الْكَلْبِيُّ وَوَجَدَكَ ضَالًّا، يَعْنِي قَوْمٌ ضَلُّوا، فَهَذَاكَ لِلتَّوْحِيدِ وَقَالَ السَّيِّدُ كَانَتْ عَلَى دِينِ قَوْمِهِ اِسْرَاعِيلَ سُنَّةً،

تفسیر کبیر جلد ۸، ص ۶۱۰

اور مولوی عبد العلی صاحب جواہل سنت کے نزدیک بحر العلوم کہے جاتے ہیں، قائلین عصمت انبیاء کو رافضی اور بدعتی کہتے ہیں۔ چنانچہ شرح مسلم الثبوت ص ۲۶۹ جلد اول مطبوعہ نو لکھنؤ۔ میں لکھتے ہیں۔

وَمَا تَسْمَعُ اِلَى قَوْلِ مَنْ يَقُولُ اَنَّ الْاَنْبِيَاءَ كَيْفَ يَخْطِئُونَ فِي اَحْكَامِ اللّٰهِ فَاَنْ هَذَا اَلْقَوْلُ صَدْرًا مِنْ شَيْطَانٍ اَوْ مِنْ اَهْلِ الْبِدْعَةِ لَا مِنْ رَافِضٍ وَغَيْرِهِمْ اَلَمْ تَرَ اَهْلَ الْحَقِّ مِنْ

یعنی تم ان کا کہنا نہ سنا جو یہ کہتے ہیں کہ انبیاء کیونکہ خطا کر سکتے ہیں، تبلیغ احکام خدا میں کیونکہ یہ قول ان کا ہے جو اہل بدعت و روافض سے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اہل حق سنت و الجماعت

اهل السنة والجماعة القامعین للبدعة
اکثرهم یجوزون علی الانبیاء الخطاء کما
ظہر فی اساری بدر من سید العالم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحابہ واذواجہ
اجمعین ۛ

کے جو قاطع بدعت ہیں، اکثر خطا کو انبیاء پر جائز جانتے
ہیں جیسا کہ قیدیان بدر کے بارے میں خود سرور عالم سے
خطا ظاہر ہوئی ۛ

اور علامہ قوشچی کے نزدیک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مجتہدین کے مانند ایک مجتہد تھے
(ان کا قول آئندہ درج ہوگا) شاہ صاحب کہتے ہیں کہ صرف آیات قرآن جو آنحضرت امت کو سناتے
وہی ہیں نہ یہ کہ پیغمبر کا ہر قول پیغام خدا ہے، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر قول وحی ہوتا تو
خود آنحضرت پر خدا اظہار عتاب کیوں فرماتا۔ جیسا کہ اکثر جگہ قرآن مجید میں ہے۔ شاہ صاحب کی بکواس
ملاحظہ ہو۔

جميع اقوال پیغمبر وحی ست باطل ست ہم بدلیل
عقلی دہم بدلیل نقلی اما عقلی پس نزد ہر عاقل
ظاہر ست کہ معنی رسول رسانندہ پیغام ست و
چوں اصنافت بخدا کہ دیم رسانندہ پیغام خدا
معنی ایں لفظ شد پس در ضمن رسالت ہمیں
قد رد اخل ست کہ بسوی ادوحی آمدہ باشد و بوا
او پیغامی از جانب خدا بما برسد نہ آنکہ ہر قول
او پیغام خدا باشد و آیہ وما ینطق عن الہوی
ان هو الا وحی یوحی صریح خاص بقراآن است
بدلیل "علمہ شدید القوی" نہ عام ذریع
اقوال پیغمبر و ایں امر روشن ست کہ اگر کسی را
بادشاہ یا امیرے رسول خود کردہ بجانب
ملکے بفرستد ہرگز مردم آن ملک جمیع اقوال آن
رسول را از جانب آن بادشاہ و آن امیر نخواہند

پیغمبر کی ہر بات کا وحی سمجھنا دلیل عقلی و نقلی سے باطل
ہے دلیل عقلی تو یہ کہ ہر صاحب فہم پر ظاہر ہے کہ رسول
کے معنی پیغام رساں کے ہیں اور جب اس لفظ کی اصناف
خدا کی طرف ہوگی تو اس کے معنی خدا کا پیغام پہونچانے
والا ہوگا۔ پس رسول کے مفہوم میں اسی قدر داخل ہے۔
کہ رسول پر وحی آتی ہو اور اس کے وسیلے سے خدا
کا پیام ہم کو پہونچے نہ کہ ہر کلام پیغمبر کا پیغام خدا ہے
اور آیہ وما ینطق عن الہوی کی تخصیص جس کے
معنی یہ ہیں کہ (رسول اللہ بموجب وحی کلام کرتے ہیں
نہ اپنی خواہش نفس سے) صرف قرآن کی حد تک ہے نہ کہ
اس سے زیادہ اس کی دلیل علمہ شدید القوی کا جملہ ہے۔
یعنی آیات قرآن کے علاوہ جو کچھ رسول کا ارشاد ہے اس سے
وحی کا تعلق نہیں اور ظاہر ہے کہ اگر کوئی بادشاہ یا امیر کسی کو
اپنا رسول مقرر کرے کسی ملک کو بھیجے تو اس ملک کے لوگ

والسنت اما نقلی پس برائے آنکہ اگر اقوال آنحضرت
تمام وحی منزل من البدی شد در قرآن مجید چہا
بعضی اقوال آنحضرت عتاب می فرمودند حالانکہ
در جہا عتاب شدید نازل شد عفا اللہ عنک
لما ذنت لهم فیہ لعلہ تعالیٰ ولا تکن للغانین
خصیما واستغفر اللہ ان اللہ کان غفوراً رحیماً
ولا یجادل من الذین یختلن فی انفسہم الی
آخر الا یہ و در اذن دادن بگرفتند یہا
بندیات بد را یوں قدرا تشدد چہا واقع
می شد کہ لولا کتاب من اللہ سبقت لمکم
فیما اخذتم عذاب عظیم

تخفہ اثنا عشرہ و ۲۹۶

اس سفر کی ہر بات کو بادشاہ یا امیر کی جانب سے تصور نہ کریں گے
اور دلیل نقلی یہ ہے کہ اگر آنحضرت کی سب باتیں بمنزلہ وحی
خدا ہوتیں تو قرآن مجید میں آنحضرت کی بعض باتوں پر کیوں
عتاب فرماتا۔ حالانکہ چند مقامات میں آنحضرت پر سخت
عتاب نازل ہوا ہے جیسا کہ آیہ عفا اللہ عنک میں ہے
کہ خدا تم کو معاف کرے تم نے ان کو کیوں اجازت دی
اور نہ تم خیانت کرنے والوں سے دشمنی کرنے والے بنو خدا
سے طلب آمرزش کرو اور یہ تحقیق خدا غفور و رحیم ہے اور
جو اپنے نفسوں سے خیانت کرتے ہیں ان کی طرف سے جدال
نہ کرو۔ قیدیان بدر سے فدیہ لینے کی اجازت دے دینے پر
اتنا تشدد کیوں ہوتا۔ (اگر خدا پہلے نہ لکھ چکا ہوتا تو جو کچھ تم
نے کیا اسکی بابت تم پر ضرور سخت عذاب نازل ہوتا۔)

جناب شاہ ولی اللہ والد ماجد شاہ صاحب اور ان کے مرید رشید شمس العلماء شبلی نعمانی
بھی یہی تفریق کرتے ہیں جیسا کہ الفاروق حصہ دوم ص ۱۹ میں ہے۔ جس کی نقل یہ ہے۔
”سب سے پہلے میر علم تھا کہ آنحضرت سے جو اقوال و افعال منقول ہیں وہ
کلیۃً مسائل کا ماخذ ہو سکتے ہیں یا ان میں کوئی تفریق ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے
اس بحث پر حجتہ زلزلہ البالیہ میں ایک نہایت مفید مضمون لکھا ہے جس کا خلاصہ
یہ ہے کہ آنحضرت صلعم سے جو افعال و اقوال مروی ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک
وہ جو منصب نبوت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی نسبت خدا کا ارشاد ہے کہ
وما اتاکم الرسول فخذوا وما نہاکم عنہ فامتنوا (یعنی پیغمبر جو
چیز تم کو دے وہ لو اور جس چیز سے روکے اس سے باز رہو) دوسرے وہ جن کو منصب
رسالت سے تعلق نہیں چنانچہ ان کے متعلق خود آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے انما
انا بشر اذا امرتکم بشئ من دینکم فخذوا بہ و اذا امرتکم بشئ من امرائی فانہما
انا بشر (یعنی میں آدمی ہوں اس لئے جب میں دین کی بابت کچھ حکم دوں تو اس کو لو۔ اور جب

ثابت ہوئیں اور حضرت ابو بکرؓ کا ایک ایسی حدیث بیان کر کے جو قرآن کی آیت کے بھی بالکل خلاف تھی جناب سیدہؓ سے فدک چھین لینا کیونکر جائز ہوا۔ پس اہل سنت نے بخاری شریف کو جو اپنے مذہب کا محفوظ قلعہ سمجھ رکھا ہے وہ شاہ صاحب کے قول کی بنیاد سے منہدم ہوا جاتا ہے۔

نازم کہ بار قیباں دامن کشاں گزشتی گوشت خاک ماہم بر باد رفتہ باشد

اگرچہ شاہ صاحب کے بیان سے حدیثوں کی کوئی مرتبت و عظمت باقی نہیں رہی مگر اس پر بھی ہم ایک ایسی معتبر سند پیش کرتے ہیں جس سے اہل سنت کسی طرح انکار نہیں کر سکتے، اور ان کو بجز اس کے کوئی چارہ ہی نہیں ہے کہ بخاری شریف کی حرمت و منزلت سے دست بردار ہوں۔

یعنی اہل سنت نے محض اپنا مذہب قائم رکھنے کی غرض سے اس کو کتاب خدا کے ہم پایہ بنا رکھا، ورنہ ان کے خلفاء حضرات ابو بکرؓ و عمرؓ تو اپنے اپنے عہد خلافت میں اپنے مساعی جمیلہ اور توجہات مخصوصہ اس امر خاص پر مبذول رکھتے تھے کہ کوئی صحابی قرآن کے سوا حدیث کا نام بھی زبان پر نہ لائے بلکہ اس معاملہ میں ان کو یہاں تک جد و کد تھی کہ جو کوئی حدیث بیان کرتا اس کو دُورے لگاتے اور قید کرتے تھے۔ چنانچہ اس بارے میں جو کچھ شمس العلماء شبلی نعمانی الفاروقی میں رقم طراز ہیں اس کی نقل ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے۔ امید ہے کہ اس کو تعمق کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں گے۔

سب سے بڑا کام جو حضرت عمرؓ نے اس فن کے متعلق کیا وہ حدیثوں کی تنقید اور فن جرح و تعدیل کا ایجاد کرنا تھا۔ آج کل بلکہ مدت مدید سے یہ حالت ہے کہ جو چیز آنحضرت کی طرف منسوب کر دی جاتی ہے گو صحیح نہ ہو اس کو فوراً رواج اور قبول حاصل ہو جاتا ہے۔ اس بنا پر یہودیوں کی تمام مزخرفات احادیث نبوی کے مجموعہ میں شامل ہو گئیں۔ محدثین نے اتنا کیا کہ جرح و تعدیل کی روک ٹوک سے تعمیم کو روک دیا لیکن جنب کسی راوی کی تعدیل ان کے نزدیک ثابت ہو جاتی تھی تو پھر ان کو زیادہ جستجو نہیں ہوتی۔ اس کے ساتھ قرن اول کی نسبت انھوں نے یہ عام کلیہ قائم کر لیا کہ کسی روایت میں ضعف کا احتمال نہیں ہو سکتا۔ لیکن حضرت عمرؓ اس نقطہ سے واقف تھے کہ جو چیزیں خصائص بشری سے ہیں ان سے کوئی زمانہ مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے وہ احادیث کی چھان بین میں تمام وہی احتمالات ملحوظ رکھتے تھے جو محدثین نے زمانہ مابعد میں پیدا کئے ایک دفعہ ابو موسیٰ اشعری ان سے ملنے آئے اور تین دفعہ استیذان کے طور پر کہا السلام علیکم ابو موسیٰ حاضر ہے حضرت عمرؓ اس وقت کسی کام میں مصروف تھے اس لئے متوجہ نہ ہو سکے۔ کام سے

فارغ ہو چکے تو فرمایا ابو موسیٰ کہاں ہیں، وہ آئے تو کہا تم کیوں واپس چلے گئے۔ انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ تین دفعہ اذن مانگو اگر اس پر بھی اجازت نہ ملے تو واپس جاؤ، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس روایت کا ثبوت دو در نہ میں تم کو سزا دوں گا۔ ابو موسیٰ اشعری صحابہ کے پاس گئے اور حقیقت حال بیان کی، چنانچہ ابو سعید نے آکر شہادت دی کہ میں نے رسول اللہ سے یہ حدیث سنی ہے حضرت ابی بن کعب نے کہا کہ عمرؓ رسول اللہ کے اصحاب کو عذاب دینا چاہتے ہو، فرمایا میں نے ایک روایت سنی ہے اس کی تصدیق کرنی چاہی۔ فقہ کا ایک مسئلہ مختلف فیہ ہے جس عورت کو طلاق بائن دی جائے اس کو عدہ کے زمانے تک نان و نفقہ اور مکان ملنا چاہئے یا نہیں قرآن مجید میں ہے۔ اسکن احسن حیث سکنتم جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ملنا چاہئے۔ اور مکان کے ساتھ نفقہ خود ایک لازمی چیز ہے۔ فاطمہ بنت قیس ایک صحابیہ تھیں ان کو ان کے شوہر نے طلاق بائن دی وہ آنحضرت کے پاس گئیں کہ مجھ کو نان و نفقہ کا حق ہے یا نہیں۔ ان کا بیان ہے کہ آنحضرت نے فرمایا نہیں۔ فاطمہ نے یہ روایت حضرت عمرؓ کے سامنے بیان کی تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہم قرآن کو ایک عورت کے کہنے سے نہیں چھوڑ سکتے، معلوم نہیں اس کو حدیث یاد رہی کہ نہیں۔ حضرت عمرؓ کو اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ روایت میں خواہ مخواہ کمی و بیشی ہو جاتی ہے اس لئے روایت کے بارے میں سخت احتیاط شروع کی، اس کے متعلق انھوں نے جو بندشیں کیں آج کل لوگوں کو ان پر مشکل سے یقین آ سکتا ہے اس لئے میں اس موقع پر خود کچھ نہ لکھوں گا بلکہ بہت بڑے بڑے محدثوں نے جو کچھ لکھا ہے اس کو نقل کر کے ترجمہ کر دوں گا۔

علامہ ذہبیؒ جن سے بڑھ کر ان کے بعد کوئی محدث نہیں گزرا، اور جو حافظ بن حجر بخاری وغیرہ کے شیخ الشیوخ ہیں تذکرۃ الحفاظ میں حضرت عمرؓ کے حالات میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اس ڈر سے کہ صحابہ آنحضرت سے روایت کرنے میں غلطی نہ کریں صحابہ کو حکم دیتے تھے کہ رسول اللہ سے کم روایت کریں تاکہ لوگ حدیث میں مشغول ہو کر قرآن کو یاد کرنے سے غافل نہ ہو جائیں قرطبہ بن کعب سے روایت ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے ہم کو عراق پر روانہ کیا تو خود مشابعت کو نیکلے اور کہا کہ تم کو معلوم ہے کہ میں کیوں تمہارے ساتھ آتا ہوں، لوگوں نے کہا کہ ہماری عزت بڑھانے کو، فرمایا کہ ہاں لیکن اس کے ساتھ یہ غرض بھی ہے کہ تم لوگ ایسے مقام میں جاتے ہو جہاں کے لوگوں کی آواز شہد کی کھنکی کی طرح قرآن پڑھنے میں گونجتی رہتی ہے تم ان کو حدیثوں میں

نہ پھنسا لینا، قرآن میں آمیزش نہ کرو اور رسول اللہ سے کم روایت کرو اور میں تمہارا شریک ہوں۔ پس جب قرطہ وہاں پہنچے تو لوگوں نے کہا کہ حدیث بیان کیجئے، انھوں نے کہا کہ عمر نے ہم کو منع کیا ہے۔ ابو سلمہ کہتے ہیں کہ ہم نے ابو ہریرہ سے پوچھا کہ آپ عمر کے زمانہ میں بھی اسی طرح حدیثیں روایت کرتے تھے؟ انھوں نے کہا کہ اگر میں ایسا کرتا تو عمر مجھ کو درے سے مارتے۔ حضرت عمر نے عبداللہ بن مسعود۔ ابو ذر۔ ابو مسعود کو مجبوس کیا اور کہا کہ تم لوگوں نے آنحضرت سے بہت سی روایتیں کرنی شروع کیں۔ حضرت عمر کا خود مقصد انھیں کی تصریح سے ظاہر ہو سکتا ہے۔ مورخ بلاذری نے جو محدث بھی ہیں انساب الاشراف میں روایت کی ہے کہ لوگوں نے ان سے (حضرت عمر سے) کوئی مسئلہ پوچھا تو فرمایا لو لا انی اکسأت انہم فی الحدیث او انقص لحدیثکم بھا (یعنی اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ حدیث کی روایت کرنے میں مجھ سے کسی بیشی ہو جائے گی تو میں اس بارے میں حدیث بیان کرتا) مورخ مذکور نے اس روایت کو بسند متصل روایت کیا ہے۔ اور اس کے رواۃ یہ ہیں۔ محمد بن سعد۔ عبدالحجید بن عبد الرحمن الحنفی۔ نعمان بن ثابت یعنی امام ابو حنیفہ۔ یوسیٰ بن طلحہ۔ ابوالحجۃ اکبیرہ حضرت عمر کو اپنی نسبت جو ڈر تھا وہی اوروں کی نسبت بھی ہونا چاہئے تھا اس خیال کی تصدیق اس سے اور زیادہ ہوتی ہے کہ عبداللہ بن مسعود جو مقامات علمی میں حضرت عمر کے تربیت یافتہ خاص تھے۔ ان کی نسبت محدثین نے لکھا ہے یعنی وہ روایت میں سختی کرتے تھے اور اپنے شاگردوں کو ڈانٹتے رہتے تھے کہ الفاظ حدیث کے محفوظ رکھنے میں بے پروائی نہ کریں۔ محدثین نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ کم حدیثیں روایت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ سال سال بھر قال رسول اللہ نہیں کہتے تھے۔ حضرت عمر کو روایت کے بارے میں جو احتیاط تھی اگرچہ ان سے پہلے بھی اکابر صحابہ کو تھی۔ جیسا کہ علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں حضرت ابوبکر کے حال میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے جس نے احادیث کے باب میں احتیاط کی وہ... حضرت ابوبکر تھے۔ علامہ موصوف نے حاکم سے یہ بھی روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر نے پانچ سو حدیثیں قلم بند کی تھیں لیکن پھر ان کے آگ میں جلادیا اور کہا کہ ممکن ہے کہ میں نے ایک شخص کو ثقہ سمجھ کر اس کے ذریعہ سے روایت کی ہے اور وہ درحقیقت ثقہ نہ ہو لیکن حضرت عمر کی ردک لڑک اور ضبط احتیاط سے اگرچہ یہ نتیجہ ضرور ہوا کہ حدیثیں کم روایت کی گئیں لیکن جس قدر روایت کی گئیں وہ ہر قسم کے احتمالات سے بے داغ تھیں۔ ان کے بعد اگرچہ احادیث کو بہت وسعت ہو گئی لیکن اعتماد و حق کا وہ پایہ نہ رہا۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے نہایت سچ لکھا ہے ہر چند کہ جمیع صحابہ عدول اور روایت ہمہ مقبول ہر چند کہ کل صحابہ عادل ہیں، اور ان سب کی روایتیں

و عمل بموجب آیت بروایت صدوق از ایشان
ثابت شود لازم اما در میان آنچه از حدیث و
فقہ در زمین فاروق اعظم بود آنچه بعد از و سے
حادث شدہ فرق مابین السموات والارض است
مقبول اور واجب العمل ہیں بشرطیکہ ان کی صحت ثابت
ہو مگر زمانہ عمر فاروق میں جو کچھ حدیث و فقہ کا حال تھا
اور جو ان کے بعد احداث ہوئے ان میں زمین و آسمان
کا فرق ہے۔

الفاروق حصہ دوم ص ۱۸۲

بھائیو! شبلی صاحب کی اس روایت کو جس کے راوی وہ اصحاب ہیں جو امام محمد اسماعیل
بخاری بھی پیشوا و امام تھے پڑھو، اور غور کرو کہ جب خود آپ کے خلفاء جو آپ کے عقیدوں کے مطابق
فلک اسلام کے شمس و قمر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زبان و گوشت اور محرم اسرار خفی و
جلی تھے۔ جن کی رائے پر اللہ جل شانہ نے متعدد آیتیں نازل فرمائیں ان اصحاب کبار کی بیان
کی ہوئی حدیثوں کی صحت میں جو شب و روز اپنے پیغمبر کی صحبت میں رہے، نمازوں اور جہادوں
میں شریک اور خلوت و جلوت میں انیس و جلیس، سفر میں ہمرکاب، حضر میں ہم کلام، جنہوں نے
بلا واسطہ خود صاحب شریعت سے تعلیم و ہدایت پائی اور بلا واسطہ مصحف ناطق سے علم قرآن
حاصل کیا، شک و شبہ کہیں، حضرت عمران جلیل القدر اصحاب کو حدیث بیان کرنے سے
روکیں، اس جرم میں ان کو مجوس کہیں، درے لگائیں، خود افضل الصحابہ حضرت ابو بکر اپنی
جمع کی ہوئی پانچ سو حدیثوں کو مشتبہ سمجھ کر جلا ڈالیں، اور حضرت عمر بن کا سینہ مخزن علوم و فنون سمجھا
جاتا ہے اپنی زبان مبارک سے مسئلہ کے جواب دینے میں یہ عذر کریں کہ

”اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ حدیثوں کی روایت میں مجھ سے کمی و بیشی ہو جائے گی تو میں حدیث بیان
کرتا۔ تو محل استعجاب ہے کہ امام بخاری نے دو سو چھتیس برس کے بعد ان لوگوں کی بیان کی ہوئی
حدیثوں پر کیوں کرا اعتبار کر لیا۔ جو اپنے پیغمبر اور اپنے خلفاء کی زیارت سے مشرف نہ ہوئے تھے
نہ ان اصحاب کبار اور تابعین کے ہم پلہ راویان احادیث بخاری، اکثر وہ ہیں جو بعد امیر معاویہ
و عہد عبدالملک خلفائے بنو امیہ وضع حدیث پر مامور ہو گئے تھے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، اس
صورت میں امام صاحب موصوف نے چھ لاکھ حدیثوں میں سے انتخاب کر کے صحیح بخاری مرتب
کی اور راویان حدیث میں ان لوگوں کو بھی شامل کر لیا جو اس زمانے میں خوارج و فواسب
مشہور تھے، جیسا کہ جناب فاضل جلیل محمد بن عقیل جو مشاہیر علمائے حیدرآباد سے ہیں اپنی

کتاب نصاب کا فیہ میں ایک طویل روایت ان احادیث کے متعلق تحریر فرماتے ہیں، ہم اس کا خلاصہ بقدر ضرورت اس جگہ نقل کرتے ہیں، ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوگا کہ حدیثوں کے راوی جن کے کلام سے امام بخاری نے حدیثیں اخذ کی ہیں، کس درجے اور مرتبہ کے تھے، نیز ان کے ایمان تو ایمان بلکہ اسلام کی کیا حالت تھی۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ منجملہ راویان صحیح بخاری کے علاوہ ان اصحاب کے جن کو یہ لوگ عادل سمجھتے ہیں مروان بن حکم بھی ہے جس نے جناب امام حسن علیہ السلام سے کہا تھا کہ تم ان اہلبیت سے ہو جو (معاذ اللہ) ملعون ہیں (قرآن مجید میں شجرہ ملعونہ بنی اسیر کے بارے میں نازل ہوا ہے) انھیں میں عمر بن خطاب کا قاتل سمجھتا ہوں جو ان اشعار کا قائل ہے جن میں ابن عجم (ملعون) کی تعریف اور جناب امیرؓ کی مذمت کی گئی ہے انھیں میں حریر بن عثمان رجمی بھی سمجھتا ہوں (تہذیب التہذیب) ابن حجر عسقلانی میں ہے کہ وہ جناب امیرؓ کی تہقیر کرتا اور (معاذ اللہ) گالیاں دیا کرتا تھا۔ اسمعیل بن عیاشی کہتے ہیں کہ ہم مصر سے مکہ تک اس کے ساتھ رہتے وہ جناب امیرؓ کو (معاذ اللہ) گالیاں دیتا اور لعنت کرتا تھا وہی اسمعیل بن عیاشی حریر بن عثمان سے روایت کرتا ہے کہ اس نے کہا کہ جو لوگ یہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا، علیؓ منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ یہ صحیح تو ہے لیکن سننے والے کو دھوکا ہوا، میں نے کہا سننے میں کیا غلطی ہوئی کہ انت منی بمنزلہ قارون من موسیٰ از روایت کرتے ہیں کہ حریر بن عثمان نے یہ روایت کی ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ پھر یہ سوار

الاقوی ان من راویة الصیغ غیر الذی عدواہم من الصحابة واصطلى اعلی تعدم مروان بن الحکمہ (القائل) للحن بن علی انکم اهل بیت ملعونون وعمران بن حطان الخارجی القائل لا بیات المشہورۃ یشتی بہا علی اشقی الاخرین ابن مجہم ویشلب الامام علی بن ابی طالب وحریر بن عثمان الرجمی الذی نقل عنہ صاحب التہذیب انہ کان ینقض علیا، وینال منہ وقال اسمعیل بن عیاشی عادل حریر بن عثمان من عمرانی مکہ فجعل یسب علیا ویلعنہ، وقال ایضا حریر بن عثمان یقول هذا الذی یرویہ الناس عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ قال لعلی انت منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ حق ولكن احطاء السامع، قلت فما هو قال انما ہارون بمنزلہ قارون من موسیٰ وذكرہ الارودی ان حریر بن عثمان راوی ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما اراد ان یركب جاء علی بن ابی طالب فحل حزام البغلة لیتقم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقیل یحییٰ

صالح لم لا تكتب عن حرير فقال كيف اكتب عن
 رجل صليت معه الفجر سبعت سبعت فكان لا
 يخرج من المسجد حتى يلعب عليا بالعذاة ^{سبعين}
 مرة وبالعشي سبعين مرة فقل له في ذلك ثقا
 هو القاطع راؤى ابائى وامثال هؤلاء الرواة
 كثيرون ولاكن هؤلاء الثلاثة مروان، و
 عمران، وحرير عنوان ومثال لانهم من رواة
 صحيح البخارى الذى قال اعنه اصح كتب الحديث
 وقال الذهبي في ترجمة المصعب انه انصراهل
 الزمان للسنن انه ثم قال ولكن يضع الحديث
 وقال في ترجمة الجوزجان انه من الحفاظ الثقات
 وكان يخامل على على وفيه الخراف عنه (فهو)
 من الثقات الذين يمتنع بهم في دين الله لا والله
 ثم لا والله ثم لا والله

ہوں تو جناب امیر نے آکر اس کی زمین اس غرض سے کھول
 دی کہ حضرت گڑ پڑیں بھی بن صالح سے کسی نے پوچھا تو
 حریر کی حدیثیں کیوں نہیں لکھتا تو اس نے کہا کہ میں کیا
 کر ایسے شخص سے روایت کروں جس کے ساتھ میں نے
 سات برس نماز صبح پڑھی اور دیکھا کہ وہ مسجد سے جب
 تک جناب امیر پر شتر بار لعنت نہیں کر لیتا باہر نہیں نکلتا
 تھا۔ اور بن حیان لکھتے ہیں کہ شتر مرتبہ صبح اور شتر مرتبہ شام
 لعنت کرتا تھا کسی نے وجہ پوچھی تو کہا انہوں نے ہمارے ابا
 دادا کے سروں کو تن سے جدا کیا ہے ایسے روایان حدیث بہت
 کثرت سے ہیں ہم نے بطور مثال وعنوان ان تینوں ناموں
 کو پیش کیا ہے ایک مردان دوسرے عمران بن حطان
 تیسرے حریر بن عثمان کیونکہ یہ سب راویان صحیح بخاری کے
 ہیں جس کی نسبت دعویٰ کیا جاتا ہے کہ تمام کتب احادیث
 میں وہ سب زیادہ صحیح ہے امام ذہبی ترجمہ مصعبی میں کہتے
 ہیں کہ وہ اپنے زمانے میں بقائے سنت کے لئے بڑا نا صریق تھا۔
 حالانکہ جیسا کہ تھا ویسا تھا چنانچہ کہنا پڑا کہ یہ ضرور ہے کہ جو
 حدیثیں بنایا کرتا تھا اور ترجمہ جو زبان میں کہا کہ وہ حفاظ
 ثقات سے تھا مگر جناب امیر کا دشمن تھا اور ان سے خوف
 تقابس دیکھو کہ یہ وہ ثقات ہیں جن کی حدیثوں سے دین
 خدا میں احتجاج کیا جاتا ہے۔ لا والله ثم لا والله۔

روایت مذکورہ میں عمران بن حطان کے وہ اشقر رجن میں اس نے ابن بطیم ملعون کے محاسن بیان

کئے ہیں، تحریر کئے جاتے ہیں، ملاحظہ ہو۔

یا ضربہ من تقی ما ادا لها .. (ترجمہ) یعنی کیا اچھی ضربت ہے ایک مرد تقی (ابن بطیم ملعون) کی

جناب عمر کے زمانہ میں حدیث وقفہ باوجود از تھا۔ اور جو اس کے بعد پیدا ہوا اس میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اتفاقاً دو حدیثیں

الایمان ذی العرش سروا
انی کا ذکر لا حیلنا فاحسبه
اد فی البریۃ عند اللہ میزانا

جس سے کوئی غرض اس کے سوا اس کی نہ تھی کہ صاحب
عرش بریں کی خوشنودی حاصل کرے، میں جب اسے یاد
کرتا ہوں تو ساری خلق سے اس کے ثواب کا پلہ خدا کے نزدیک
بھاری پاتا ہوں۔ (آیات بینات حصہ ۲ ص ۳)

بہائیوں کی بات توجہ کے قابل نہیں ہے کہ جن راویان حدیث کے ایمان و اسلام کا یہ رنگ
ڈھنگے ہو جن حدیثوں کی نسبت شاہ ولی اللہ صاحب محدث یہ فرمائیں۔
انچہ درمیان از حدیث وفقہ در زمن فاروق اعظم بود و انچہ بعد ازوے حادث شدہ فرق
ما بین السموات والارض است۔

اور خود افضل الصحابہ اپنی جمع کی ہوئی پانچ سو حدیثوں کو مشتبہ سمجھ کر جلا ڈالیں با ایں ہمہ آپ
اسی بخاری کی حدیثوں پر ایسا ایمان لائیں کہ اپنے خلیفہ صاحب کے قول
ثخن معاشرا لانبیاء لا نرت ولا نورث ما ہم انبیاء کسی کے وارث نہیں ہوتے اور نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا
تو کتنا حند قد۔ ہے۔ اور جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے۔

کو تو اسل ایمان سمجھیں اور خدا کے ارشاد
یٰٰصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین
سے انحراف کریں باوجودیکہ دعویٰ ہے حبیبنا
کتاب اللہ ذلک بانہما تہمن اما اسخط وکرمھما
راضوانہ فاحیط اعمالہم پ ۲۶ سورہ محمد

خدا تم کو تمھاری اولاد کے حق میں نصیب کرتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دو
لڑکیوں کے برابر ہے۔
شاید اسی لئے خدا کا ارشاد ہے، یہ اس سبب سے کہ جس چیز سے
خدا ناخوش ہے اس کی تو یہ لوگ پیروی کرتے ہیں اور جس میں خدا
کی خوشی ہے اس سے بیزار ہیں تو خدا نے بھی ان کے اعمال کو برابر کر دیا

القصر یہ مختصر ذکر تو ان اختلافات کا تھا جو اصول دین میں تھے اب فروع دین میں بھی دو چار
مسائل پیش کئے جاتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔
(۱) واعلم انہ لیس الکلام بحسب الویلۃ
الامامہ وعلیہ الفتویٰ وانہ سراج بعظمہم
النجاسة کما یسط ابن الشحنة فیباع ویرج
ویضمن ویتمن جلدہ مصلی واولاد وواخرج
حیاد لم یصب الی فیہ الماعولا یفسد ماع

انہا شخص العین نہیں ہے یہی قول امام ابو حنیفہ کا ہے اور اس
پر فتویٰ ہے اگرچہ بعض نے بخاری کو ترجیح دی ہے جیسا کہ ابن
شحنہ نے توضیح کی ہے پس اس صورت میں اس کا بیچنا اور
اجرت پر لینا یا دینا سب جائز ہے اس کی کھال کی جانمانا
اور ڈول بنا سکتے ہیں۔ اور اگر کتے کو زندہ نکال لیا گیا ہو اور اس کے

البشر ولا الثیاب بانتفاضه ولا بعضه مالم
یرساقه ولا صلوة حامله ولا کبریا۔

رد المحتار۔ در شرح و المختار ص ۱۳۹

منہ تک پانی نہ پہنچا ہو تو کنوئیں کا پانی بخش نہیں ہوگا اور اس
کا چھٹا لینے سے کپڑا بخش نہیں ہوتا، جب تک اس کا لعاب
دکھائی نہ دے اور اگر اس کو گود میں لے کر نماز پڑھیں تو
نماز باطل نہیں ہوئی اگرچہ بڑا ہو۔

ہاں ابو حنیفہ کے نزدیک بھی کہنے کی کھال پر جو دباؤٹ کی گئی
ہو اور جس کی رطوبت مصالح اور واسے بالکل دور ہو گئی
نماز پڑھنا جائز ہے۔

جس حیوان کا گوشت کھانا حرام ہو ذبح کرنے سے
اس کا گوشت اور پوست پاک ہے، سوائے آدمی

اور خانیہ میں ہے کہ بخاری میں جو یہ حدیث آئی ہے کہ
آنحضرتؐ نے فرمایا جن چیزوں کو خدا نے حرام فرمایا ہے
اس میں شفا نہیں ہے تو مراد اس سے یہ ہے کہ جن چیزوں
میں شفا ہے وہ حرام نہیں ہیں جیسا شراب پیاسے کے لئے
حلال ہے اسی طرح صاحب ہدایہ بخاست کے بارے میں اس
بات کے قائل ہیں کہ اگر کسی کو نگہ بھر پوٹ جائے، اور سوز
فائمہ کو حصول شفا کی غرض سے خون، یا پیشاب سے پیشانی
اور ناک پر لکھے تو جائز ہے۔ طبع نوکشتہ رکھنے، ختاوی
عالمگیری جلد ۵ ص ۱۳۲ مطبوعہ دہلی۔

اگر کوئی شخص ایسی عورت سے شادی کر لے جس سے شادی
کرنا حرام ہو (مثلاً ماں، بیٹی وغیرہ) اور اس سے مباشرت
بھی کر لے (منہ کا لا کر لے) تو ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر حد
واجب نہیں ہوگی بلکہ صرف تادیب کر دی جائے گی۔

ایسے ہی صد مسائل ہیں، جن کی عظمت اس سے ظاہر ہے کہ امام غزالی نے اپنی کتاب منحول ہیں
امام ابو حنیفہ کو ان الفاظ سے یاد فرمایا ہے کہ "امام ابو حنیفہ نے تو شریعت کو الٹ دیا۔"

شاہ صاحب بھی تحفہ میں یہی تحریر کرتے ہیں۔
وارے نزد ابو حنیفہ بر پوست مد یوغ کلب کہ رطوبت

آن باستعمال ادویہ و مصالحہ بالکلیۃ رفقہ باشد
جائز است۔ تحفہ اثنا عشریہ ص ۱۱ مطبوعہ فخر المطابع

(۲) واذا ذبح مکایون کل لحمہ جلدہ و لحمہ سوس
آدم و الخنزیر۔ ہدایہ ص ۸۳ مطبوعہ کلکتہ

(۳) ذی الخانیۃ فی معنی قولہ ان اللہ لم یجعل
شفاءکم فیما حرم علیکم کما سواد الہیجاری

ان صافیہ شفاء لا باس بہ کما یجوز الخمر للعطش
فی الضرورات و کذا المختار ص ۱۰ صاحب الہدایہ

فی التنجیس فقال لورع فکتب الفاتحة بالذ
علی جیبہ و انقہ للشفاجان لا یستشفی

القول ایضا شرح راو المختار جلد اول مطبوعہ
مصر ص ۱۲ و ۱۳ مطبوعہ دہلی و فتاوی قاضی خاں جلد ۴

ص ۳۹۳ مطبوعہ مصطفائی ۱۲۸۹ مصر
(۴) من تزوج امرأة لا یجوز له نکاحها (مت المختار)

فی طیبھا لا یجوز علیہ الحد عند ابی حنیفہ
فیغیرہ۔ ہدایہ ص ۲۹

اگرچہ اس قول سے امام صاحب مورد طعن و تشنیع ہو گئے، لیکن الفاروق کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علم فقہ کے موجد عمر ہیں اور آئمہ اربعہ نے انھیں کی تقلید کی ہے، چنانچہ اس فن میں شبلی صاحب نے حضرت عمر کی جو تعریف کی ہے وہ ذیل میں درج کی جا رہی ہے:

فقہ کا فن تمام تر حضرت عمر کا ساختہ و برداختہ ہے، اس فن کے متعلق ان کی قابلیت اور فضیلت کا تمام صحابہ کو اعتراف تھا۔ مسند داری میں ہے، کہ حذیفہ بن الیمان نے کہا کہ فتویٰ دینا اس شخص کا کام ہے۔ جو امام ہو یا قرآن کے ناسخ و منسوخ جانتا ہو، لوگوں نے پوچھا ایسا کون شخص ہے؟ حذیفہ نے کہا، عمر بن الخطابؓ ہے، عبد اللہ بن مسعود کا قول ہے کہ اگر تمام علم عرب کا ایک پلہ میں رکھا جائے اور حضرت عمر کا دوسرے پلہ میں تو عمر کا پلہ بھاری رہے گا، فقہ کے جس قدر سلسلے آج اسلام میں قائم ہیں، سب کا مرجع حضرت عمر کی ذات بابرہ کا ہے، الفاروق

حصہ دوم ص ۸۴

اگرچہ شمس العلماء اپنے ہر دو ماہ فلک اسلام حضرت عمر فاروق کے علم کا پلہ کل عرب سے بھاری بتاتے ہیں مگر جناب خلیفہ صاحب موصوف کا معیار علم اور جناب شمس العلماء کی صدق بیانی خود حضرت عمر کے اس قول سے بخوبی روشن ہو جاتی ہے۔ جو کتب اہل سنت میں مندرج ہے اور وہ یہ جناب امیر شیعین کو اکثر امور شریعت میں غلطی کرنے سے روکا کرتے تھے، جو تقاضائے بشریت ان سے سرزد ہو جایا کرتی تھیں، چنانچہ اکثر حضرت عمرؓ کو لا علی لھا لث عمرؓ (یعنی اگر حضرت علی علیہ السلام کا وجود نہ ہوتا تو یقیناً عمر ہلاک ہو جاتا۔) اور اعدو بائس من معضلہ لیس فیہا ابو الحسنؓ پناہ مانگتا ہوں، اللہ سے ان مسائل و شواہد میں جن میں ابو الحسن نہ ہوں اور لا یتقانی اللہ بعدک یا علیؓ۔ اے علیؓ آپ کے بعد خدا مجھے زندہ نہ رکھے، فرمایا کرتے تھے، دیکھو ارجم الطالب ص ۵۵ لہ، شمس العلماء رقمطراز ہیں۔

فقہ کے جس قدر مسائل حضرت عمر سے بہ وایت صحیحہ منقول ہیں، ان کی تعداد کئی ہزار تک پہنچتی ہے۔ اور ان تمام مسائل میں آئمہ اربعہ نے ان کی تقلید کی ہے حضرت عمرؓ نے زمانہ اور حالات کی ضرورتوں سے جدید قاعدہ بکثرت وضع کئے جو آج حنفی فقہ میں بکثرت موجود ہیں برخلاف اس کے امام شافعی نے یہاں تک گرٹھے کہ ترتیب فوج تعین شعار تخصیص محاصل وغیرہ کے متعلق بھی

آنحضرت کے اقوال کو تشریحی جانتے ہیں اور حضرت عمر کے اقوال کی نسبت لکھتے ہیں کہ رسول کے قول کے سامنے کسی کے قول و فعل کی کچھ اہمیت نہیں۔ فقہ کی توسیع اور تمام ضروریات کے لئے اس کا کافی ہونا قیاس پر موقوف ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ قرآن مجید اور احادیث میں تمام جزئیات مذکور نہیں ہیں اس لئے ضرور ہے کہ ان جزئیات کا فیصلہ کرنے کے لئے قیاس شرعی سے کام لیا جائے، اسی ضرورت سے ائمہ اربعہ یعنی امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد و حنبل سب قیاس کے قائل ہوئے ہیں۔ اور ان کے مسائل کا بڑا ماتخذ قیاس ہے لیکن قیاس کی بنیاد اول جس نے ڈالی وہ عمر فاروق ہیں۔ (الفاروق حصہ دوم صفحہ ۱۹۲-۱۹۳) ۹۲

مشہلی صاحب کا یہ ارشاد بھی ہے۔

”قرآن مجید اور احادیث میں تمام جزئیات مذکور نہیں“ یہ خدا و رسول کے احکام کے خلاف ہے اس لئے کہ قرآن مجید میں کوئی چیز فرد گداشت نہیں ہوئی۔ جس پر آیات الہی شاہد ہیں۔

پہلی آیت:- ما فرطنا فی الکتاب من شیء ہم نے کتاب میں کچھ کمی نہیں کی

(پہلے ص ۱۷۷ انعام ۳۷)

دوسری آیت:- لا سراب ولا یابوس (یعنی کتاب ہم نے کوئی رطب دیا بس اس کتاب میں متروک نہیں کیا۔ ص ۱۷۸)

تیسری آیت:- تبیاننا لکلی شیء

(قرآن میں ہر شے کا بیان ہے)

جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کوئی کلی جنہ فی نہیں چھوڑا جو زبان مبارک سے نہ فرمایا ہو، بلکہ خود اس پر عمل کر کے بتا دیا۔ چنانچہ عبید بن جراح رضی اللہ عنہ میں جناب امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ لوگ علی العموم جاہل ہیں انھوں نے اپنے دین کے بارے میں دھوکا کھنا ہے اللہ نے اپنے نبی کو اس وقت تک نہیں اٹھا یا جب تک دین کو کامل نہیں کر دیا اور ان پر پورا قرآن نازل نہ کر لیا جس میں ہر چیز کی تفصیل موجود ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ نے حرام و حلال اور حدود و احکام اور ان سب چیزوں کو جن کی بابت ضرورت ہوتی ہے پورا پورا بیان فرما دیا ہے کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ ما فرطنا فی الکتاب من شیء (مقبول ترجمہ ص ۱۷۸)

شمس العلماء شبلی نعمانی نے جس قیاس کو مستحسن مانا ہے اس کی مذمت خود انھیں کے علماء کے قول سے ہوتی ہے کہ اول جس نے قیاس کیا وہ ابلیس تھا۔ اور جناب رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب ایک قوم ظاہر ہوگی جو امر و نہی میں قیاس اور رائے کو دخل دے گی جس سے اسلام گویا منہدم ہو جائے گا اس کے متعلق کتب صحاح وغیرہ میں بہت روایات اور حدیثیں ہیں۔ بخمد ان کے چند اس جگہ نقل کی جاتی ہیں۔

راول (۱) عت جابر قال رسول الله صلعم اما بعد فان خير الهدى كتاب الله وخير الهدى محمد ومشر الامور محدثاتها وكل بدعة ضلالة
سرا والا مسلم (مشکوٰۃ شریف منقول از مجمع البحرین ص ۵۲)
(دوم) وحدث عوف بن مالك الاثبع عن النبي انه قال ستفترق امتي على بضعة وسبعين فرقة اشرها على امتي قوم يقيسون الامور بامر الله هم فيجللون الحرام ويحرمون الحلال

(مقدمہ ہدایہ از مولوی عبدالحی لکھنوی ایضاً ص ۵۲)

(سوم) فاعلم ان الامة الطاهرين يحرمون الراي والقياس ولهذا المادخل ابو حنيفة على جعفر ابن محمد على ما حكاه الشرايفي في اللوائح قال بلغني انك تقيس لا تقس فان اول من قال ابليس (در اساسات البليبي ص ۳۳) ايضاً
(چہارم) كان الامام جعفر الصادق رحمه الله يقول من اعظم فتنة يكون على الامة قيسيون في الامور براءهم فينهدم الاسلام بذلك

(مقدمہ ہدایہ از مولوی عبدالحی لکھنوی ایضاً ص ۵۲)
(پنجم) وانما سموا اصحاب الراس لان عنائهم في حيل وجيد موت القياس والمعنى المستنبط من

جابر ابن عبد الله الفاري سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسک اور عمل کے لئے قرآن و حدیث ہے اور بجز اس کے جو کچھ اختراع کیا جائے وہ محدثات اور بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت عوف بن مالک اشجعی سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ میری امت شتر فرقہ سے زیادہ متفرق ہوگی اور اس میں بدترین وہ فرقہ ہے جو قیاس کرے اور جس نے قیاس کیا اس نے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کیا۔

(مقدمہ ہدایہ از مولوی عبدالحی لکھنوی ایضاً ص ۵۲)

آگاہ ہو کہ آئمہ طاہرین رائے اور قیاس کو دین میں حرام جانتے تھے لہذا جب ابو حنیفہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آئے جیسا کہ امام شرايفي نے لوائح الانوار میں بیان کیا ہے تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے فرمایا میں نے سنا ہے کہ تم قیاس سے کام لیتے ہو حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بدترین فتنة اس امت میں وہ قوم ہوگی جو امور دین میں اپنی رائے سے قیاس کرے پس دین منہدم ہو جائے گا۔

اور وہ امام ابو حنیفہ وغیرہ اس لئے اصحاب الرائے کہلاتے کہ ان کی توجہ قیاس کی ترتیب استنباط کی طرف ہو گئی یہ تو

الاحکام ونبذ الخواص علیہا وراہما یقدح
 القیاس الجلی علی احاد الاخبار وقد قال ابی
 حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہذا راوی وہو
 حسن ما قد راہنا علیہ (ملل و منحل ص ۸۲)
 (ششم) وقال امام شافعی ان عندنا بحنیفہ
 فی کثرة القیاس عدم بلوغ الاحادیث الصحیحۃ
 فی زمرہ قال علامہ احمد بن عبد السلام
 فی کتاب رفع الملام بعد ماعہ جملۃ
 من الاحادیث المتی لنعہ تبلغ الخلفاء
 الاسر لبعۃ الہ اشدین وبلغت غیرہم
 من الصحابہ (دراسات الالباب ص ۱۳۵)

بسا اوقات اپنے قیاس جلی کو حدیث و خبر واحد پر مقدم
 کرتے ہیں (پس رد کرنا حدیث رسول اللہ ص کا اور ترجیح
 دینا اپنی رائے کو گویا شریعت رسول کو منسوخ کر دینا ہے)
 اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ میری رائے ہے اور وہ
 بہتر ہے کہ جس کو معین کیا ہم نے یعنی جو ہمارا خیال ہے ذہن
 اور امام شافعی نے کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے کثرت سے
 قیاس کہنے کا یہ سبب ہے کہ (مسائل میں) ان کو صحیح
 حدیثیں نہیں ملیں، علامہ احمد بن عبد السلام نے کتاب
 رفع الملام میں ان حدیثوں کو گن کر بتایا ہے کہ جو خود
 خلفائے راشدین تک نہیں پہنچیں اور دوسرے اصحاب
 کو نہیں۔

جناب مولانا مولوی مرزا محمد ہادی صاحب بی، اے ترجمان دار ترجمہ دولت آصفیہ نے ایک
 مفید رسالہ مخصوص الحکم در بیان معنی اصول و اخبار "تالیف فرمایا جس میں آیات و احادیث او کتب
 اہل سنت کے حوالے سے بخوبی ثابت کیا ہے کہ امور دین میں کتاب خدا اور سنت رسول اللہ اور اقوال
 ائمہ معصومین سے احکام حاصل کرنا چاہیے۔ جائز الخطا انسانوں کی رائے اور قیاس پر عمل کرنا حرام
 ہے، چنانچہ لکھتے ہیں اور کسی کا تو ذکر ہی کیا ہے خود جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بجز وحی کے
 فتویٰ نہ دیتے تھے۔

چنانچہ بخاری میں منقول ہے کہ جب حضرت سے کوئی بات دریافت کی جاتی تھی اور اس کے
 باب میں نزول وحی نہ ہوتا تھا تو آپ وحی کا انتظار فرماتے تھے، ابن مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرت
 سے روح کے باب میں سوال کیا گیا تو آپ نے سکوت فرمایا۔ جب تک یہ آیت نازل نہ ہوئی، قل
 الروح من امر ربی "کہہ دو روح میرے خدا کا حکم ہے" اسی طرح حضرت جابر سے روایت ہے کہ
 وہ بیمار ہوئے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی عیادت کو تشریف لے گئے حضرت ابو بلہ
 بھی بیمار تھے، حضرت جابر غش میں پڑے تھے، آنحضرت نے وضو کیا، اور آب وضوان پر ڈالا، حضرت
 جابر ہوش میں آ گئے، حضرت جابر نے دریافت کیا کہ میں اپنے مال کو اپنے وارثوں میں کس طرح تقسیم

کہ: "نزل" پس آنحضرت نے حضرت جابر کو کوئی جواب نہیں دیا، جب تک کہ آیت میراث نازل نہ ہوئی۔
قرآن مجید میں "تعدد آیتیں قیاس اور ظن کی مذمت میں موجود ہیں، منجملہ ان کے یہ ہیں۔

جس بات کا تجھے علم نہیں اس کی پیروی نہ کر۔

(۱) لا تقف ما ليس لك به علم، پ ۱۱، سورہ الزمر

(۲) وما يتبع أكثرهم الا طغوات الظن لا يعقبون

الحق شيئا، پ ۱۱، سورہ یونس۔

(۳) ما لهم به من علم الا اتباع الظن، پ ۱۱، سورہ نساء

(۴) قل هل عندكم من علم فتخرجوا لنا ان يتبعوا

الا الظن وان انتم الا تتبعون، پ ۸

سورہ النعام۔

(۵) يا ايها الذين امنوا اجتنبوا من الظن ان

بعض الظن اثم۔ پ ۲۶، سورہ الحجرات ۲

(۶) ان يتبعوا الا الظن وما تهوى الانفس

واذا جاءهم من ربهم الهدى۔ پ ۲، سورہ النجم

گمان گناہ ہے۔

یہ لوگ گمان اور خواہش نفس کی پیروی کرتے ہیں، اور

تحقیق ان کے دہ کی طرف سے ان کے پاس ہدایت

آچکی ہے۔

غرض خدا و رسول نے ہم کو علم و یقین حاصل کرنے کا حکم دیا ہے، اور ظن و قیاس پر عمل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ مگر بقول شبلی نعمانی صاحب فلک اسلام کے ہر وہ ماہ حضرت عمرؓ نے ظن و قیاس کا طریقہ جاری کیا، اور تمام مسائل میں ائمہ اربعہ نے ان کی تقلید کی ہے، منجملہ ائمہ اربعہ کے جناب امام اعظم ابو حنیفہؒ نے اس طریقہ کو کمال عروج پر پہنچا دیا جس کی وجہ سے اجتہاد کا مرتبہ پایا۔ اور اس قدر فروغ حاصل کیا کہ دوسرے ائمہ کی شہرت کے چرچا ٹٹولنے لگے، ان کے شہرہ آفاق ہونے کے متعلق جناب نواب مولوی سید امجداد امام صاحب اپنی قابل قدر کتاب "مصابح الظلم" میں حالات تحریر کئے، ذیل میں اس کا خلاصہ درج کیا جا رہا ہے۔

"امام صاحب نے اپنے اجتہادات میں قیاس کو زیادہ دخل دیا ہے جس کی وجہ سے

یہ ہے کہ بقول امام غزالی آپ کو علم حدیث میں بہت کم دخل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ

آپ نے کوئی کتاب علم فقہ میں تصنیف نہیں فرمائی، یہ جو کہا جاتا ہے کہ امام

جعفر صادق علیہ السلام کے شاگرد تھے صحیح نہیں ہے۔ بلکہ آپ امام علیہ السلام کے

مخالف تھے اگرچہ امام صاحب دین سال امام علیہ السلام کے پہلے پیدا ہوئے تھے اور وفات بھی امام علیہ السلام کے دو تین سال بعد ہوئی ہے۔ گویا پورا زمانہ حیات آپ کا امام علیہ السلام کے ساتھ گزرا ہے مگر کسی طرح کی ارادت امام برحق کے ساتھ نہیں رکھتے تھے بلکہ مد مقابل کی حیثیت سے امام برحق کا مقابلہ کیا کرتے تھے آپ کے فروغ کی وجہ یہ ہوئی کہ منصور خلیفہ وقت کو جناب امام علیہ السلام سے بی عناد تھا۔ یہاں تک کہ امام عالی مقام مسموم ہو کر شہید ہوئے۔ منصور نے امام اعظم صاحب اجتہادات اٹھانے میں کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی چنانچہ جو کوئی امام برحق علیہ السلام سے کسی مسئلہ کو دریافت کرتا۔۔۔ تو خلیفہ مذکور ایک اشرافی جرمانہ کرتا تھا۔ بخلاف اسکے جو کوئی امام اعظم کی طرف رجوع ہوتا تو اس کو ایک اشرافی انعام دیتا تھا۔ امام اعظم صاحب کے دربار خلافت میں رسائی ہونے کی سبب یہ ہے کہ جب آپ خلیفہ وقت کے دربار میں حاضر ہوئے تو اس نے پوچھا کہ تم نے کس سے علم حاصل کیا ہے، آپ نے جواب دیا، عمر بن خطاب، علی ابن ابی طالب، عبداللہ بن عباس کے ذریعہ سے اور آخر میں فرمایا کہ ابن عباس اپنے عہد میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے منصور اس فقرے سے پھر کٹا تھا۔ آخر امام صاحب کے مذہب کو روز بروز نمایاں ہوتی نصیب ہوتی رہی، امام صاحب کا پہلی ہی حاضری میں خلیفہ وقت کو اپنا مرید بنالینا آپ کی کمال ہوشیاری و دانائی پر دلالت کرتا ہے۔ شاید اسی وجہ سے آپ کی عظمت اور منزلت قائم کرنے کیلئے احادیث فیضت بھی وضع کی گئیں جیسا کہ ہدایہ کے مقدمہ میں مولوی عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں۔

قال النبی صلعم ان آدم افتری وانا افتری برجل من امتی
اسمہ نعمان وکنیتہ ابو حنیفہ فهو سراج امتی و
سادی ایضا۔ قال النبی صلعم ان سائر الانبیاء
یفتخرون بی وانا افتری بانی حنیفہ من احبہ فقد
اجتبی ومن ابغضہ فقد ابغضنی، وقال ابن الجوزی
ان هذه الاخبار موضوعة واتفق معہ الحافظ
الذہبی والحافظ السیوطی والحافظ بن حجر
وشرح قاسم الحنفی، (منقول از مجمع البحرین ص ۵۳)
حدیثیں گڑھی ہوئی ہیں۔ حافظ ذہبی، حافظ سیوطی، حافظ ابن حجر عسقلانی، شیخ قاسم حنفی ان سب محدثین نے
ابن جوزی کے ساتھ اتفاق کیا ہے (یعنی ان کے نزدیک بھی یہ حدیثیں وضعی ہیں)

مجدد سے انھیں رکھا، مگر ابن جوزی کہتے ہیں کہ یہ
موجب امن و امان بتائے، خدا کے حکیم و حکیم کے انتخاب کو برا اور باعث فتنہ ٹھہرائے، پھر اس کو واثق

خلاصہ یہ کہ جو فریق کتاب اور سنت سے قطع نظر کر کے اپنی رائے اور قیاس پر عمل کرے، باری
تعالیٰ کو ظالم سمجھے، خطا کو اس کی ذات پاک کی طرف منسوب کرے، خلافت کے لئے اپنا انتخاب مستحسن اور
موجب امن و امان بتائے، خدا کے حکیم و حکیم کے انتخاب کو برا اور باعث فتنہ ٹھہرائے، پھر اس کو واثق

نبی قرار دے، پیغمبر خدا کے اقوال و احکام میں تفریق کرے جن کے لئے خدا کا ارشاد ہے: ”وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی“ (یعنی بغیر وحی کے اپنی خواہش نفس سے پیغمبر کلام ہی نہیں کرتا) اور اس نور خدا اور بادی دین کو بعثت سے پہلے گمراہ بتائے، اس محرم اسرار الہی کی تجویز پر اپنے خلفاء کی رائے کو ترجیح دے۔ آیات عتاب امیر کا مصداق (معاذ اللہ) رسول اللہ کو قرار دے، خلاف رائے رسول اللہ حضرت عمر کی رائے کے موافق نزول وحی کا معتقد ہو، خدا کی جسمانیت اور رویت کا قائل، کتے کی کھال پر اور اس کو گود میں لے کر نماز پڑھنا جائز، قرآن و حدیث کو چھوڑ کر اپنی رائے و قیاس کو دخل دیکر حرام کو حلال، اور حلال کو حرام بتائے، تو کیا ان اختلافات عظیم کے باوجود بھی مذہب اہلسنت اور مذہب امامیہ میں فقط ایک مسئلہ فضیلت صحابہ ہی کا اختلاف ہے؟ کیا انھیں اصول و فروع پر مصداق تبریکس نہنذام زندگی کا قور؟ آپ نے مذہب اہلسنت کو مطابق کلام الہی و احادیث رسالت بنا ہی کے سچا پایا۔ یہی تفاوت رہ از کجاست تا یہ کجا۔ اب ہم ان مسائل سے قطع نظر کر کے مسئلہ فضیلت صحابہ کی طرف جس کو آپ نے اختلافی قرار دیا ہے رجوع کرتے ہیں۔ آپ نے جو ارشاد فرمایا ہے ”ہر عقیدے کی تحقیق اور ہر اعتقادی مسئلہ کی تطبیق کتاب اللہ اور حدیث رسول سے کرنا ضروری ہے“ تو یہ تحریر فرمائیے کہ آپ نے کس کتاب خدا، اور کس حدیث رسول اللہ سے مسئلہ فضیلت صحابہ کی تحقیق کر کے ان دونوں مذاہب کی حقیقت و بطلان کا انحصار اس پر کیا ہے یہ تو اہلسنت کی ”ایجاب بندہ“ ہے۔ انھوں نے برخلاف احکام خدا و رسول، ہادی برحق کو چھوڑ کر اصحاب کو اپنا خلیفہ و پیشوا بنایا۔ ورنہ خدا و رسول نے تو امور دین اور احکام شریعت میں کہیں بھی ان کا حوالہ نہیں دیا۔ ارشاد ہوتا ہے۔

ان ھو الا سماء سمیتوھا انتم و اباؤکم
ما انزل اللہ بھا من سلطان ط ان یتبعون
الا الظن و ما تھوی الا نفس و لقد جاءھم
من ربھم الھدی۔ پ ۲۔ سورہ النجم۔

پس اگر صحابہ اچھے ہیں تو اصحاب الجنتہ ہیں۔ اور برے تھے تو اصحاب النار ہیں۔ نبش رہم بعد البیم، میں تو اس میں
ہیں۔ لیکن ان کی فضیلت سے مذہب اہلسنت و الجماعت کی سچائی یا ان کی منقصت سے مذہب امامیہ کے جھوٹے
کو کیا علاقہ۔ سنئے ارشاد ہوتا ہے۔

تلك امة قد خلت لھا ما کبت و اکلم ما کبتم
ولا تسئلون عما كانوا یعملون“ پ ۱۔ سورہ بقرہ

یہ لوگ (اپنے وقت میں) ہو گئے جو انھوں نے کیا وہ ان کے
نے اور تم نے کیا وہ تمھارے لئے اور جو کچھ وہ گنہگار تھے تم سے کہیں

کا یقین طلب مسئلہ تو یہ ہے کہ رحلت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امت کا ہادی و مقتدا منصوص من اللہ ہے یا نہیں؟ کس کی اطاعت اور پیروی خدا نے ہم پر واجب کی ہے۔ کس کی مودت و محبت دلیل صداقت ہے اور کس کی مروت دلیل کفر و نفاق ہے۔ پس جس مسئلہ پر نہ صرف ان دونوں بلکہ کل مذاہب کی حقیقت یا بطلان میں امتیاز ہے۔ وہ مسئلہ تمسک بالثقلین یعنی قرآن اور عترت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متمسک ہونا ہے۔ بلکہ فضیلت صحابہ نہیں ہے۔ پس اگر موافق مذاہب امامیہ قرآن و عترت کا منقصر من الطاعۃ ہونا ثابت ہو گیا۔ تب شیعہ شیعوں کا مذاہب حق اور سنیوں کا مذاہب باطل اور اگر بخلاف اس کے نعوذ باللہ معلوم ہوا تو سنیوں کا بچا اور شیعوں کا مذاہب جھوٹا۔ لہذا پہلے ہم اس مسئلہ کو ثابت کرتے ہیں پھر آپ کی خلافت راشدہ کو تسلیم کریں گے، پھر مطاعن صحابہ پر علماء اہلسنت نے جو پردہ پوشی کی ہے اس کی پردہ دری کریں گے۔ یقیناً ہے کہ پیغمبر اسلام نے اپنی تمام امت کو قرآن اور اہلبیت اطہار سے تمسک و اتباع کا حکم دیا ہے۔ نہ کہ قرآن صحابہ سے۔ ملاحظہ ہوں ارشادات نبویؐ۔

قال رسول الله اني تارك فيكم الثقلين اب الله وعترتي اهل بيته ان تمسكتم بهن لم يزلوا بعدي وانهما لن يفترقا حتى يردا علي الحوض

جناب رسول خدا نے فرمایا، میں تم میں مذہبی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، ایک خدا کی کتاب دوسری میری عترت اہل بیت، اگر ان دونوں سے متمسک رہو گے تو میرے بعد گمراہ نہ ہو گے اور ہرگز یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے جب تک کہ میرا پس من کو تپا نہیں۔

جناب رسول خدا نے فرمایا، میرے اہل بیت، کشتی نوح کی مانند ہیں۔ جو اس میں سوار ہوا نجات پا گیا اور جو اس سے منحرف رہا وہ غرق ہوا اور ہلاک ہوا۔

یہ وہ معتبر احادیث مسلمہ فریقین ہیں، جن کی خاتم المحدثین شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی نہ صرف تصدیق و ثبوت کی ہے، بلکہ منکر حدیث ثقلین کو بھڑکھڑا کر اسلام اور گمراہ بتایا ہے۔ اور جو مذاہب ان دونوں عظیم القدر چیزوں خلاف ہو اس کو غیر معتبر اور جھوٹا ٹھہرایا ہے، ملاحظہ ہوں ان کا بیان۔

والسنت کہ باتفاق شیعہ و سنی اس حدیث ثابت است

نیر صلی اللہ علیہ وسلم فرمود انی تارک فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بهما لن تفترقا بعدي وانهما لن یفترقا حتی یردایا الحوض

یقین کیجئے کہ باتفاق شیعہ و سنی یہ حدیث ثابت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم لوگوں میں دو گناں قد چیزیں چھوڑے جاتا ہوں اگر تم ان دونوں سے متمسک ہو گے تو ہرگز میرے بعد گمراہ نہ ہو گے، ایک دوسرے سے ہٹ کر نہ رہے ایک خدا کی کتاب اور دوسری میری عترت میرے اہل بیت ہیں

فرمود است پس نہ ہے کہ مخالفت این دو باشد در امور
شرعیہ عقیدہ و عملاً باطل و نامعتبر است و نہ کہ انکار این
دو بزرگ نماید گمراہ و خارج از دین است

تکف اشنا عشریہ ص ۱۳۹ مطبوعہ فخر المطال

پس معلوم ہوا کہ دینی مقدمات اور شرعی احکام میں پیغمبر خدا
ہم کو ان دونوں عظیم القدر چیزوں کے حوالہ فرمایا ہے، پس جو
مذہب ان دونوں چیزوں کے خلاف ہو گا وہ احکام شرعیہ
میں عقیدہ اور عملاً باطل اور غیر معتبر ہے اور جو کوئی ان دونوں
عظیم القدر چیزوں سے انکار کرے وہ گمراہ اور دین سے خارج ہے

جناب شاہ صاحب کی اس تصریح و تشریح سے نہ صرف مسئلہ فضیلت صحابہ پاؤں ہوا، بلکہ خود صحابہ کا تمام
سے فضل اور ایمان و سلام میں کامل ہونیکے بجائے ان کا صراطِ مستقیم سے پھر جانا ثابت ہوا، کیونکہ جناب رسول خدا نے
ہی سے مخاطب ہو کر اتنی تبارک حکیم النفس کتاب اللہ و عترتی ارشاد فرمایا تھا۔ اور یہی تو لفظ "بیکم" ہے جس میں قیامت
تمام امت داخل ہے، مگر افسوس ہے کہ ان صحابہ نے دنیا کی محبت میں اپنے پیغمبر کے اس فرمان کا مطلق لحاظ نہیں کیا
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقت وفات گمراہی سے بچانے کیلئے جب ارشاد فرمایا تھا۔

ایتونی بدوات و قرطاس لکھ کتابیں تضرعاً یعنی تم دوات اور کاغذ لاؤ کہ میں تمہارے لئے ایک شے لکھ دوں کہ تم
تو اصحاب نے اس حکم کی تعمیل نہ کی بلکہ اس ارشاد کو نہ جان سے تعبیر کیا۔ اور اپنے پیغمبر کو یہ جواب دیا کہ حسبنا کتاب اللہ
ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے (پس محض حسبنا کتاب اللہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ جناب خلیفہ صاحب محمد
بن محمد ان دو گراندہ چیزوں کے عترت رسول اللہ سے آنحضرت کی زندگی ہی میں سنت بردار ہو گئے تھے اور فیصلہ کر
تھے کہ ہم کو ان کی طاعت و متابعت کی ضرورت نہیں ہے چنانچہ اپنی رائے پر عمل کیا، اور آنحضرت کی وفات کے
مسند شریعت پر امت کے حاکم بن بیٹھے اور عترت رسول کو اپنا محکوم و تابع سمجھنے لگے، یہی نہیں بلکہ طرح طرح
ریج دینے لگے۔ (جسکی تفصیل انشاء اللہ آئندہ آئے گی) اب ہی کتاب خدا اسکے ساتھ تھی یہ کیا گیا کہ احکام الہی
اپنے قیاس و رائے کو دخل دیکر حلال کو حرام، اور حرام کو حلال کر دیا جیسا کہ کتب اہل سنت میں مذکور ہے، مستند
اور متفقہ النساء جو جناب سالتماب کے زمانہ میں حلال تھے انکو اپنی رائے سے منسوخ کر دیا۔ اسکی تفصیل انشاء اللہ
میں ہوگی، اس جگہ دو ایک روایتیں پیش کی جا رہی ہیں۔

۱) قال عطاء قد ۳ جابر بن عبد اللہ معتمر افجنتہ
فی منزل یثا لہ القوم من اشیائکم ذک المتعہ
فقال نعم استمتعنا عهد رسول اللہ وانی کمر عمر
مسلم ص ۵۴

۲) عن ابی عباس سمعت عمر یقول اللہ انی لانہا کم اللہ
عن المتعہ وانہا لفی کتاب اللہ ولقد فعلمہا رسول
یعنی العرقہ بالحد باب المتعہ من کتاب سنن الحج جلد ۲ ص ۱۶

عطاء کہتے ہیں کہ جابر بن عبد اللہ، عمرہ کی غرض سے (مکہ) آئے
پس عمر انکی قیام گاہ پر آئے، تو کچھ لوگوں نے ان سے چند چیزیں
بارے میں سوال کیا، پھر متعہ کا ذکر کیا، جابر بن عبد اللہ
کہا، ہاں ہم نے رسول اور ابو بکر اور عمر کے (ابتدائی) زمانہ
ابن عباس وایت کرتے ہیں کہ ہم نے عمر کو یہ کہتے سنا کہ انکی
قسم کو متعہ سے وکتا ہوں، باوجودیکہ کتاب اللہ میں
ہے اور رسول اللہ نے بھی اسکو کیا، یعنی عمرہ حج کے

(۳) فصل فی اولیات عمر قال العسکری ص واول من سمی امیر المؤمنین واول من کتب التاریخ من الهجرة واول من اتخذ بیت المال واول من سن قیام شهر رمضان واول من عیش باللیل واول من عاقب علی الهجاء واول من ضرب فی الحز ثمانین جلدۃ واول من حرم الممتعه واول من نہی عن بیع امہات الاولاد واول من جمع الناس فی صلوٰۃ الجنازة علی اربعۃ تکبیرات (الی اخره) تاریخ الخلفاء ص ۹۷

اولیات عمر کا بیان عسکری کہتے ہیں کہ سب سے پہلے عمر نے اپنا نام امیر المؤمنین رکھا۔ سب سے پہلے انھوں نے تاریخ کی ابتداء ہجرت سے کی، سب سے پہلے انھوں نے بیت المال قائم کیا، سب سے پہلے انھوں نے تراویح کی سنت قائم کی، رات کو چھپ کر گشت لگانے کی ابتداء عمر ہی نے کی سب سے پہلے ہجو کرنے والے کی سزا عمر نے کی، سب سے پہلے شراب پینے پر پابندی کوڑے کی حد عمر نے جاری کی، سب سے پہلے متعہ کو عمر نے حرام کیا۔ ام ولد کی بیع کو عمر ہی نے سب سے پہلے روکا، اور سب سے پہلے عمر ہی نے نماز جنازہ میں چار تکبیروں پر لوگوں کو متفق کیا۔

اس قسم کی بہت سی روایتیں ہیں جن کو طول کے خوف سے ترک کرتے ہیں، اور یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ ایسا کرنے والوں کا انجام کیا ہے، اور خدا کا ارشاد کیا ہے، ملاحظہ ہو۔

(۱) یا ایہا الذین امنوا لا تتخووا طیبات ما احل اللہ لکم ولا تعدوا ان اللہ لا یحب المعتدین، پک سورۃ مائدہ ۱۲۷
(۲) ما کان المؤمن ولا المؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ ان یکون لہم الخیرۃ من امرہم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل صلاکلا صبیحہ

اے ایماندارو! جو چیزیں تمہارے لئے خدا نے حلال کی ہیں ان کو اپنے اوپر حرام نہ کرو، اور حد سے زیادہ نہ بڑھو۔ کیونکہ خدا حد سے زیادہ بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ جب خدا اور اس کے رسول کسی امر کا فیصلہ کر دیں تو کسی مومن اور مومنہ کو ان کے کسی معاملہ میں کوئی اختیار نہیں ہے اور جو خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ کھلم کھلا گمراہ ہے۔

اب دو ایک حدیثیں بخاری شریف کی بھی ملاحظہ فرمائیے،

(۱) عن عائشہ قالت قال رسول اللہ ص لم یجد فی امرنا لیس متافہو مردودہ بخاری جلد چہارم ص ۷۷

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول خدا نے فرمایا جس نے دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی وہ ہم سے نہیں ہے اور وہ مردود ہے۔

(۲) اذا اجتہد العاقل والمحاکم فخطأ خلا الرسول من غیر علم فحکمہ مردود

جس وقت عاقل یا حاکم اجتہاد کرے، اور بغیر علم کے حکم رسول کے خلاف غلطی کرے تو اس کا حکم مردود ہے۔

يقول النبي من عمل عملاً ليس عليه امرنا

فهو مردود بخلاف جلد ۴ ص ۱۷۱

نیز آنحضرت فرماتے ہیں، جو شخص کوئی عمل کرے اور ہم نے اس کے بارے میں حکم نہ دیا ہو وہ عمل ناقابل قبول ہو۔

غرض جن اصحاب نے حدیث ثقلین کو بالائے طاق رکھ کر احکام الہی میں اپنی رائے کو دخل دیا اور عترت رسول کو چھوڑ بیٹھے، ان پر فقہ فضل ضلالا لبینا اور ارشاد نبوی "غرق و ہوی" صادق آتا ہے جس کی تصریح شاہ صاحب ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

ہر کہ انکار ایں دو بزرگ نماید گمراہ و خارج از دین است ہر کہ انکار کرے وہ گمراہ اور دین سے خارج ہے۔

اگر یہ قول مسلم ہے کہ "او خویشتر گم است کما رہبری کند" اس صورت میں حد سے زیادہ حیرت کی بات ہے کہ آپ ائمہ حضرات کی فضیلت و خلافت پر مذہب اہل سنت و الجماعت کو سچا بتائیں جن کا ابطال بقول شاہ صاحب ثابت ہے۔

مذہب ہے کہ مخالف ایں دو باشد در امور شرعیہ عقیدہ و عملاً باطل و نامعتبر است شرع میں بروئے اعتقاد اور عمل باطل اور ناقابل اعتبار ہے۔

یہ امر بھی ظاہر ہے کہ جس طرح اصحاب نے اہلبیت اطہار کو چھوڑ دیا تھا، اسی طرح اہلسنت بھی ان کی پیروی میں اہل بیت کو چھوڑے ہوئے ہیں، اور ایسے بھولے ہوئے ہیں کہ ان میں سے اکثر افراد کو اہلبیت اطہار کے اسماء مبارکہ تک بھی یاد نہیں، ہاں زبان سے تو لائے اہلبیت کا دعویٰ اور کچھ کر کے مندرجہ ذیل آیت کے مصداق ٹھہرتے ہیں۔

"يقولون بافواههم ما ليس في قلوبهم" وہ اپنے منہ سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں

یہی وجہ ہے کہ عملاً اور قولاً کسی طرح بھی مودت اہل بیت ان سے ظاہر نہیں ہوتی، بلکہ اہل حق

پائی جاتی ہے۔ چنانچہ ایک صلوٰۃ "ہی میں امتحان کر لیجئے کہ بقول امام فخر الدین رازی اور دوسرے

علماء کبار اہل بیت اطہار پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صلوٰۃ میں شریک ہیں، اور جو مسلمان

میں تشریف اللہ صلی علی محمد کے ساتھ آل محمدؑ نہ کہے تو اس کی نماز ہی باطل ہے، یہی تو امام

شافعی صاحب بھی فرماتے ہیں: من لم يصل عليك لا صلوٰۃ له یعنی جو شخص اے محمدؐ

محمدؐ پر صلوٰۃ نہ بھیجے اس کی نماز ہی نہیں ہوتی، اس کے باوجود تمام اہل سنت نے "باستثناء آل محمدؐ

آل محمدؐ کا لفظ اپنی تحریر و تقریر سے بالکل خارج کر دیا، مگر افسوس کہ خدائے علیم و حکیم اپنے جس

امامت و خلافت پر دین اسلام کو مکمل کرے جس کو خدا کا رسول اپنے بعد تمام امت پر خلیفہ اور ہادی مقرر کر کے اعلان عام کر جائے۔ امت اس کی یہ منزلت کرے کہ بجائے پیروی و اطاعت کے ظن کرے کہ حضرت علیؑ سے دین خدا کا کام اچھی طرح انجام نہیں پاسکا۔ جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب تحریر یہ کرتے ہیں۔

”اکثر اہل اسلام مالکیان، حنفیان و حنبلیان شافعیان اند اصل مذہب ایشان معتدست بر مسائل اجماعیہ فاروق و بجز چند مسائل بر آثار مرتضیٰ فتح اسلام واقع نہ شد و در پیچ فتنہ از فتون شرعی ہدایت کلی بر آثار مرتضوی نیامدہ و بر دست ایشان خلافت منتظم نہ گشت“ ^{یعنین} موصوف ہی اپنے رسالہ تفضیل الشیخین میں لکھتے ہیں۔

”جماعت مذہب اربعہ اہل سنت بر آثار مرتضیٰ نیست بلکہ بر اجماعیات عمر بن خطاب و قتادہ بن مسعود ست۔“ چاروں مذہب کے اہم مسائل حضرت مرتضیٰ کے آثار پر نہیں ہیں، بلکہ عمر بن خطاب کے اجماعیات اور ابن مسعود کے فتوے پر ہیں۔

شاہ صاحب موصوف نے اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ ”باب مذینۃ العلم“ کے اد پر اس طرح کانارہ اٹھلے کہ بیٹھے۔

”از حضرت مرتضیٰ در مسئلہ فقہ غلط و اٹح شد از عجائبات است کہ مثل ابو ہریرہ کہ صحبت او با حضرت قلیل ست در مذہب ما پنج ہزار حدیث روایت کردہ اند و حضرت مرتضیٰ با وجود صحبت دائمہ و کمال فقاہت و تمام حفظ و انضمام استماع از صدیق و فاروق بسیارے از حدیث ہا مسموعات و توش عدم مانع از روایت کہ عبارت از قلت بقا است بعد از حضرت چنانچہ در صدیق بوجہ است بلا استثناء در امور فاس چنانچہ در فاروق

مسئلہ فقہ میں حضرت مرتضیٰ سے غلطی ہوئی ہے۔ اور تعجب تو یہ ہے کہ ابو ہریرہ جو بہت کم آنحضرت کی صحبت میں رہے اس کے باوجود ہمارے مذہب (اہل سنت) میں ان سے پانچ ہزار حدیثیں روایت کی گئی ہیں، اور حضرت مرتضیٰ آنحضرت کے ساتھ دائمی صحبت رکھنے اور اعلیٰ درجہ کے فقیہ ہونے کے باوجود اور ارشادات نبوی کو محفوظ رکھنے اور صدیق و فاروق سے حدیث سننے کے انضمام ہونے کے ساتھ۔ نیز بہت سی اپنی سنی ہوئی حدیثیں، اور ان کے لئے روایت کرنے سے کوئی چیز مانع بھی نہیں تھی، یعنی آنحضرت کے بعد ان کو

بودہ ست، یا قلت اشغال در مسائل فقیہہ،
چنانچہ در طلحہ وزبیر بود مدنے درازہ در مدینہ باشد
وروایت نہ نکتند مردمان از دے حدیث و یاد
نگیرند از ویح مسئلہ باز در کوفہ چون روایت کند
حدیث او تا پانصد نہ رسد، و آں نیز مختل گردد
بشرط صحت نہ رسد الاقلیلے (تفصیل الشیخین)

کم موقع نہیں ملا۔ جیسے کہ صدیق کو کم موقع ملا۔ یا لوگوں کے معاملہ
میں مشغول رہے، جیسے کہ فاروق کے لئے تھا۔ یا یہ بھی آپ
کے لئے نہیں ہوا کہ طلحہ وزبیر کے مانند مسائل فقیہہ میں
مشغول ہونے کا موقع نہ ملا ہو، ان چیزوں کے باوجود
آپ ایک مدت تک مدینہ میں رہے، اور ایک روایت
بھی لوگوں نے آپ سے نہیں کیا۔ اور نہ کوئی مسئلہ پوچھا
ہاں جب کوفہ پہنچے تو حدیث بیان کرنا شروع کیا پھر بھی آپ کی روایت کی تعداد پانچ سو تک بھی
نہیں پہنچی، اور وہ بھی کمزور اور ناقابل اعتبار جو صحت کی شرائط پر پوری نہیں اترتیں سو اے چند حدیثوں کے
اسی طرح یہ لوگ آئمہ ظاہرین علیہم السلام کو معصوم نہیں مانتے بلکہ ان کو خاطی سمجھتے ہیں
جیسا کہ مولوی عبدالعلی صاحب شرح مسلم میں تحریر کرتے ہیں۔

”اجماع اهل البيت ليس بحجة خلافا
للشيعة فانهم قد يصيبون وقد يخطون
ويجيئهم الزلّة وهي وقّعهم في
الذنب من غير تعد كما وقع من سيد
النساء من حجّها خليفة رسول الله حين
منعها ذلك“

یعنی اہلبیت کا اجماع حجت نہیں ہے، برخلاف شیعہ کے
دک ان نزدیک حجت ہے) کیونکہ اہلبیت کبھی خطا کرتے
ہیں اور کبھی صواب، ان سے لغزش ہونا درست، غیر
ارادی طور پر ان سے گناہ واقع ہو جاتا ہے، جیسے جناب
فاطمہ زہرا علیہا السلام سے، کہ انھوں نے رسول کے خلیفہ
(ابوبکر) سے بونٹا ہی چھوڑ دیا، جبکہ ابوبکر نے ان سے
فدک چھین لیا۔“

اسی طرح ذہبی نے کتاب مغنی میں امام جعفر صادق علیہ السلام کو بچھول الحال، اور ضعیف راویوں
میں شمار کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ لم یخرج بہ البخاری (امام بخاری نے ان سے کوئی حدیث نہیں لی)
نیز میزان الاعتدال میں بھی ہے۔

لم یخرج بہ البخاری وقال یحیی بن سعید القطان شیخ البخاری اجد فی نفسی منہ شیئا وکام
مالک لا یدوی من جعفر حتی یضمدہ الی احد، بخاری نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کوئی حدیث

عہ پیش نظر کتاب میں خط کشیدہ الفاظ کی جگہ یہ جملہ ہے۔ ”فی امر غیر مناسب“

۱۲ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت جلد ۲ ص ۵ طبع نول کشور۔ ۱۲ عالمہ حیدری

نہیں لیا، یحییٰ بن سعید قطان شیخ بخاری کا بیان ہے کہ ہم اپنے دل میں آنجناب سے کچھ خلش پاتے ہیں اور امام مالک آنجناب سے کوئی روایت نہیں کرتے تھے، جب تک آپ کے ساتھ کسی اور راوی کو شریک نہیں کر لیتے تھے، جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو عقیلی نے ضعیف لوگوں میں شمار کیا ہے، اور کہا ہے کہ حدیث غیر محفوظ، یعنی ان حضرات کی حدیث محفوظ نہیں ہے۔ (یعنی صحیح نہیں ہے) اور جناب امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے۔ قال ابو الحسن الدارقطنی اخبرنی ابن حبان فی کتابہ فقال علی بن موسی الرضا یروی عن ابیہ عجائب یسموہم وینحطی، یعنی وار قطنی نے روایت کی ہے کہ ابن حبان نے اپنی کتاب میں مجھے خبر دی کہ علی بن موسیٰ الرضا اپنے باپ سے عجیب عجیب باتیں دہم و خطا کی بیان کرتے ہیں۔ اور امام حسن عسکریؑ کے بارے میں رحمۃ اللہ سندی نے مختصر تہذیب الشریعت میں لکھا ہے۔ لیس شئی یعنی (معاذ اللہ) وہ حضرت کوئی چیز نہیں ہیں۔

ابن تیمیہ، منہاج السنۃ جلد ۲ ص ۱۳۱ پر لکھتے ہیں۔

فان علماء المعروفین بالروایۃ الذین کافوا فی زمت هذا الحن العسکری لیس لهم عنہ رواۃ مشہورۃ فی کتب اهل العلم شیوخ اهل کتب السند البخاری و مسلم و ابی داؤد و الترمذی و نسائی و ابن ماجہ کافوا موجودین فی ذلک الزمان قبلہ و بعدہ وقد جمع الحافظ ابو القاسم بن عساکر شیوخ النک من شیوخ هؤلاء الائمہ۔ فلیس من هؤلاء الائمۃ من راوی عن الحن العسکری مع رواۃ یتهم من الوفاء مولفۃ اهل الحدیث

علم حدیث کے مشہور علماء امام حسن عسکریؑ کے زمانہ میں موجود تھے مگر انہوں نے امام حسن عسکریؑ سے کوئی مشہور روایت بھی اہل علم کی کتابوں میں نہیں درج کیا، شیوخ اہل کتب سند بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ یہ سب امام حسن عسکریؑ کے زمانہ میں اور ان کے پہلے اور بعد موجود تھے۔ نیز حافظ ابو القاسم ابن عساکر نے مذکورہ تمام ائمہ حدیث کے مشائخ کے اسماء کو لکھا، مگر ان میں سے کسی امام نے بھی امام عسکریؑ سے روایت نہیں کیا، حالانکہ انہوں نے ہزاروں راویوں سے روایتیں لی ہیں۔

منقول از تنقیہ بخاری حصہ دوم ص ۶۶

اسی طرح امام فخر الدین رازی نہایت العقول میں لکھتے ہیں۔

والعجب انہم یزعمون فی التقی والتقی والحن بڑے تعجب کی بات ہے کہ یہ شیعہ گمان کرتے ہیں کہ امام

العسکری انهم کافی عالمین بجمیع المسائل
الاصولیة والفروعیة وجمیعها وتفصیلها مع
انهم کافی فی ضمان خواص العلماء فی اصناف
العلوم وکثرة تصانیفهم مع ذلک لم یظهر
من احد منهم شیء من العلوم الا القلیل ولا
الکثیر ولم یظهر واحد منهم شیء
من المسائل مع المخالفین ولم یظهر منهم
تصنیف متنقح به کما یظهر من الشافعی و
محمد بن الحسن من الفقهاء والمتکلمین و
المجتهدین

تقی علیہ السلام و امام تقی علیہ السلام اور امام حسن عسکری علیہ السلام
تمام اصولی و فروعی مسائل کے جاننے والے تھے اور ان کے اجمال اور
تفصیل سے بھی واقف تھے اس کے باوجود یہ حضرات ایسے زمانہ
میں تھے کہ اس وقت ہر علم کے علماء وجود تھے اور ان علماء کی بہت سی تصانیف تھیں

پھر بھی مذکورہ تینوں امام سے کوئی علم کی بات ظاہر نہیں
ہوئی۔ نہ کم اور نہ زیادہ۔ اور نہ بھی یہ حضرات اہل علم کی صحبتوں
میں آکر بیٹھے۔ اور نہ مخالفین سے کبھی کسی علمی مسئلہ پر گفتگو کی، اور
نہ ان حضرات سے کوئی تصنیف ظاہر ہوئی جس سے لوگ نفع
اٹھاتے جیسے امام شافعی اور محمد بن الحسن اور دوسرے فقہاء و
متکلمین و مجتہدین سے تصانیف وجود میں آئیں۔

اب سنئے، اگر آپ حضرات کتب اہل سنت کو غور سے دیکھیں گے تو معلوم ہو گا کہ صحیح بخاری
سنن ابی داؤد، سنن نسائی، وابن ماجہ وغیرہ کی اکثر روایتیں خارجیوں کی روایتوں سے مزین ہیں۔
مثلاً حصین بن نمیر جس نے شہزادہ علی اکبرؑ شہید بنعمیر کو نیزہ مار کر شہید کیا تھا، شہر بن جندہ جس نے
آٹھ ہزار شیعوں کو قتل کرایا، شہد بن بلعی جو معرکہ کربلا میں سپاہ شام کا سپہ سالار تھا، جس نے
امام حسین علیہ السلام کو نیزہ و شمشیر سے صدمات پہنچائے تھے، شمر ذی الجوشن جس کی شقاوت
اظہار میں شمس ہے۔ ابن سعد، مروان بن حکم طرید رسولؐ وغیرہ۔ بخاری کے روایہ میں داخل ہیں۔ غور کیجئے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو یہ فرمایا کہ میری آل سے متمسک رہو گے تو میرے بعد گمراہ نہ ہو گے
اور آپ کے علماء، ناصبیوں، خارجیوں سے حدیثیں، روایتیں لیں، اور آل رسولؐ جو تمام امت
کے ہادی و پیشوا ہیں ان کی حدیث پر اعتبار نہ کریں اس پر ان کتابوں کو خدا کی کتاب سے بڑھ کر سمجھا
جائے۔ اس روشنی میں تو ہم بلا خوف تردید کہتے ہیں کہ تمھارا اصلی مدعا یہ ہے کہ آل رسولؐ کا نام صفحہ
ہستی سے مٹ جائے، چنانچہ تحریر و تقریر سے تو آل کے لفظ مٹا ہی چکے ہو، یعنی صرف "صلی اللہ علیہ وسلم"
اور صرف "صلی علی رسولہ الکریم" کہتے اور لکھتے ہو، البتہ حدیث ثقلین میں لفظ آل باقی ہے، مگر اب اس
کی بھی مٹانا شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ حال ہی میں ایک کتاب "تاریخ الامۃ حصہ اول سیرۃ الرسولؐ"
مصنفہ حافظ مولوی اسلم صاحب جیراج پوری استاد تاریخ اسلام جامعہ اسلامیہ، مطبوعہ
علی گڑھ شائع ہوئی ہے جس کے صفحہ ۱۲۷ پر کچھ سرسری طور پر جناب رسول خداؐ کے اس خطبہ کا ذکر کر دیا ہے

جو آپ نے غدیر کے میدان میں ارشاد فرمایا تھا۔ مولوی صاحب موصوف نے اس خطبہ سے آل کا لفظ خارج کر دیا۔ ملاحظہ ہو 'ان کے الفاظ یہ ہیں۔

”ج (حجۃ الوداع) کے بعد آپ نے مسلمانوں کو جہاں ایک لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کا اجتماع ہوا مخاطب کر کے ایک موثر خطبہ پڑھا پھر فرمایا، اے لوگو! میں نے تمہارے درمیان ایک ایسی چیز چھوڑی جس کو اگر تم مضبوط پکڑو گے تو میرے بعد گمراہ نہ ہو گے، ”وہ قرآن ہے۔“

حالانکہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعتوقی اہلبیتی جو قریقین کے نزدیک مسلم ہے۔ مگر افسوس کہ تعصب کی وجہ سے مولوی صاحب نے اس حدیث سے انکار کر دیا، جن کو ان کے پیشوا تسلیم کرتے ہیں، اب تمہیں بتاؤ کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام میں یہ کھلم کھلا تحریف نہیں ہے؟ اب سچ بتاؤ کہ خدا و رسول کے احکام کی پیروی کرتے ہو۔ یا اپنے خلفاء کی، پھر لطف کی بات یہ کہ ہدایت یافتہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہو، مگر سنو! کوئی خدا کے نور کو نہیں بجھا سکتا، یہ اللہ کی قدرت ہے کہ وہ اکھیں لوگوں کی زبان و قلم سے حق بات کھلوا دیتا ہے۔ اور لکھوا دیتا ہے۔ جو اصحاب ثلاثہ کی فضیلتوں میں رات دن رطب اللسان ہیں۔

چنانچہ علامہ محمد بن عقیل صاحب نصلح کا فیہ آئمہ اربعہ اور دوسرے علماء پر طنز کرتے ہیں کہ ہمارے علماء نے تابعین کے مناقب میں مستقل رسالے لکھ ڈالے مگر آل محمد علیہم السلام جو فضائل تابعین ہیں ان کا کہیں ذکر نہیں، بلکہ ان کو تابعین میں بھی شمار نہیں کرتے۔ ان کی اصل عبارت سب ذیل ہے۔

بعض اصحابنا بعد ذلک تفاضل الصحابة ذکر
تفاضل التابعین فقال بعضهم فضل التابعین والیس
القرنی وقال بعضهم الحسن البصری قال اخرون
سید بن المسیب ولم یقل احداً یا فضیلة الامام
زین العابدین بن الحسین علیہما السلام
وہو واللہ افضلہما واعجب من هذا ان
بعض علماء الشافعیہ افرغ فی مؤلف له
ہمارے مذہب کے بعض علماء نے صحابہ کی ایک دوسری
پر فضیلت کو بیان کرنے کے بعد تابعین کے ایک دوسرے
پر فضیلت کا ذکر کیا ہے، پس بعض علماء کہتے ہیں کہ سب
سے افضل تابعی اویس قرنی ہیں۔ بعض کہتے ہیں حسن بصری
ہیں۔ اور بعض دوسرے کہتے ہیں کہ افضل تابعی سعید
بن مسیب ہیں۔ مگر ان علماء میں کوئی یہ نہیں کہتا کہ
سب سے افضل تابعی امام زین العابدین بن الحسین علیہما السلام ہیں۔

فضلا فی ذکر کبار التابعین وعد منهم نحو
العشرة ولهم ذکر فیہم زین العابدین
ولا الحسن المثنی ولا محمد بن الحنفیہ ولا
ادری ما انصار فلاح ذلک والحال
انہ من کبار العلماء المطلقین وتالیفہ
کان بعد انقضاء الدولة الامیہ والعباسیہ
واللہ ان ہذا القریب من الجفاء وان لم
یکن الجفاء بعیدہ نصاب الکافیہ ص ۱۹۱
عالم ہیں، نیز ان کی تالیف (جس میں صرف کبار تابعین کا ذکر ہے) بنی امیہ اور بنی عباسیہ کی سلطنت ختم ہو جانے
کے بعد وجود میں آئی۔ (جب کہ کوئی خطرہ بھی نہیں تھا۔) خدا کی قسم اگر یہ اہل بیت پر صریحی ظلم نہیں ہے تو قریب بہ
ظلم ضرور ہے۔

مختصر یہ کہ خداوند عالم نے ہدایت کرنے کا منصب صرف آل محمد کو عطا فرمایا تھا۔ صحابہ کو
نہیں دیا تھا، آل محمد ہی ہادی اور مقتدا ہیں، اور کتاب اللہ اور عزت رسول اللہ دونوں پر مذہب
کی حقیقت و بطلان کا دار و مدار ہے۔ لہذا انھیں حضرات (آل محمد) ہی کی پیروی واجب ہے، کسی
اور کی نہیں، ارشاد ہوتا ہے۔

افمن یہدی الی الحق احق ان یتبع امن
لا یہدی الا ان یہدی فما لکم کیف
تتکلمون۔ پ ۱۱ سورہ اہل بیت ۳
کیا وہ جو تم کو حق تک پہنچائے، وہ اس امر کا مستحق ہے کہ
اس کی پیروی کی جائے یا وہ جس کو راستہ نہیں ملتا جب تک
کہ... اور کوئی اس کو راستہ نہ بتائے، پس تم کو کیا ہو گیا
ہے اور کیسے فیصلہ کرتے ہو۔

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: علی مع القرآن والقرآن
مع علی (حضرت علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن حضرت علیؑ کے ساتھ ہے) اور امام محمد باقر علیہ السلام
فرماتے ہیں:-

”جو خود ہدایت نہیں پاتے جب تک کہ ان کو ہدایت نہ کی جائے، وہ قریش
اور غیر قریش سب ہیں جنہوں نے بعد ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
مخالفت کی۔“ تفسیر قمی (مقبول ترجمہ)

اگرچہ مذکورہ بالا وجوہوں سے دعوائے (فضیلت صحابہ) ہوا ہو گیا، اور بنا الفاسد علی الفاسد کی بناء پر مذہب اہل سنت والجماعت حسب ارشاد شاہ صاحب اچھی طرح باطل اور نامعتبر ہو گیا۔ اور اب اس مسئلہ میں زیادہ گفتگو کی ضرورت نہیں مگر چونکہ آپ نے آیات بینات کی بناء پر اس مسئلہ خاص پر قائم کی ہے اس لئے ہم بھی بقول شاہ صاحب اسی مسئلہ پر مزید گفتگو کرتے ہیں۔

چوں بنائے کلام بر اصول گر وہ ہے دیگر نہادہ
چوں کہ کلام کی بناء ایک دوسرے گر وہ کے اصول پر
است ناچار زمام اختیار بدست آنا
داده ہر جا کہ کشیدہ بر بند میرود و بہر رنگ کہ
رنگین کنند می شود پیشہ
دے دی گئی ہے، اس لئے مجبوراً غناں اختیار ان کے ہاتھ میں
دے دی گئی ہے۔ جہاں کھنچ کر لے جائیں چلا جاتا ہے۔
اور جس رنگ سے رنگیں رنگ جاتا ہے۔

واضح ہو کہ آپ کا یہ فرمانا کہ (جس طرح اہل سنت اصحاب کو تمام امرت سے مرتبے میں

اعلیٰ و افضل اور ایمان و اسلام میں کامل سمجھتے ہیں، اسی طرح شیعہ ان کو بُرا اور خراب حتیٰ کہ کافر و مرتد کہتے ہیں۔) درست نہیں ہے۔ کیونکہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو چار یا دس بیس نہ تھے۔ بلکہ ہزاروں اور لاکھوں تھے اور یہ ظاہر ہے کہ وہ سب کے سب ہی سچے اسلام لانے والے اور پکے ایمان والے نہ تھے، بلکہ ان میں فاسق اور منافق بھی تھے۔ صرف شیعہ ہی نہیں بلکہ خدا بھی یہی فرماتا ہے: "مَنْهُمْ الْمُؤْمِنُونَ وَ أَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ" (ان میں مومنین ہیں اور اکثر ان میں فاسقین ہیں) پس شیعہ کلام الہی کے مطابق صرف منافقین صحابہ کو برا سمجھتے ہیں۔ مومنین صحابہ کی فضیلت و منزلت کو دل و جان سے ملتے ہیں۔ کتب امامیہ میں آنکہ ظاہرین علیہم السلام کے اقوال صحابہ کبار کی تقریر میں جا بجا موجود ہیں۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین، مومنین صحابہ کو جن الفاظ میں یاد فرماتے تھے وہ درج ذیل ہے۔

اینا القوم الذین دعوا الی الاسلام فقبلو
وقرؤ القرآن فاحکموہ، وہیجی الی لقتال
فولھو اولہ اللقاح الی اولادھادسلوا
السیوف من اعدھادھا، اخذوا باطراف
الارض، نزعھا زحفا، وصفا صفا، بعض
ھلک و بعض نجلا یمشرون بالاحیاء
ولا یعززون بالموتی، قرأ العیون من البکا
کہاں ہیں وہ لوگ جن کو اسلام کی دعوت دی گئی تو انھوں
نے اس کو قبول کیا۔ اور قرآن کو ان کے سامنے پڑھا گیا تو
مان گئے، اور جہاد کے لئے انھیں آمادہ کیا گیا تو اس کی طرف
اس طرح ٹوٹ پڑے جیسے اونٹنی اپنے بچوں کی طرف، اور
تلواروں کو باہر نیام سے کھنچ کر رکھ لیا۔ اور زمین کے اطراف
کو گروہ گروہ، نصف باندھ باندھ کر لے لیا۔ کچھ ان میں
سے شہید ہو گئے، اور کچھ زندہ رہے مگر زندوں کی زندگی

خمص البطون من الصيام ذبل الشفاة
من الدعا، صفرا لوات من السهر، علی
وجہ ہم غيرة الخ شعیب اولئك اخوانی
الذامعون فحق لنا ان نظما الیهم ونعق
الایدی علی فراقصهم،

نیج البلاغہ جلد ۲۳ جزو اول مطبوعہ مصر

پر خوش نہیں کئے گئے۔ اور مرنے والوں پر انھیں تعزیت
نہیں دی گئی۔ (خوف خدا سے) روتے روتے ان کی آنکھیں
خراب ہو گئی تھیں۔ زیادہ روزہ رکھنے سے ان کے شکم
پشت سے مل گئے تھے۔ دعا کرنے سے ان کے ہونٹ خشک
ہو گئے تھے، شب بیداری کی بنا پر رنگ زرد ہو گیا،
خشوع کرنے والوں کی مانند ان کے چہرے گرد آلود ہو گئے

تھے، یہی لوگ میرے بھائی ہیں جو گزر گئے، لہذا ہمیں حق ہے کہ ان کے دیدار کے پیاسے نہیں اور ان کی جدائی
پر کف افسوس ملیں۔

(نیز دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ ولقد سرائت اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ
فما اراى احداً منکم لشبیم ہم لقد کادی الصبحی شعثاً غبراً تا آخر۔ نیج البلاغہ مذکورہ
صفحہ ۱۸ اس عبارت کا حاصل بھی تقریباً وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔
اسی طرح امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں۔

اللهم واصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
خاصة الذین احسن الصحابة والذین
ابوء البلاء الحسن فی نصرة وکافوه و
اسراعوا الی وفادته وسابقوا الی دعوته،
واسلجوا له حیث اسمعهم حجة رسالته
وفاسرخوا الانرافاج والاوکاد، فی اظہار
کلمته وقاقلہا الالباء والابناء فی تثبیت
نبوته وانتصر وایہ ومن کافوا منطوبین علی
محبة یرجون تجارة لت بتور فی مودته
والذین هجرتهم لعشائر اذا تعلقوا بعرو
وانتفت منهم القرا بات اذ سکوا فی ظل
قربته فلا تنس لهم اللهم ما ترکوا الذک و
فیک دارضهم من رضوانک وبما حاشوا

پالنے والے! جناب محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے اصحاب پر (رحمت نازل فرما) خاص کر ان اصحاب
پر جنہوں نے حق صحبت خوب اچھی طرح ادا کیا، جنہوں نے
اپنے پیغمبر کی نفرت اور مدد کرنے میں طرح طرح کی مصیبتیں
برداشت کیں اور آنحضرت کی حمایت کی اور ان تک
پہنچنے میں جلدی کی، آنحضرت کی دعوت کو قبول کرنے
میں سبقت کی، اور جیب پیغمبر خدا نے اپنی رسالت کی محبت
انھیں سنائیں تو انھوں نے بغیر کسی تردد کے قبول
کر لیا۔ اور حق بات ظاہر کرنے کے لئے اپنی ازواج اور
اولاد کو چھوڑ دیا۔ اور آنحضرت کی نبوت کو ثابت
کرنے کے لئے، اپنے باپ بیٹوں سے جنگ کیا اور
آنحضرت کے ذریعہ سے قلبہ حاصل کیا اور ان کی محبت
دل میں لئے ہوئے تھے۔ وہ اس تجارت کے امیدوار تھے

الخلق عليك وكانوا مع رسولك دعاة
لك اليك واشكركم على هجرهم فليك
ديار قومهم وخر وجهم من سعة
المعاش الى ضيقه ومن كثرت في اغرا
دينك من مظلومهم اللهم اوصل
الى التابعين لهم باحسان الذين
يقولون ربنا اغفر لنا ولاناخواننا الذين
سبقونا بالايمان خير جزائك الذين تصدوا
اسمتهم وتحموا وجهاتهم وامضوا على
اكلتهم لم يشنهم رايب في بصيرتهم
ولم يفتلجهم شك في قفو اثارهم
والايتام بعد اية منارهم مكانفين موازين
لهم يد ينون بد ينهم ويهتدون
بهديتهم تيقنون عليهم ولا يتهموا
فيما ادوا اليهم اللهم وصى على التابعين
من يوصيهم الى يوم الدين وعلى اذنهم
وعلى ذرياتهم وعلى من اطاعك منهم
صحيحه كامله صل

جس سے آپ کی محبت میں گھاٹا نہ ہوتا۔ اور جب
انہوں نے پیغمبر اسلام کا دامن تقام لیا تو ان کی قوم
قبیلے نے انہیں چھوڑ دیا۔ اور جب وہ آپ کی قربت
کے سائے میں آگئے تو ان کے رشتہ داروں نے ان سے
تعلقات کو توڑ دیا۔ لہذا اے میرے خدا فراموش نہ کرنا۔
ان کے لئے ان چیزوں کو جن کو انہوں نے تیرے لئے اور
تیری راہ میں ترک کر دیا۔ اور اپنی خوشنودی سے ان کو
شاد کر دے، انہوں نے مخلوق کو تیری طرف متوجہ کر دیا۔
اور تیرے رسول کے ساتھ رہے، تیری خوشنودی کے لئے لوگوں
کو تیری طرف دعوت دی، ان کی کوشش کو مشکور فرما۔
کیونکہ انہوں نے تیرے لئے اپنی قوم اور کنبہ کے وطن کو چھوڑا۔
اور عیش و عشرت کی زندگی کو چھوڑ کر تکلیف کی زندگی
بسر کرنے چلے آئے، اور جن کی مظلومی سے تو نے اپنے دین
کو تقویت پہنچائی۔ خداوند اے ان کی اچھی پیروی کرنے
والوں کو ان کے ساتھ اپنی بہترین جزا کو واجب کر دے۔
جو دعا کرتے ہیں کہ پالنے والے! ہم کو اور ہمارے بھائیوں
کو بخش دے، جنہوں نے ایمان لانے میں ہم پر سبقت کی۔
ایسے پیروی کرنے والے جو ان صحابہ کرام کے نقش قدم پر
چلے اور ان کے طور کو اختیار کیا اور ان کے انداز پر گامزن
ہوئے، جن تابعین کو ان صحابہ کی بصیرت میں کوئی شک نہیں جن کے دل میں ان کی پیروی کے بارے میں کوئی
شبہ نہیں ہوا۔ اور نہ ان کی ہدایت کے منارہ کی اقتدا کرنے میں کوئی تاہل ہوا ہے جو ان کے ناصر ہیں، ان کے
مددگار ہیں۔ اپنا دین ان کے دین کے موافق رکھتے ہیں، اور ان کی سیرت سے ہدایت پاتے ہیں، وہ اصحاب
پر اتفاق رکھتے ہیں اور انہیں متہم نہیں کہتے، اس کام میں جو ان تک پہنچایا، خدا یا ان تابعین پر کج سے
قیامت تک رحمت نازل فرما۔ اور ان کی ازواج پر اور ان کی ذریت پر، اور ان پر جو ان لوگوں میں
سے تیری فرماں برداری کریں۔

یہ ہیں وہ اصحاب جن کی محبت شیعوں کے دل میں ہے، ہر صحابی سے عقیدت نہیں، چنانچہ اس کے آپ بھی معترف ہیں۔ آیات بنیات میں لکھتے ہیں۔

”مصدق ان فضائل کے اصحاب رسول نہیں ہیں، اس کا خود کسی شیعہ نے دعویٰ نہیں کیا بلکہ ان فضائل کا صحابہ کی شان میں وارد ہونے کو ان کے علماء نے قبول فرمایا، چنانچہ صاحب نزہۃ اثنا عشریہ، بحوالہ جلد چہارم تحفہ اس کو تسلیم کیا ہے کہ ”امامینہ جمیع اصحاب را مقدوح و مجروح نمی دانند بلکہ بسیار از صحابہ عظام را جلیل القدر و ممدوح بلکہ اولیائے کرام می دانند و مستحق رحمت و رضوان ملک منان می پندارند در صحیفہ کاملہ کہ فرقہ حقہ ان را زبور آل محمد مکتوبہ دعائیکہ از حضرت سید الساجدین ماثو است شاہد عادل اس دعویٰ است“

آیات بنیات ص ۷۷

اس سے ثابت ہوا کہ شیعہ تمام اصحاب کو برا نہیں سمجھتے، یہ تو علماء اہل سنت کی خاص عنایت کا سبب ہے کہ اپنے مذہب کی حفاظت کے لئے طرح طرح سے ہم کو مستہم کر کے لوگوں کو مذہب امامیہ سے مستفید نہیں ہونے دیتے اور کہتے ہیں کہ خدا تو اصحاب رسول کی صفات میں صاف صاف فرماتا ہے کہ

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار۔ الایۃ

اور شیعہ ان کو برا کہتے ہیں۔ اور قرآن کو بیا من عثمانی بناتے ہیں، پس اگر آپ کو شاہ صاحب کی تائید مقصود نہ ہوتی تو آپ خود ہی ان کو قائل کر دیتے کہ نہ شیعہ کل صحابہ کو برا کہتے ہیں، اور نہ خدا نے تمام صحابہ کی شان میں محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء

علی الکفار۔ الایۃ (فرمایا ہے جس کی تفصیل انشاء اللہ جلد دوم میں آئے گی) جس طرح شیعہ تمام اصحاب کو برا نہیں کہتے، اسی طرح اہل سنت بھی ”کل صحابہ

عادل ہیں، کے دعویٰ کے باوجود سب کو اچھا نہیں سمجھتے، چنانچہ یہ ظاہر ہے کہ جس طرح صحابہ میں مجاہدین ممتاز تھے، اسی طرح انصار بھی تھے۔ اور ان دونوں گروہوں میں جو اصحاب مومن ہیں ان کی عزت اور منزلت مسلم ہے، ان کے ایمان ان کی جان نثاری وغیرہ کے بارے میں خود خدا شاہد ہے۔ اور ان کے حق میں رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ“ فرمایا ہے، مگر لو

وفات رسول مقبولؐ خلفاء ثلاثہ نے انصار کی فضیلت کا کچھ بھی لحاظ نہیں کیا، جیسا کہ کتب اہل سنت میں مذکور ہے۔

آنحضرتؐ کی رحلت کے بعد انصار سقیفہ میں جمع ہوئے تاکہ خلافت کے لئے کسی کا انتخاب کریں۔ اتنے میں حضرت ابوبکر و عمر بھی آپہنچے اور اس انتخاب پر سخت مزاحمت ہوئی۔ جناب عمر نے حضرت ابوبکر کو خلافت کا مستحق قرار دیا۔ انصار نے آپ کے استحقاق سے قطعاً انکار کیا۔ اس پر انصار اور مہاجرین میں جھگڑا ہوا، اور قریب تھا کہ تلواریں چل جائیں۔ حضرت عمرؓ نے سعد بن عبادہ جو انصار کے سردار تھے، سخت کلامی کی، بلکہ بروایت طبری ان کو منافق بھی کہا، اور پکار پکار کر کہنے لگے، "قتل اللہ سعداً قتل اللہ سعداً" (یعنی اللہ سعد کو ہلاک کرتے، اللہ سعد کو ہلاک کرے) حالانکہ سعد اصحاب بدر سے تھے۔ اور اصحاب بدر کے درجے اور مرتبے اہل سنت کے نزدیک بہت بلند ہیں، آنحضرتؐ انصار کے لئے دعاء مغفرت فرمایا کرتے تھے، اور سعد بن عبادہ کے بارے میں خاص طور سے فرمایا ہے کہ

اللصم اجعل صلواتک وراحمتک علی سعد بن عبادہ، (خداوند! سعد بن عبادہ پر اپنی رحمت اور بخشش نازل فرما) اس صورت میں اہل سنت کے لئے تو ضروری تھا کہ "قتل اللہ سعداً" کہنے والے کو خدا اور رسول کا مخالف سمجھ کر اس کو ناقابل اعتبار سمجھتے کہ ایسے جلیل القدر صحابہ کو مجمع عام میں منافق اور برا بھلا کہا۔ اور جس صحابی کی شان میں آیات و احادیث ہیں ان کی توہین و تحقیر کی۔ برخلاف اس کے حضرت عمرؓ کو فلک اسلام کا ہر دو ماہ بتاتے ہیں اور انصار کو دین اسلام کا دشمن سمجھتے ہیں، اور صاف صاف لکھتے ہیں۔

"اگر خدا نخواستہ خلافت انصار میں چلی جاتی تو کشتی اسلام ایسی غرق ہو جاتی

کہ ایک تختہ کا بھی پتہ نہ چلتا"۔
 اسی طرح علامہ محمد احسان اللہ عباسی کا وکیل عدالت گورکھپور سنی المذہب اپنی کتاب تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں

"خلافت کا انصار کے ہاتھ میں جانا غضب ہی تھا اسلام کی تمام امیدیں خاک

میں مل جاتیں" تاریخ اسلام باب چہارم، فصل اول ص ۲۰۲

نیز کتب اہل سنت میں ہے کہ جب اصحاب کبار حضرت ابوبکر کی بیعت سے انکار کر کے حضرت فاطمہ زہراؓ کے بیت الشرف پر آگئے۔ تو حضرت عمرؓ دروازے پر آکر کہنے لگے کہ اگر یہ لوگ گھر سے

نہ نکلیں گے اور بیعت نہ کریں گے تو میں گھر میں آگ لگا دوں گا، اس کے باوجود شاہ صاحب عمر کے اس فعل کو مستحسن سمجھتے ہیں۔ اور خاصانِ خدا اور اصحابِ کبار پر فتنہ و فساد برپا کرنے کا الزام رکھتے ہیں۔ اور مقریانِ خدا کو "ابنِ خنظل" (جو شعراء کفار میں تھا، اور کعبہ معظمہ کے پردوں میں چھپ کر پناہ گزیں ہوا تو اس حضرت نے حکم دیا کہ اس کو وہیں قتل کر دو) کے مثل قرار دیکر فرماتے ہیں۔

ہر گاہ اس قسم مردودانِ جنابِ الہی را در خانہ جب اس طرح کے خدا کے مردود بندوں کو خانہ خدا خدا پناہ نہ باشد در خانہ حضرت زہراؑ چہ پناہ (کعبہ) میں پناہ نہ ملی تو فاطمہ زہراؑ کے گھر میں پناہ کیوں باید داد (تحفہ باب مطاعن طعن دوم بر عمر ص ۴۵) دی جانے لگی۔

اسی طرح حضرت عثمان نے صحابہ کبار پر طرح طرح کے ظلم و جور کئے، اور ان کی توہین و تذلیل کی، حضرت ابوذر غفاریؓ جن کے مرتبے اور بزرگی پر یہ نکتہ شاید ہے کہ وہ محرم اسرار نبوی تھے۔ شبلی صاحب الفاروقی میں لکھتے ہیں۔

”یہ بڑے مرتبے کے صحابی اور رازدار پیغمبر تھے۔“

اس پر شاہ صاحب کا ان کے حق میں حضرت عثمان کی بدسلوکیوں کو جائز سمجھ کر ایسے جلیل صحابی کی شان میں فرماتے ہیں۔

”خوب شد کہ بسرائے خود رسید۔“ اچھا ہوا کہ اپنی نذر کو پہنچے۔ (نور بالش)

اسی طرح جن صحابہ نے (جیسے سعد بن عبادہ انصاری وغیرہ) حضرت ابو بکر کی بیعت نہیں کی اہل سنت ان کو خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔ چنانچہ شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

حق تعالیٰ در قرآن مجید منکر خلافت ثلاثہ را نیز نیز خداوند عالم نے قرآن مجید میں آئینہ استخلاف میں خلفاء در آئینہ استخلاف کا فرمودہ ہے۔ ثلاثہ کی خلافت کے منکر کو کافر فرمایا ہے۔

اور مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کہتے ہیں:-

منکر خلافت صدیق اکبر را در اکثر کتب فقہ کافر نوشتہ اند "صدیق اکبر کی خلافت کے منکر کو

اکثر فقہ کی کتابوں میں کافر لکھا ہے۔ (در فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

من انکر خلافت ابی بکر و عمر فقد کفر" جو ابو بکر و عمر کی خلافت کا انکار کرے وہ کافر ہے،

قطع نظر اس کے بہت سے اصحاب ایسے ہیں، جن کو اہل سنت علامہ کافر و مرتد کہتے ہیں اور شاہ صاحب

توان اصحاب کو اتنا بڑا کہتے ہیں کہ ان لوگوں کو لفظ صحابہ سے منسوب کرنا گوارا نہیں کرتے، جس

پر آپ کی یہ تحریر صاف دلالت کرتی ہے۔

”ہیچکس از اہل سنت آں جماعت را صحابہ نمئی داند و معتقد خوبی و بزرگی آنها نیست“
اب فرمائیے کہ اہل سنت کہاں کل صحابہ کو سب امت سے مرتبے میں اعلیٰ و افضل اور ایمان و اسلام میں کامل سمجھتے ہیں؟ سبحان اللہ حضرت عمرؓ سرجمع سعد بن عبادہؓ جیسے جلیل القدر صحابی کو منافق کہیں، حضرت عثمانؓ صحابہ کبار کی توہین کہیں، شاہ صاحب اس شد و مد سے اصحاب کو مرتبہ صحابہیت سے خارج کریں، اور اصحاب فاطمہؓ زہراؓ کے بیت الشرف پہ آئیں تو ان کو مفتری و فتنہ پر دانہ بتائیں، اور مردودان خدا سے نسبت دیں۔ اور آیات و احادیث سے چشم پوشی کر کے حضرت عمرؓ کی پیروی میں انصار کو ایمان و اسلام کا دشمن ٹھہرائیں، تو یہ سب مباح اور جائز ہو جائے، اور امامیہ انھیں اقوال اور اسناد کی بنا پر اگر منافقین و فاسقین اصحاب کی نسبت یہی عقیدہ رکھیں کہ ”یہ صحیح کس از امامیہ آں جماعت را صحابہ نمئی داند و معتقد خوبی و بزرگی آنها نیست“

تو اہل سنت اس کا نام تبرا رکھیں اور منافقین صحابہ کو برا سمجھنے پر شیعوں کو زمرہ اسلام سے خارج کر دیں، اور تحفہ اثنا عشریہ کے سرورق پر لکھیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اذا مرا ایتهم الذین یسبون اصحابی فقولوا
لعنة اللہ علی شرکم
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کو برا کہتے ہیں، تو تم کہو کہ تمھارے شر پر خدا کی لعنت۔

حالانکہ کتب اہل سنت میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ جو کسی ”کلمہ گو“ کو کا فر کہے تو دونوں میں سے ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی، یعنی جسے کا فر کہا اگر وہ واقعی کا فر تھا تو خیر ورنہ خود کہنے والا کا فر ہوگا۔

غرض مذکورہ بالا اقوال سے ثابت ہو گیا کہ اہل سنت تمام صحابہ کو اچھا نہیں سمجھتے، اس صورت میں آپ کا بالا جمال صحابہ کرامؓ فرمانا مصلحت سے خالی نہیں۔ لہذا صاف کیوں نہیں فرماتے کہ ماہ النزاع مسئلہ اصحاب ثلاثہ کی فضیلت ہے، یعنی اہل سنت کثیر التعداد اصحاب رسول ہیں۔ صرف انھیں حضرات کو تمام امت سے افضل اور اعلیٰ وغیرہ جانتے ہیں، حالانکہ خود انھیں کے علماء کرام نے ان کے اعمال، افعال اور کردار، رفتار و گفتار کی پردہ دری کی ہے، اور ایمان و عمل صالح ”وامر بالمعروف ونہی عن المنکر“ کو پیش نظر رکھ کر ان کے پوست کتندہ حالات اپنی اپنی کتابوں میں ”رجح“ کئے ہیں۔ مگر اہل سنت خواہ مصلحت دنیا سے خواہ تعصب کی بنا پر یا لاعلمی کی وجہ سے صحیح روایتوں

سے چشم پوشی کر کے اب تک انھیں جھوٹی روایتوں اور ضعیف حدیثوں پر ایمان لائے ہوئے ہیں، جو ان ہر سہ حضرات کو لاشیئہ شئی بنانے کے لئے گڑھی گئی ہیں۔ جیسا کہ شرح مشکوٰۃ کی جلد چہارم ص ۲۵ پر ہے۔

احادیث در مناقب و فضائل ابوبکر از صحاح اور ابوبکر کی منقبت اور فضیلت میں بہت سی صحیح و حسن و ضعاف بسیار و اسرار و شد و بعض حسن، ضعیف حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ بعض محدثین محدثین پر بعض انہما حکم وضع کے دہ اند“ نے ان میں بعض حدیثوں کو وضعی قرار دیا ہے۔

اس کے باوجود ان کے دماغ انھیں کاغذی پھولوں سے بسے ہوئے ہیں جن میں نام کی بھی بد نہیں۔ اور انھیں شمع کے پروانے بنے ہوئے ہیں، جن میں کہیں نور کا پتہ نہیں، بخلاف اس کے امامیہ اس اندھیرے کا سبب انھیں صحابہ کی ذات کو بھڑاتے ہیں۔ جس کو آپ تمہید میں ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں۔ شیطان نے بعد ایمان کے اکثر مسلمانوں کو بہکایا اور ان کے دلوں کو باطل عقیدوں سے بھر کر تاریک کر دیا۔ اور مسلمانوں میں ایسا تفرقہ ڈالا کہ بہتر فرقے گمراہ ہو گئے۔ ”آیات بینات“ جس پر اہل سنت کے اقوال شاہد ہیں کہ دین خدا میں جس قدر اعتراضات اور شبہات پیدا ہوئے وہ سب صحابہ کی وجہ سے۔ کیونکہ بظاہر آنحضرت کی زندگی میں وہ لوگ مسلمان تھے۔ مگر باطن میں منافق، اور آپ کے احکام پر ایسے ایسے اعتراضات کرتے تھے جو ایمان کے منافی تھے۔

رسول خدا کی آل پاک سے دشمنی کا نتیجہ یہی تھا کہ جناب رسالت کی وفات کے بعد اکثر مسلمانوں کے دل باطل عقیدوں سے تاریک ہو گئے اور بہتر فرقے گمراہ ہو گئے، یہی اصحاب ہی تو ہیں جنہوں نے رسول اللہ کی وصیت کی کھلم کھلا مخالفت کی، ہم ذیل میں چند مثالیں لکھتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ علمائے اہل سنت کے اقوال کی روشنی میں ثلاثہ کی فضیلت و خلافت نہ ماننے میں بھی شیعہ خدا و رسول کے فرماں بردار ہیں۔

غور کیجئے۔ آنحضرتؐ نے امت کو نجات دلانے کی غرض سے بطور وصیت آخری تحریر کی غرض سے دوات و قلم طلب فرمایا، اور آپ کے پکے مومن، مسلمان، صحابی نے، نبوت و رسالت کی بات کو مذہیان کہہ دیا۔ چنانچہ علامہ محمد عبد الکریم صاحب شہرستانی اپنی مشہور کتاب ملل و نحل لکھتے ہیں۔

اعلم ان اول شبهة وقعت في الخليفة يقين كروك پہلا شبہہ جو مخلوق میں واقع ہوا۔ وہ یہ کہ شبہة ابليس لعنة الله عليه مصدر ماها ملعون کا شبہہ ہے، اور یہ شبہہ اس وجہ سے صادر ہوا کہ بعض کے مقابلہ میں وہ اپنی رائے پر شدت سے پکڑے۔

واختیاراً بالهوى فى معارضة الامم
واستكباراً بالمادة التى خلق وهى النكا
على مادة آدم عليه السلام وهى الطين
الى آخره

فاول متنازع وقع فى مرضه عليه السلام
ما رواه محمد بن اسمعيل البخارى باسناد
عن عبد الله بن عباس، قال لما اشتد
بالبقي صلى الله عليه وسلم مرضه الذى
مات فيه قال ايتوني يدوات وقرطاً
اكتبكم كتابا لن تضلوا بعدى فقال عمر بن
الاسود ان الله قد غلبه الوجع حسبنا كتاب
الله وكفى للخط فقال البقي عليه السلام
ق موعى لا ينبغي عندى التنازع ملل
ونخل

اور حکم کے مقابلہ اپنی خواہش کو اختیار کئے رہا۔ اور
ابلیس نے تکبر اس مادہ کی وجہ سے کیا جس سے پیدا ہوا تھا۔
یعنی آگ کی بنا پر حضرت آدم علیہ السلام کے مادہ
مٹی پر۔

پہلا اختلاف جو اسلام میں واقع ہوا آنحضرت کے
مرض موت میں واقع ہوا، جس کو محمد بن اسمعیل بخاری نے
روایت کیا ہے۔ عبد اللہ بن عباس کی سند سے ہے کہ
(ابن عباس نے) کہا کہ جب آنحضرت کا مرض الموت
بہت سخت ہو گیا، حضرت نے فرمایا۔ کاغذ، دوات
لاؤ تاکہ تمہارے لئے ایک ایسا نوشتہ لکھ دوں جس
کی وجہ سے تم میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ لیکن عمر نے
کہا کہ رسول اللہ پر درد کا غلبہ ہے (معاذ اللہ بکرم)
(ہیں) "ہمارے لئے تو خدا کی کتاب کافی ہے۔ اس پر
حاضرین میں بہت اختلاف واقع ہوا۔ پس آنحضرت

نے فرمایا میرے پاس سے چلے جاؤ۔ کیونکہ میرے پاس جھگڑا اچھا نہیں۔

اسی روایت کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس طرح لکھتے ہیں۔

کتاب صحاح میں مذکور ہے کہ جس وقت آنحضرت پر
مرض کی شدت طاری ہوئی اور اصحاب حجرہ شریف
میں جمع تھے، آنحضرت نے فرمایا کہ میرے لئے دوات
اور کاغذ لاؤ تاکہ تم لوگوں کے واسطے ایک وصیت نامہ
لکھ دوں کہ میرے بعد تم لوگ ہرگز گمراہ نہ ہو (یہ سن کر)
اصحاب نے اختلاف کیا۔ بعض کہتے تھے حضرت جو کچھ فرمائے
ہیں اس پر عمل کرنا چاہئے۔ اور دوات اور کاغذ دیدینا
چاہئے جو کچھ چاہیں تحریر فرمادیں، اور بعض کہتے تھے مناسب

در کتاب صحاح مذکور است کہ آن حضرت درین
اشداد مرض کہ اصحاب در حجرہ شریف مجتمع
بودند فرمود کہ دوات و صحیفہ برائے من بیارید
تا برائے شما وصیتہ نویسم کہ بعد از من ہرگز گمراہ
نشوید پس اصحاب اختلاف کردند بعض
گفتند آنچه فرمود عمل باید کرد و دوات و صحیفہ
باید داد، ہرچہ خواہد بود لیکن بعضی گفتند مناسب
نیست آن سرور را درین محل مشغول بہ کتابت

داریم کہ وقت و نئے تنگ ست عمر دریں جانب
 بود، گفت در دوا لم بر حضرت مستولی ست و
 قرآن مجید در میان ما هست مارا بس است و
 در بعضی روایات میں نیز آئندہ است کہ از دائرہ
 اختیار او بیرون ست، شاید کہ این سخن ازاں
 سخنان باشد، بعضی مردم خیال کنند کہ ہریان
 می گویند، دیگر نیز موافق عمر بودند جمع از مخالف
 تا اختلاف افتادہ آواز ہا بلند شد آنحضرت فرمود
 برخیزید از پیش من کہ اصوات بخضر رسول خدا
 جائز نیست، مدارج النبوة ص ۸۸ مطبع مطهر العجا

ہیں ہے کہ آن حضرت کو اس وقت ہم کچھ لکھنے دیں
 آپ کا وقت نازک ہے، عمر اسی دوسرے خیال والوں کی
 طرف تھے، کہنے لگے، حضرت پر درد و الم کا غلبہ ہے، قرآن
 ہمارے پاس ہے وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ اور بعض
 روایتوں میں یہ آیا ہے کہ حضرت اپنے اختیار سے باہر ہیں۔
 ہو سکتا ہے کہ یہ بات بھی انہیں باتوں میں ہو۔ بعض
 لوگ خیال کرتے تھے کہ حضرت ہذیان بک رہے ہیں، نیز
 دوسرے لوگ بھی عمر کے موافق تھے۔ اور کچھ لوگ ان کے
 مخالف تھے۔ یہاں تک کہ ایک اختلاف اٹھ کھڑا ہوا۔
 دونوں طرف سے آوازیں بلند ہوئیں، آنحضرت فرمایا
 میرا پاس آؤ جاؤ کہ رسول خدا کے سامنے آواز بلند کرنا جائز نہیں ہے۔

شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب کتاب الفرائض والحقوق اور امہات الامتہ میں لکھتے ہیں
 ”جن لوگوں کے دل میں خلافت کی کھڑی پک رہی تھی، اس کا بھانڈا داتا
 قلم طلب کرنے کے وقت پھوٹ گیا، پیغمبر صاحب نے بھی وصیت کی کچھ صراحت
 نہ فرمائی کہ کیا لکھوانا چاہتے تھے، مگر جن کے دلوں میں تمنا ہے خلافت چٹکیاں لے
 رہی تھی، انہوں نے دھینکا مشتی سے منصوبہ کو چٹکیوں میں اڑا دیا اور مزاحمت کی
 تاویل یہ کی کہ ہماری ہدایت کے لئے قرآن بس کرتا ہے اور جو نیک پیغمبر صاحب کے
 حواس پر جا نہیں ہیں۔ کاغذ، دوات و قلم کا لانا کچھ ضرور نہیں، خدا جلنے کیا کیا لکھوا
 اگرچہ مذکورہ بیانات کافی ہیں مگر چونکہ اہل سنت کو شمس العلماء شہابی نعمانی پر بڑا اعتبار ہے
 اس لئے اس جگہ ان کا قول بھی درج کرتے ہیں۔“

واقعہ قرطاس (رسول اللہ کی) بیماری کا بڑا مشہور واقعہ ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ نے
 وفات سے تین دن پہلے قلم دوات طلب کیا اور فرمایا کہ میں تمہارے لئے ایسی چیز لکھ دوں کہ تم آئندہ
 گمراہ نہ ہو، اس پر حضرت عمرؓ نے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ آنحضرت کو درد کی شدت ہے اور
 ہمارے لئے قرآن کافی ہے۔ حاضرین میں سے بعضوں نے کہا کہ رسول اللہؐ کی باتیں کرتے ہیں

روایت میں ”ہجر“ کا لفظ ہے جس کے معنی ہزیان کے ہیں۔ یہ واقعہ بظاہر تعجب خیز ہے، ایک معترض من کہہ سکتا ہے کہ اس سے زیادہ گستاخی اور سرکشی اور کیا ہوگی۔ کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بستر مبارک پر ہیں اور امت کے درد و غمخواری کے لحاظ سے فرماتے ہیں کہ لاؤ ایک ہدایت نامہ لکھ دوں جو تم کو گمراہی سے محفوظ رکھے، یہ ظاہر ہے کہ گمراہی سے بچانے کے لئے جو ہدایت ہوگی وہ بمنصب نبوت کے لحاظ سے ہوگی اور اس لئے اس میں ”سہو و خطا“ کا احتمال نہیں ہو سکتا، باوجود اس کے حضرت عمرؓ بے پردائی ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کچھ ضرورت نہیں ہے ہم کو قرآن کافی ہے۔ طرفہ یہ کہ بعض روایات میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے آنحضرت کے ارشاد کو ہزیان سے تعبیر کیا ہے۔ دلفوز بالشر منھا) یہ اعتراض ایک مدت سے چلا آتا ہے اور مسلمانوں کے دو مختلف گروہ نے اس پر بڑی طبع آزمائی کی ہیں۔ یہاں تک کہ یہ مسئلہ چھڑا گیا کہ پیغمبر سے ہزیان ہونا ممکن ہے، کیونکہ ہزیان انسانی عوارض سے ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانی عوارض سے بری نہ تھے، انفاروق حصہ اول ص ۲۸ - ۲۹

شبلی صاحب کی اس تحریر سے پہلا فائدہ تو یہ ہوا کہ جناب شاہ صاحب نے تحفہ کے ص ۲۹ پر جو پرہیز پوشی حضرت عمرؓ کی مندرجہ ذیل افعلوں میں کی اس کا پرہیز چاک ہو گیا۔ از کجا به یقین ثابت شد کہ گویندہ ایر، لفظ ”ولا عمری“ تھا، اکثر روایات میں قالوا کا لفظ آیا ہے۔ کیونکہ شبلی صاحب کے قول سے معلوم ہو گیا کہ ”قالوا“ نہیں تھا بلکہ ”قال“ تھا اور کہنے والے حضرت عمرؓ ہی تھے جن کی شان میں شبلی صاحب فرماتے ہیں کہ ”اس سے زیادہ گستاخی اور سرکشی کیا ہوگی؟“ شبلی صاحب نے اس پر اکتفا نہیں کیا اور اپنے ”ہیرو“ کو بچانے کے لئے، صاحب ”ما یمنطق عن الہوی ان ہوالا دجی یوحی“ کی نسبت اپنا یہ فتویٰ بھی صادر کر دیا کہ ”پیغمبر سے ہزیان ہونا ممکن ہے“ اس کے بعد تو شبلی صاحب جو کچھ فرماتے ہیں اس سے اور ہانگ کھلتا ہے۔ یعنی جس واقعہ کی صحت پر امام بخاری، مسلم، اور تمام محققین محدثین اور متکلمین اہل سنت متفق ہیں، اور صاحب ملل و نحل حضرت عمرؓ کی اس خطا کو شیطان کی مخالفت سے مثال دیتے ہیں۔ موصوفت حضرت عمرؓ کی خاطر اس واقعہ سے صاف انکار کرتے ہیں۔ ان کے الفاظ ملاحظہ ہو۔

یہ روایت اگر خواہ مخواہ صحیح بھی سمجھی جائے تب بھی ہر حال اس قدر تسلیم کرنا ہوگا کہ راوی نے روایت میں وہ واقعات چھوڑ دیئے ہیں جن سے لوگوں کو خیال ہو کہ آنحضرت ہوش میں نہیں اور بے ہوشی کی حالت میں قلم و دوات طلب فرما رہے ہیں، پس ایسی روایت سے کہ جس میں راوی نے واقعہ کی نہایت ضروری خصوصیت چھوڑ دی کسی واقعہ پر کیونکر استدلال ہو سکتا ہے اس کے ساتھ جب ان امور کا لحاظ کیا جائے کہ اتنے بڑے عظیم الشان واقعہ میں تمام صحابہ میں صرف عبداللہ بن عباس اس کے راوی ہیں اور ان کی عمر اس وقت کل تیرہ چودہ برس کی تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ خود واقعہ کے وقت موجود نہ تھے، تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اب روایت کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ کسی کوتاہ نظر یہ امر گراں گذرے کہ بخاری اور مسلم کے کسی راوی کی نسبت یہ شبہ نہ تاکہ در واقعہ کی پوری حیثیت محفوظ نہ رکھ سکا اس سے کہیں زیادہ تر آسان ہے کہ رسول اللہ کی نسبت بذیان اور حضرت عمر کی نسبت گستاخی کا الزام لگایا جائے۔ الفاروقی حصہ اول صفحہ ۱۵۱۔

اگرچہ شبلی صاحب نے حضرت عبداللہ بن عباس کو واقعہ کے وقت غیر حاضر بتایا ہے لیکن خود ہی اسی کتاب ص ۱۹ پر ان کا واقعہ کے وقت موجود ہونا ان الفاظ میں لکھا ہے:

”بخاری باب کتابہ العلم میں جو حدیث مذکور ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس اس واقعہ کے وقت موجود تھے۔“

یہ لکھ کر رہنمائے روایت فتح الباری فرماتے ہیں کہ ”محدثین نے بدلائل قطعہ ثابت کیا ہے کہ عبداللہ بن عباس موجود نہ تھے۔“ غرض شبلی صاحب نے فتح الباری کی سند سے حضرت عبداللہ بن عباس کی عدم موجودگی پر زور دیا ہے اس سے یہ صدق ”مطلب سعدی دیگر است“ ایک صحیح واقعہ ہے اپنے مذہب والوں کے خیالات کا پھر نامقصود ہے اور چونکہ بخاری سے ابن عباس کا موجود ہونا اور حضرت عمر کا بذیان کہنا بخوبی ثابت ہے اس لئے انھوں نے فتح الباری سے بخاری کی روایت کو چھوڑ کر کٹھرائے کی کوشش کی مگر یہ نہ سوچا کہ اس سے ہماری ”اصح الکتاب“ کی بنیاد منہدم ہو جائے گی۔

پھر جن واقعہ کو بخاری اور جملہ محققین نے تسلیم کر لیا ہے، ایک شبلی کے انکار کرنے سے کیا ہوتا ہے، البتہ ان بیجا تاویلات سے ان کا مبلغ علم معلوم ہو گیا، اگر اس پر بھی ہمارے سنی بھائی شبلی صاحب کی تحریر کو قرآنی آیت کے برابر سمجھیں تو لازم ہے کہ بجائے بخاری کے فتح الباری کو اصح الکتاب بعد کلام الباری قرار دیں۔ یاد رکھیں شبلی صاحب نے بخاری کی روایت کو صرف اس خیال سے غیر معتبر بتا ہے کہ اس سے جناب عمر کے ایمان و اسلام پر حرف آتا ہے۔ حالانکہ سیرۃ النبیؐ میں بخاری کی عظمت کے بارے میں لکھا ہے:

اس موقع پر ایک خاص نکتہ لحاظ کے قابل ہے۔ یہ مسلم ہے کہ حدیث و آیات میں بخاری اور مسلم سے بڑھ کر کوئی شخص کامل فن نہیں پیدا ہوا، رسول اللہؐ کے ساتھ جو ان کو عقیدت اور خلوص اور شیفتگی تھی اس کے لحاظ سے وہ تمام محدثین پر ممتاز تھے، باوجود اس کے فضائل و مناقب کے متعلق جس قسم کی مبالغہ آمیز روایتیں یہی طہرانی وغیرہ میں پائی جاتی ہیں، بخاری اور مسلم میں ان کا پتہ نہیں لگتا۔

نیز شبلی صاحب نے اس روایت میں حضرت عمرؓ کے لحاظ سے جناب عبداللہ بن عباسؓ کی موجودگی سے جو انکار کیا ہے وہ صریحاً کتابۃ العلم بخاری اور اہل سنت کے دوسرے راویوں کے بیان کے مخالف ہے، کیونکہ اول تو خود انھوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی عمر اس وقت تیرہ چودہ سال کی تسلیم کی ہے، اور یہ زمانہ عمرؓ کا زمانہ ہے، عرب میں اس عمر کے لڑکے بالغ ہو جاتے ہیں۔ نیز مستند روایتیں اس بات پر شاہد ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اپنی جوانی اور بڑھاپے کے زمانہ میں بھی اس غناک واقعہ کو فراموش نہیں کیا۔ ہمیشہ یاد کر کے روئے تھے۔ اور رسول اللہؐ کی آخری وصیت کو ہر زبان کہہ کر روک دینا ان پر عمرؓ کا شوق رہا۔ ملاحظہ ہو بخاری کتاب الخمس باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب "منقول از تشبیر المطاعن جلد اول ص ۲۶۹

وفی روایۃ سلیمان بن ابی مسلم الاحول قال
قال ابن عباسؓ یوم النخیس وما یوم
النخیس ثم بکی حتی بل دمعہ الحصى قلت
یا ابن عباسؓ وما یوم النخیس، قال اشتق
برسول اللہؐ دمعہ فقال ایبتونی بکتف اکتب
سلیمان بن ابی مسلم الاحول کی روایت میں ہے کہ ابن
عباسؓ ہائے پنجشنبہ، پنجشنبہ کشتی مرصیت کا دن تھا
دیکھ کر (خوب روئے) یہاں تک کہ ان کے آنسوؤں
سے (وہاں کے سنگر نیس) تر ہو گئے۔ میں نے پوچھا کہ
ابن عباسؓ یہ پنجشنبہ کیا ہے اور (معاذ اللہ) کیا ہے؟ کہنے

لکھ کتابا تفضلوا بعدی ابداء فتنازعوا
ولا ینبغی عند بنی تنازع فقاوالوا ما شانہ
اھجر استغفر سوره فذ صبرا یودون علیہ
نقال دعونی فالذی انا فیہ خیر مما تدعونی
الیبہ۔

لگے کیا پوچھتے ہو اس دن آنحضرت پر سخت تکلیف ہو
اسی دن آنحضرت نے فرمایا میرے پاس سامان
تحریر (قلم، دوات) لاؤ تاکہ تمہارے لئے ایک نوشتہ
لکھ دوں کہ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ یہ سن کر انہوں نے
آپس میں جھگڑنے لگے حالانکہ نبی کے پاس لڑنا منکر نہیں

اصحاب نے اس کلام کو نہ بیان سمجھ کر پوچھا کہ حضور کیا چاہتے ہیں؟ اور سب آنحضرت سے سوال و جواب کرنے
لگے۔ اس پر حضرت نے فرمایا مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ کیونکہ میں اس حال میں بہتر ہوں اس سے جس کی طرف
تم مجھ کو بلاؤ ہو۔

اگر پیشبلی صاحب کا بیان، عبداللہ ابن عباس کے مذکورہ بیان سے ہوا ہو گیا، مگر مزائق
جب ہے کہ خود شہنی ہی کی تحریر سے ان کا بیان غلط ثابت کر دیا جائے۔ اس لئے کہ موصوف نے
اس جگہ تو عمر کی پاسداری کے لئے حضرت عبداللہ کو حدیث سن کر قرطاس کی روایت کو غیر
معتبر کہہ دیا، مگر دوسری عام روایتوں میں انہوں نے حضرت عبداللہ ابن عباس کو باوجود لمسی
کے ان کی قابلیت اور فہم و فراست کی بناء پر کثیر السن صحابہ پر فضیلت دی، اور دوسرے اصحاب
مذکورہ کے مقابلہ میں معتبر بتایا، جیسا کہ انفاروق حصہ اول ص ۱۸۲ پر لکھتے ہیں۔

عبداللہ بن عباس کو حضرت عمر نے گویا اپنے دامن تربیت میں پالا تھا۔
یہاں تک کہ لوگوں کو اس پر رشک ہوتا تھا، خود حضرت عبداللہ بن عباس
سے روایت ہے کہ حضرت عمر مجھ کو شیوخ بدر کے ساتھ بٹھایا کرتے تھے، اس
پر بعض بزرگوں نے کہا کہ آپ اس نو عمر کو ہمارے ساتھ کیوں شریک کرتے ہیں
اور ہمارے لڑکوں کو جو ان کے ہمسر ہیں کیوں یہ موقع نہیں دیتے، حضرت عمر
نے فرمایا یہ وہ شخص ہے کہ جس کی قابلیت تم کو بھی معلوم ہے۔
اور علامہ عبدالبر نے استیعاب میں لکھا ہے

کان عمر یحب (ابن عباس) ویدینہ و
یقربہ ویشاورہ مع اجلۃ الصحابہ
حضرت عمر ابن عباس کو دوست رکھتے تھے اور ان کو ہمیشہ
اور تقرب کا مرتبہ دیتے تھے، اعلیٰ القدر صحابہ کے
ان کو مشورہ میں شریک کرتے تھے۔

”اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جب حضرت عمرؓ کی مجلس میں کوئی مسئلہ پیش ہوتا تھا تو عبداللہ بن عباس اس کا جواب دینا چاہتے لیکن کمسنی کی وجہ سے جھجکتے، حضرت عمرانؓ کی ہمت بندھاتے اور فرماتے کہ علم سن کی کمی اور زیادتی پر موقوف نہیں۔“

سبحان اللہ! خود ہی تو شبلی صاحب حضرت عمرؓ کی زبان سے جناب عبداللہ بن عباس کے اقوال کے بارے میں لکھتے ہیں۔

”علم سن کی کمی بیشی پر موقوف نہیں ہے، اور ان کے اقوال کو صحابہ شیوخ کے اقوال پر فوقیت دیتے ہیں۔“

اس پر بھی جناب عمرؓ کی خاطر بدیہات سے انکار کرتے ہیں، اور خدا کے اس ارشاد پر عمل نہیں کرتے،

لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْفُوا الْحَقَّ وَانْتُمْ
تَعْلَمُونَ (بقرہ - آیت ۴۲) حالانکہ تم جانتے ہو۔“

یہ حضرت عمرؓ کے ساتھ شبلی کے عشق کا حال تھا، اب حاتم المحدثین شاہ صاحب اور حضرت عمرؓ کی محبت کا بھی حال سنئے اور دیکھئے۔

وہ ہذیان کا انکار تو نہیں کرتے مگر محبت فاروقی میں ڈوب کر عمرؓ کی دشمنی پر صد فریادیں اور ہزار تحسین کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس وقت اگر رسول کو قلم و دوات دے دیا گیا ہوتا تو آنحضرت کوئی ایسی نئی بات لکھ جاتے کہ آیت الہی کی صریح تکذیب ہوتی، ان کے الفاظ پڑھئے۔

نزد عقل صد آفریں و ہزار تحسین ہر وقت
نظر عمرؓ ست زیر کہ قبل ازیں واقعہ سہ ماہ آید
کہ یہ ایوم المکت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و
رضیت لکم الاسلام دنیا نازل شد و ابواب تنسیخ
و تبدیل و زیادة و نقصان را در دین مطلقا
مسدود ساختہ ہر ختم بر آں نمودہ گذاشتہ در ہمیں
آینہ اشارت کرد و عمر دریں عبارت حسبنا کتاب اللہ
اگر آنحضرت دریں حالت چیزے جدید کہ سابق
عقل مند دل کے نزدیک حضرت عمرؓ کی باریک بینی
پر صد آفریں اور ہزار تحسین ہے اس لئے کہ اس کے
تین جینے قبل آید کہ یہ ایوم المکت لکم دینکم و اتممت
ہم نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمتوں کو
تمام کر دیا۔ اور تمہارے دین اسلام سے خوش ہوا
نازل ہو چکی تھی۔ اور منسوخ اور تبدیلی نیز کی اور زیادتی
کی راہیں مسدود ہو چکی تھیں، اور آیتہ کے ذریعہ ہر کرد
گئی تھی، اس بنا پر عمرؓ نے کہا کہ ہمارے لئے خدا کی کتاب

در کتاب شریعت نیامده بود بنویسند موجب تکذیب این آیه خواهد شد "تحفه اثنا عشریہ مطبوعہ مخزن المطالع ص ۲۹۲" لہ

کافی ہے کہ اگر ایسی حالت میں آنحضرت کوئی جدید بات جو کتاب شریعت میں پہلے نہ رہی ہو لکھا دیتے تو اس آیت کی تکذیب ہوتی۔

غور کیجئے شاہ صاحب نے عمر کی حمایت میں رسالت و نبوت پر کیسا بد نما داغ لگایا ہے حالانکہ خود ہی تحفہ میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام حالت غشی اور بیہوشی میں بھی ہدیان و غیرہ سے پاک ہیں۔ ان کی عبارت ملاحظہ ہو۔

حق تعالیٰ انبیاء را بجهت کرامت و بزرگی ایشان در حالت غشی و بیہوشی نیز از آنچه خلاف مرضی تعالیٰ باشد معصوم می دارد، قولاً و فعلاً ہر مرضی حق است از ایشان صادر می شود، در خوا نیز دل این بزرگان آگاہ و خبر داری باشد، تحفہ ص ۲۱

خداوند عالم نے انبیاء کو ان کی بزرگی اور مرتبہ کی وجہ سے بیہوشی اور غشی کی حالت میں ان تمام چیزوں سے محفوظ رکھا ہے جو اس کی مرضی کے خلاف ہوں، قولاً و فعلاً ان سے وہی امور صادر ہوتے ہیں جو حق تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہوں۔ خواب میں بھی ان بزرگوں کے دل ہوشیار اور خبردار رہتے ہیں۔

اب آپ علماء السنۃ کی دیانت اور صداقت کو دیکھئے کہ اپنی غرض کی خاطر، رسالت اور نبوت کا بھی لحاظ نہیں کرتے۔ اور یہ سب کچھ اس لئے کیا جاتا ہے کہ قلم و ادوات نہ دیئے گئے جو راہ پنہاں تھا وہ فاش نہ ہو، مگر حضرت عمرؓ نے خود ہی اپنا راز فاش کر دیا۔ ابن ابی الحدید کا بیان دیکھئے حضرت عمرؓ خود فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ حضرت علیؓ کی محبت میں اکثر حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف میل فرما جاتے تھے اور اپنی وفات کے وقت قلم و ادوات اس غرض سے طلب کی تھی کہ علیؓ کے نام خلافت لکھ دیں مگر میں نے نہ لکھنے دیا۔

اصل روایت کا ترجمہ ہم اس جگہ تشہد المطالع ص ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳ سے ناظرین کی دیکھی ہوگی۔ ابن ابی الحدید ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ میں (ابن عباس) ایک بار شام کے میں حضرت عمرؓ کے ساتھ تھا ایک دن میں نے ان کو دیکھا کہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر تنہا کہیں جا رہے ہیں میں بھی ان کے پیچھے ہو گیا۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ اے ابن عباس میں تم سے تمھارے

بھائی (علیؑ) کی شکایت کرتا ہوں، میں نے ان سے پوچھا کہ کیوں؟ مجھ سے فرمائیے۔ انھوں نے کہا میں نے علیؑ سے کہا تھا کہ میرے ہمراہ آئیں مگر نہ آئے اور میں ہمیشہ ان کو اپنی طرف سے ناراض پاتا ہوں۔ اس عرصہ اور ناراضگی کا سبب مجھے تم بتاؤ۔ میں نے جواب دیا اس کا سبب آپ بھی جانتے ہیں۔ کہنے لگے ہاں سمجھتا ہوں کہ خلافت نہ ملنے کی وجہ سے، میں نے کہا یہی وجہ ہے ان کا خیال ہے کہ جناب رسول خداؐ ان کو خلیفہ کرنا چاہتے تھے۔ عمرؓ نے کہا خدا نے چاہا کہ علیؑ خلیفہ ہوں تو پیغمبر خداؐ کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔ رسولؐ نے جس امر کو چاہا اس کو خدا نے کچھ اور چاہا۔ پس پیغمبر کا چاہا کچھ نہ ہوا۔ پیغمبر خداؐ نے بہت چاہا کہ ان کے چچا ابوطالب مسلمان ہو جائیں مگر چونکہ خدا نے نہ چاہا نہ ہوئے۔ ابن ابی الحدید کہتے ہیں کہ دوسری روایت میں یہ ہے کہ رسول خداؐ اپنے مرض موت میں ان کو (حضرت علیؑ کو) خلیفہ کرنا چاہتے تھے مگر میں یہ خیال کر کے کہ ان کی خلافت سے فتنہ و فساد برپا ہوں گے اور اسلام برباد ہو جائے گا) مانع ہوا۔ رسول اللہؐ میرے خیال کو سمجھ گئے اور جو منظور خدا تھا وہی ہوا۔ ابن ابی الحدید سے دوسری روایت یہ ہے کہ ابن عباسؓ نے کہا میں حضرت عمرؓ کے پاس ان کی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں گیا، اس وقت وہ ایک حصیر پر بیٹھے ہوئے اور ان کے کھانے کے لئے ایک صاع (سوا تین سیر) خرے۔ کھے ہوئے تھے، اور وہ کھاتے جا رہے تھے۔ مجھ سے بھی کھانے کو کہا۔ میں نے ایک دانہ اٹھا لیا اور وہ سب کا سب کھا گئے۔ اور گھرے میں جو پانی رکھا ہوا تھا اسے بھی پی گئے۔ پھر تکیہ پر ٹیک لگا کر اللہ کی حمد کی، اور مجھ سے پوچھنے لگے کہاں سے آرہے ہو؟ میں نے کہا مسجد سے، کہنے لگے اپنے بھائی کو کہاں اور کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو، ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں سمجھا کہ عبد اللہ بن جعفر کو پوچھ رہے ہیں، میں نے کہا اپنے ہم سینوں میں کھیل رہے ہیں، کہنے لگے، ان کو نہیں پوچھ رہا ہوں، تم سے اہل بیت کے بزرگ کو دریافت کر رہا ہوں، میں نے کہا باغ میں پانی دے رہے ہیں، اور قرآن کی تلاوت کر رہے ہیں، یہ سن کر کہنے لگے، عبد اللہؓ تم کو قسم دیتا ہوں کہ خون شتر پیو اگر سچ نہ بتاؤ۔ کہ حضرت علیؑ کے دل میں اب بھی خلافت کا دعویٰ ہے؟ میں نے (برجستہ) کہا، ہاں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ حضرت علیؑ کو خیال ہے کہ حضرت رسول خداؐ ان کو خلیفہ مقرر کر چکے تھے، میں نے کہا واقعی سچ ہے، اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ میں نے اپنے باپ سے اس معاملہ میں دریافت کیا تھا تو انھوں نے فرمایا تھا کہ حضرت علیؑ جو کچھ کہتے ہیں سچ کہتے ہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ کہنے لگے حضرت رسول خداؐ سے کبھی ایسے امور صادر ہو جاتے

تھے جو ٹھیک نہیں ہوتے تھے، اور کبھی علیؑ کی محبت میں حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف پھر جاتے تھے، چنانچہ مرثیہ موت میں وہ حضرت علیؑ کے نام خلافت کرنا چاہتے تھے مگر میں اہل اسلام کی محبت اور شفقت کی بناء پر اس امر سے مانع ہوا، کعبہ کی قسم کہ قریش حضرت علیؑ کی خلافت پر متفق نہ ہوتے، اور اگر وہ خلیفہ ہوتے تو چاروں طرف سے ان پر یورش کرتے، رسول اللہؐ نے یہ سمجھ کر کہ جو کچھ ان کے دل میں ہے اس سے واقف ہو گیا ہوں خاموش ہو گئے، اور حضرت علیؑ کے نام کی تصریح نہیں فرمائی، پس جو کچھ خدا کی مشیت میں تھا وہی ہوا۔“ ابن الحدید اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ ذکر هذا الخبر احمد بن طاهر صاحب کتاب تاریخ بغداد فی کتابہ "مسند" یعنی اس روایت کو احمد بن طاهر صاحب تاریخ بغداد نے اپنی کتاب "مسند" میں درج کیا ہے۔

مختصر یہ کہ جناب رسول خداؐ کی اس وصیت میں مزاحمت کی گئی، اور جو بے وحی کے کلام نہ کرے اس پیغمبر خدا کو "ہذیان" سے نسبت دی گئی۔ جس وصیت پر قیامت تک کل امت کی ہدایت اور گمراہی کا دار و مدار ہے۔ آخر یہی مخالفت بہتر فرقوں کی گمراہی کا باعث ہوئی۔ نیز صرف عمرؓ نے نافرمانی ہی نہیں کی بلکہ آداب رسالت کا بھی لحاظ نہیں کیا۔ طہ، یسین، مدثر، مزمل وغیرہ القاب سے خدا جن کو پکارے، جناب عمرؓ هذا الرجل لیجھر، کہیں، حالانکہ آنحضرتؐ کے سامنے آواز بلند کرنے کو خداوند عالم نے سختی سے منع فرمایا ہے، ارشاد ہوتا ہے۔

یا ایہا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا له بالقول کجھر بعضکم لبعض، ان تحیط اعمالکم وانتم لا تشعرون ہ
سورہ حجرات، پ ۲۶ - آیت ۲

اے ایمان دارو (بولنے میں) تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کیا کرو۔ اور جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے زور (زور) سے بولا کرتے ہو ان کے روبرو زور نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارا کیا کر یا سب اکارت ہو جائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

اور اپنی باتوں سے جناب رسول خداؐ کو اذیت پہنچانے والے ہیں، ایسے لوگ ظالم بھی ہیں اور خدا کی نشانیوں کو جھٹلانے والے، ارشاد ہوتا ہے۔
قد نعلم انہ لیمن نک الذی یقولون: نعم ہم خوب جانتے ہیں کہ ان لوگوں کی ہنک تم کو صدمہ

لَا يَكْذِبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بَايَعُوا اللَّهَ يَكْفُرُونَ
وَلَقَدْ كَذَّبْتَ رَسُولًا مِنْ قَبْلِكَ فَصَبِرْ وَاعْلَمْ
مَا كَذَّبُوا وَادْعُهُمْ إِلَى آثِهِمْ لَنْصُرَكَ

سورہ انفصام - آیت ۳۳

پوچھا کرتی ہے تو (تم کو سمجھنا چاہئے کہ) یہ لوگ تم کو نہیں
جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم حقیقتاً خدا کی آیتوں سے انکار
کرتے ہیں اور کچھ تم ہی پر تمھارا نہیں تم سے پہلے بھی تمہارے رسول جھٹلا
چاہکے ہیں تو انھوں نے اس جھٹلائے جانے اور اذیت و تکلیف پر صبر کیا۔
یہاں تک کہ ہماری مدد ان کے پاس آئی۔

اصحاب کی اس گستاخی پر حضور کو صبر کا حکم تھا، مگر اس گستاخی کرنے والوں کا انجام
اس آیت میں مذکور ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ
الْمُذَلِّجُونَ لَهُمْ مِنْ يَحْيَىٰ دَاوُدَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ
فَإِنْ لَهُ نَارًا جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ذَلِكَ
الْخِزْيُ الْعَظِيمُ

پ ۱۰ - سورہ توبہ - آیت ۶۳

کیا یہ لوگ یہ بھی نہیں جانتے کہ جس شخص نے خدا اور
اس کے رسول کی مخالفت کی تو اس میں نیک ہی نہیں
کہ اس کے لئے جہنم کی آگ (تیار رکھی ہے) جس میں وہ
ہمیشہ جلتا بھنٹتا رہے گا۔ یہی تو بڑی رسوائی ہے۔
پس ایسے لوگوں کو ایمان و اسلام میں کامل کہنا حکم خدا اور رسول کی کھلی ہوئی مخالفت
نہیں تو اور کیا ہے، ملاحظہ ہو قرآنی بیان،
فَالَّذِينَ يَتَّبِعُوا لَهُ الْفَاعِلِينَ أَلَمْ يَكُنْ لَهُ
الْبُيُوتُ وَمِنْ أَهْلِ مِمَّنْ اتَّبَعَ هَوَاهُ
بِغَيْرِ حِسَابٍ مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي
الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ

پ ۲ - سورہ قصص - آیت ۵۰

لوگوں کو منزل مقصود تک نہیں پہنچایا کرتا۔
یہی نہیں کہ صرف ان لوگوں نے اس تحریر کے بارے میں آنحضرت کی مخالفت کی تھی، نہیں
بلکہ اس سے دو چار دن پہلے یہ حضرات لشکرِ اسامہ میں جانے سے کتراتے رہے اور آنحضرت کو اس
قد رنا راض کیا کہ اس نازک حالت میں بھی حضور نے مسجد میں آکر خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور لشکر
اسامہ سے پہلو ہٹتی کہنے والوں پر لعنت فرمائی۔ اس لشکر میں حضرت علیؑ کے علاوہ آپ کے تمام
بڑے بڑے صحابہ کو جانے کا حکم تھا، یقین نہ آئے تو ذیل کے بیانات پڑھئے کہ آپ کو لشکر
اسامہ کے ہمراہ جانے کا حکم نہیں تھا۔

حکمِ عالی چنانچہ نافذ شد کہ اعیانِ ہاجرین و
چہابِ رسول خداؐ، سوائے حضرت علیؑ کے اعیانِ ہاجرین و

انصار مثل ابو بکر و عمر و عثمان و سعد بن ابی وقاص
 و ابو عبیدہ جراح الا علی رضی کہ ہمراہ آن نہ کر
 زان لشکر ہمراہ اسامہ باشند،
 (۲) حضرت و اجیش اسامہ لعن اللہ من
 تخلف عتھا۔
 انصار جیسے ابو بکر، عمر، عثمان، سعد بن ابی وقاص
 اور ابو عبیدہ جراح وغیرہ کو حکم دیا کہ لشکر اسامہ
 میں شامل رہیں۔ اور اسامہ کے ساتھ رہیں۔
 لشکر اسامہ تیار کرو خدا لعنت کرے اس پر جو
 لشکر اسامہ سے علیحدگی اختیار کرے۔

(۳) اس واقعہ پر شاہ صاحب تحفہ میں بہت کچھ چناں چہیں کر تھکے بعد لفظ لعن اللہ کے
 یہ معنی بتاتے ہیں۔

”لعن اللہ“ کا جملہ اگر صحیح ہے تو اس کے معنی یہ
 ہوں گے کہ رومیوں سے جنگ کرنے کے لئے زید
 بن حارثہ کے انتقام کے لئے اسامہ کو تنہا چھوڑنا حرام
 انتقام زید بن حارثہ پہلو تھی گردن حرام سرت
 (جملہ لعن اللہ) اگر صحیح ہم باشد معنی نسبت
 کہ اسامہ را تنہا گذاشتن و از ہم رومیان برآ
 انتقام زید بن حارثہ پہلو تھی گردن حرام سرت
 اس غم و غصہ کا اثر ہنوز مزاج مبارک سے زائل ہونے بھی نہیں پایا تھا کہ ان جاں نثاروں
 نے اس زخم پر نیک پاشی کی آخر حضور نے ان کو اپنے پاس سے ہٹا دیا۔ اور ان حضرات سے
 ناراض دنیا سے گئے، اب آپ کا ذہن جہاں تک کام کرے سوچئے اور غور کیجئے کہ پھر ایسے
 لوگوں کا کیا حشر ہوگا، اور کہاں ٹھکانہ ہوگا۔

الغرض آپ نے اچھا مسئلہ اٹھایا کہ شروع ہی میں مذہب اہلسنت کا بھانڈا پھوٹ گیا،
 اور فضیلت صحابہ کی قلعی کھل گئی۔ علامہ شہرستانی کے اس بیان کو ایک بار پھر پڑھئے۔ دیکھئے
 موصوف صحابہ کو کہاں لے جا رہے ہیں۔

”اول شبہ جو عالم میں واقع ہوا وہ ابلیس علیہ العن کے تکبر کا نتیجہ تھا،
 اور اول نزاع جو اسلام میں واقع ہوئی قضیہ قرطاس سے ہوئی اور صحابہ کی بدولت
 ہوئی۔“

اور اس کے بعد شاہ صاحب کا حسب ذیل بیان پڑھئے اور بار بار پڑھئے، ابطال مذہب

۱۵ مدارج النبوة جلد ۵ ص ۵۳ سطر ۱۲ مطبوعہ نول کشور پریس ۱۲ عابد حیدری

۱۶ مل و نخل بر حاشیہ الفصل و نخل و نخل ابن خزم اندلسی ص ۱۲ منہ

۱۷ تحفہ باب و ہم مطاعن طعن بیوم بر ابو بکر ص ۲۲۲ مطبوعہ نول کشور ۱۲ منہ

۱۸ اصل عبارت گزشتہ صفحات میں درج ہو چکی ہے اس جگہ صرف ترجمہ کا خلاصہ درج کیا گیا ہے۔ دیکھئے
 شہرستان بر حاشیہ الفصل جزم اندلسی ص ۱۹-۱۲ عابد حیدری

اہل سنت کی روشن دلیل ہے۔

مذہب کے مخالفین دو (قرآن و عترت) باشند عقیدہ و عملاً اور امور شرعیہ نامعتبر ست^۱
بھائیو! اگر تحقیق حق مطلوب ہے تو کتب امامیہ سے اپنے اصحاب احمد و حین کے معائب کی تلاش
میں کیوں دقت بر باد کرتے ہو۔ اپنے گلستاں کی سیر کیوں نہیں کرتے۔

سوئے چمن نہ جانے سوئے لالہ زار دیکھ تو آپ باغ حسن ہے اپنی بہار دیکھ
چونکہ آپ نے دونوں مذہب کی حقیقت و بطلان کا دار و مدار اصحاب کی برائی بھلائی پر رکھا
ہے جس کو ہم نے آپ ہی کی کتب سے ثابت کر دیا کہ یہ پھول بے بو کے ہیں۔ اور یہ ستارے بے نور
ہیں۔ ان سے اور ایمان و اسلام سے دور کا بھی لگاؤ نہیں ہے۔ لہذا اب تو سچے مذہب کے
پہچاننے میں دشواری نہیں ہے۔ گذشتہ بیان کی روشنی میں مذہب امامیہ اختیار کرنے میں
کیا رکاوٹ ہے مگر نہیں ہے مشکل اور بہت مشکل۔ کیونکہ یہ تو علما و اہل سنت قطعی طور سے
طے کر چکے ہیں کہ اگرچہ اصحاب ثلاثہ کے ایمان اور عقاید میں نقائص اور محمد و آل محمد سے منازعات
و مشاجرات اور ان کے حقوق کا تلف کرنا ثابت ہے، پھر بھی ہم کو مطاعن صحابہ سے چشم
پوشی کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اس سے اصحاب رسول خداؐ سے بغض پیدا ہوتا ہے، چنانکہ
ان لوگوں نے اپنے مذہب والوں کو ایسی کتابوں کے دیکھنے اور بیان کرنے سے روکا ہے
جس میں صحابہ کے فضائل و مجور اور مشاجرات وغیرہ کا ذکر ہے۔ ذیل کے بیانات پڑھئے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب تکمیل الایمان ص ۶۹ پر لکھتے ہیں:-

(۱) "روشن اہل سنت و الجماعت آن
ست کہ صحابہ پیغمبر را خبر باد نہ کنند، و لعن
سب دشتم و اعتراض و انکار بر ایشان نہ کنند
با ایشان براہ سواد و نردند از ہمت نگاہ
صحبت آنحضرت صلعم و از آنچہ ایشان در
مشاجرات و محاربات و تقصیر در حفظ حقوق
اہل بیت نبوی و رعایت ادب با ایشان نقل
اہل سنت و الجماعت کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اصحاب رسولؐ
کو سوائے بھلائی کے (برائی کے ساتھ) یاد نہیں کرتے، اور
لعنت نیز سب دشتم اور ان کے افعال پر اعتراض و
انکار نہیں کرتے، اور ان کے ساتھ کسی قسم کی بے ادبی
نہیں کرتے صرف اس لئے کہ ان لوگوں کو آنحضرتؐ
کی صحبت کا شرف حاصل ہے، اور اصحاب سے جو
کچھ مشاجرات اور محاربات، اور اہلبیت نبوی کے

کنند بعد از تسلیم صوت آں اخبار از اں اغماض
کنند و تغافل و رز ند و گفته نا گفته و شنیده
نا شنیده انگارند۔

حق کی حفاظت، ان کے ادب کی رعایت میں کمی ہوئی
ہے اور جس کی روایت کی جاتی ہے، ان خبروں اور روایات
کو صحیح ماننے کے بعد بھی اس سے اغماض کرتے ہیں۔ اور غفلت
برتتے ہیں اور گفتہ کو ناگفتہ اور شنیدہ نا شنیدہ سمجھتے ہیں۔

(۳) علماء نامدار و اہل سیر کہ نظر بصوت اخبار
دارند کار از کتب معتبرہ انتخاب کردہ اند کہ
بر ہمیں اقوال اکتفاء و اعتبار نمودہ اند کہ در
مشاجرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم
اجمعین بجز سکوت و ذہول خیال و تصورے
نہ باید نمود۔ روضۃ الاحباب۔

علماء نامدار اور اہل سیرت جو واقعات کی صورت
پر نظر رکھتے ہیں، اور انھیں کتب معتبرہ سے منتخب کر
لیے انھیں باتوں پر اکتفاء اور اعتبار کیا ہے کہ صحابہ
کرام کے مشاجرات کے بارے میں سوائے خاموشی
اور فراموشی کے اور کوئی تصور نہ کرنا چاہئے۔

اسی طرح مولوی خواجہ حسن نظامی کی تالیفات محرم نامہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ
موصوف کو محمد و آل محمد سے عقیدت ہے۔ اور آل رسول پر جو مظالم ڈھائے گئے اس کو
در پردہ خلفاء ثلاثہ ہیں۔ نیز موصوف نے اپنی کتاب محرم نامہ میں جناب عثمان کی بدعتوں
بہت تفصیل سے لکھا ہے پھر بھی حضرت عثمان کی بدعتوں سے چشم پوشی کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

محرم نامہ ص ۲۹

حضرت عثمان کی شہادت کا قصہ جیسا غمناک ہے، ویسا ہی پیچیدہ ہے، ایک ایسا
آدمی جو کسی فرقہ کی طرف ذاری نہ کرتا ہو، جب حضرت عثمان کا واقعہ لکھے گا تو اس کو بہت مشکوک
کیونکہ وہ ایک طرف دیکھے گا کہ حضرت عثمان، رسول خدا کے داماد اور بڑے مقرب صحابہ تھے
اور ان کا ادب اس کے دل میں حد درجہ کا ہو گا، دوسری طرف تاریخی واقعات سے اس
کو حضرت عثمان کی چند ایسی بشری ناتوانی کی باتیں نظر آئیں گی جو ان کی شہادت کے لیے
میں معاون ہوئیں۔ ایسی حالت میں اس کو چاہئے کہ واقعات سب لکھ دے اور اپنے ادب
نہ چھوڑے، میں سنی ہوں مجھ پر حضرت عثمان کی عزت و حرمت لازم ہے۔ ان کی خدمت
اور اس کے نزاعی واقعات کا فیصلہ میرے اختیار میں نہیں ہے خدا کو معلوم ہے کہ اصل حقائق کیا

۱۔ مکمل الامان قلمی موجودہ کتب خانہ ناصرہ لکھنؤ پیش نظر ہے، حوالہ درست ہے۔

نہیں، ہرگز برابر نہیں،

مذکورہ بیانات سے صاف معلوم ہو گیا کہ جو آیات و احادیث اور روایات بتاتی ہیں کہ سب اصحاب مومن نہیں تھے، علماء اہل سنت انھیں صحیح سمجھ کر بھی، صحابہ کے ہی دام محبت میں پھنسنے ہوئے ہیں۔ جیسے معلوم ہوتا ہے کہ

وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمُ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا
اور ان کے دلوں پر ہم نے پردے ڈال دیے ہیں کہ وہ اسے سمجھیں اور ان کے کان بہرے ہو گئے ہیں۔

اور جب ان کے حقیقی ایمان و اعتقاد کا پتہ نہیں چلتا تو اپنے مذہب کا رنگ جانے کے لئے جو فضائل خدا و رسول سے مومنین صحابہ کی شان میں ارشاد فرمائے ہیں ان کو اپنے اصحاب کا پیچھا کرنا نہ کرنا کی بے سود کوشش کرتے ہیں۔ جیسا کہ خواجہ کی مذکورہ عبارت سے ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ بصرہ کے سامنے جو لوگ وصی رسولؑ سے باغی ہوئے جنگ کے لئے آکھڑے ہوتے تھے انھوں نے دنیا کی ایک چپہ بھر زمین کو بھی اسلام کے آگے سرنگوں نہیں کیا تھا۔ البتہ دنیا سے اسلام کو نیست و نابود کر دینے کے لئے اپنی پوری طاقت صرف کر دی تھی۔ پس جو لوگ وصی رسولؑ کے مخالفین و معاندین کی نسبت نیک اعتقاد رکھتے ہیں۔ وہ کھلم کھلا خدا و رسولؑ کی مخالفت کرتے ہیں، کیونکہ علیؑ سے لڑنے والا رسولؑ سے لڑنے والا ہے۔ احادیث اہل سنت خود بتاتی ہیں کہ حضرت علیؑ کا گوشت و پوست رسولؑ کا گوشت و پوست ہے۔ حضرت علیؑ کا دوست، رسول خدا کا دوست ہے وغیرہ۔ ملاحظہ ہوں ذیل کے احادیث۔

روایت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا قالت رسول اللہ من احب علیا فقد احبني ومن احبني فقد احبني ومن ابغض عليا فقد ابغضني ومن ابغضني فقد ابغضني (اخرجه الديلمي والطبرانی راجع المطالب ص ۵۷)

جناب ام المومنین ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ جب رسول خداؐ نے فرمایا، جس نے علیؑ سے محبت کی مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے خدا سے محبت کی اور جس نے علیؑ سے بغض رکھا، اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا، اس نے خدا سے بغض رکھا۔

(۲) عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلي جنت الميما بغضك نفاق اول من یدخل الجنة محبك ومن یدخل النار مبغضك۔
(اخرجه ابن خالويه) ایضا ص ۵۱۳

ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا نے حضرت علیؑ سے ارشاد فرمایا، تیری محبت ایمان ہے اور تیرا بغض نفاق ہے جنت میں تمہارا دوست سب سے پہلے جائے گا۔ اور دوزخ میں انہم سے بغض رکھنے والا سب سے پہلے ڈالا جائے گا۔

(۳) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ من سب علیاً فقد سبني ومن سبني فقد سب اللہ ومن سب اللہ ادخلہ اللہ النار ولہ عذاب مہین۔
(اخرجه الديلمی) ایضا ص ۵۱۶

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے علی کو برا کہا، میں نے مجھے برا کہا اور جس نے مجھے برا کہا اس نے خدا کو برا کہا، جس نے خدا کو برا کہا خدا اس کو دوزخ میں ڈالے گا اور اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

(۴) اخرجہ احمد والطبرانی والحاکم عن ابی ہریرۃ قال نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی علی والحسن والحسین وفاطمہ قال انا حرب لمن حاربکم وسلم لمن سلك عن الترمذی عن زید بن ارقم انا حرب لمن حاربکم وسلم لمن سلك عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ ارجح المطالب ص ۵۴

امام احمد اور طبرانی اور حاکم نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے حضرت علیؑ اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور حضرت فاطمہؑ کی طرف دیکھا۔ اور ارشاد فرمایا کہ میں اس سے لڑنے والا ہوں جو تم سے لڑے اور اس سے صلح کرنے والا ہوں جو تم سے صلح کرے، اور امام ترمذی نے زید بن ارقم سے اس حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے کہ حضرت نے فرمایا میں جنگ کرنے والا ہوں اس سے جو اس سے لڑے، اور صلح کرنے والا ہوں جو اس سے صلح کرے، محب طبری نے ریاض النفرہ میں اس حدیث کو ابو بکر سے روایت کیا ہے۔

۱۲ ص ۶۸ جو تھا باب مطبوعہ لاہور۔ ۱۲ باب حدیثی

۵۲ ص ۶۸

۵۳ ص ۶۸

یہ وہ مستند احادیث ہیں جن سے شاہ صاحب کو بھی انکار نہیں، وہ بھی حضرت علیؑ سے لڑنے والے کو مفسد اور کافر بتاتے ہیں۔ چنانچہ تحفہ میں لکھتے ہیں۔

۱۱۔ وجہ تخصیض مرتضیٰ امین خواہد بود کہ آنحضرت صلعم را بوحی معلوم شد کہ در زمان مرتضیٰ بنی و فساد خواهد شد و بعض مردم انکار امامت او خواہد نمود ص ۲۲۲

حضرت علیؑ کے لئے خصوصیت کی وجہ یہ ہوئی کہ آنحضرت کو وحی خدا سے معلوم ہو گیا تھا کہ حضرت علیؑ کے زمانہ میں فساد اور بغاوتیں ہوں گی، اور کچھ لوگ آپ کی امامت سے انکار کریں گے۔

۱۲۔ محارب حضرت مرتضیٰ اگر از راہ عداوت و بغض است نزد علماء اہل سنت کافرست بالا جماع وہمیں سرت مذہب ایشان در حق خوارج و اہل نہرواں ص ۳۹۵

اگر حضرت علیؑ سے بغض اور عداوت کی بناء پر جنگ کی ہے تو لڑنے والا، بالا جماع علماء اہل سنت کے نزدیک کافر ہے۔ اہل سنت کا خوارج اور اہل نہرواں کے بارے میں یہی مذہب ہے (کہ وہ کافر ہیں)

اہل سنت کہ... عجیب و غریب اصول ہے۔ حضرت علیؑ سے لڑنے والوں کا کفر بھی بتاتے ہیں اور انھیں کو جنتی بھی کہتے ہیں۔ جیسا کہ خواجہ ممدوح الصدر، طلحہ و زبیر کے بارے میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔

”ان کو خود رسول اللہ صلعم نے جنتی ہونے کی بشارت دی تھی“

اور لطف کی بات یہ بھی ہے کہ اسی رسالہ محرم نامہ کے ص ۶۶ پر اس حدیث کے خلاف یہ بھی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ نے زبیر کو ظالم بتایا ہے۔ ان کے الفاظ پڑھئے۔

”و رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے اے زبیر اس دن سے ڈر کہ تو علیؑ پر فوج

لے کر چڑھے گا، اور اس دن تو ظالم ہوگا“

اور یہ ظاہر ہے کہ ظالم جنتی نہیں ہو سکتا، کیونکہ ظالموں کے حق میں خداوند عالم نے صاف کہہ دیا ہے۔ لعنتہ اللہ علی القوم الظالمین“

ظلم کرنے والوں پر خدا کی لعنت ہے (یعنی رحمت خدا یاد رکھئے، حضرت علیؑ کی مودت کے بغیر تمام عبادت اور اطاعت بیکار ہے۔ سرکارِ دو کا ارشاد پڑھئے۔

عن علیؑ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لو ان عبد عبد اللہ عز وجل مثل ما قام لودح فی قومہ وکان لہ مثل احد ذهباً فانفقہ فی سبیل اللہ وصل عمرہ حتی یحج الف حج علی قد مبدہ ثم قتل بلی الصفا والمرۃ مظلوماً ثم لم یلک الثیاب علی لم یشم رائحة الجنة ولم یدخلها (اخراجہ الدیلمی) از حج الطالب ص ۵۲

حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا، اگر کوئی بندہ خدا کی اتنی عبادت کرے جس قدر نوح اپنی قوم میں ہدایت کرتے رہے اور کوہ احد کے برابر راہ خدا میں سونا خرچ کرے، پھر اس کی عمر اس قدر بڑھے کہ پیادہ پا ہزار حج کرے، پھر کوہ صفا و مروہ کے درمیان ظلم قتل کیا جائے پھر بھی اے علیؑ اگر تجھے دوست نہ رکھتا ہو تو وہ نہ جنت کی بوسونگہ سکے گا اور نہ جنت میں داخل ہو سکے گا۔

شاہ صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے کہ حضرت علیؑ کی محبت فرض ہے، ان کے الفاظ

پڑھئے۔

”محبت علی فرض مثل محبت پیغمبر و دشمنی علی حرام است مثل دشمنی پیغمبر و ہمیں سنت مذہب اہل سنت و الجماعت ہے“

پیغمبر خدا کی دوستی کی طرح حضرت علیؑ کی بھی دوستی فرض ہے اور پیغمبر اسلام کی دشمنی کی طرح حضرت علیؑ کی بھی دشمنی حرام ہے یہی اہلسنت و الجماعت کا مذہب ہے۔

یہی محبت علیؑ جو ایمان ہے، اور اگر محبت نہیں ہے تو نفاق کی پہچان ہے۔

عن ام سلمہ راضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی لا یحبک الا مومن ولا یبغضک الا منافق (اخراجہ النسائی) از حج الطالب ص ۵۳

جناب ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرماتے تھے کہ تجھے دوست نہیں رکھے گا مگر مومن اور دشمن نہیں رکھے گا مگر منافق۔

اور منافق کی نسبت خدا کا یہ کھلا ہوا ارشاد ہے۔

ان المنافقین فی الدارک الاسفل من النار ولن تجد لهم نصیراً پ ۵۔ سورہ نساء۔ ع ۱۔

اس میں شک نہیں کہ منافقین جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں ہوں گے، اور (اے رسولؐ) تم وہاں کسی کو ان کا مددگار نہ پاؤ گے۔

اس صورت میں شاہ صاحب کا جو حضرت علیؑ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں وہ بالکل قلط

(حاشیہ) ۱۔ ایضاً ص ۱۱۱ چو تھا باب مطبوعہ لاہور۔ ۱۲۔ تحفہ ص ۳۳ باب سہم در ذکر حدیث غدیر۔ ۱۳۔ ایضاً ص ۱۱۱ چو تھا باب مطبوعہ لاہور۔ ۱۴۔ عابد حیدری

ہے کیونکہ تمام اہل سنت، اہل بیت کے مخالفین اور دشمنوں کو تمام امت سے مرتبے میں اعلیٰ اور افضل اور ایمان و اسلام میں سب سے اکمل سمجھتے ہیں۔ بھائیو! اگر تم وصی رسولؐ سے مودت و محبت رکھتے ہو تو اس کا تقابل ذرا اپنے خلفاء ثلاثہ کی محبت سے کرو، تم خود سوچو کہ وہ اصحاب کبار جنہوں نے ابو بکر کی بیعت نہیں کی تھی، اور ان سے ناراض تھے ان کے بارے میں تمہارے شاہ صاحب کیسا نازیبا جملہ لکھتے ہیں۔

”ہر گاہ کہ اس قسم مرد و دین جناب الہی اور خانہ خدا پناہ نہ باشد در خانہ حضرت زہرا چہر پناہ باید داد“

یا ثلاثہ کی خلافت کے منکر کے لئے یہ فتویٰ دیتے ہیں۔

حق تعالیٰ در قرآن مجید منکر خلافت خلفائے ثلاثہ را در آیہ استخلاف کافر فرمودہ: ”اور اصحاب شوری میں جو مخالفت کرے وہ قابل گہر و زنی ہو جائے“ اور ایسے لوگوں کو تمہارے علماء مرتد بے دین، کافر، وغیرہ کہیں، اور جناب امیر المؤمنین کی خلافت سے جو انکار کرے، نکث بیعت کرے، ان کو تمہارے علماء مجاہد، غازی کہیں اور ان کو جنت کا پروانہ عطا کریں اور رضی اللہ عنہم کی بالا۔۔۔ کریں۔ واہ کیا خوب محبت ہے عملاً اور فعلاً تو اظہار کدورت و دشمنی ہو اور زبان سے محبت کا دعویٰ۔ آفریں ہے تمہاری اس مودت و محبت پر۔

اب آپ خود بتائیں کہ مذہبی تعصب میں اہل سنت گرفتار ہیں یا امامیہ اور اپنے آبائی دین کی کورانہ تقلید کون کر رہا ہے۔ انا وجدنا ابائنا علیٰ امتثال الخ کا مصداق کون ہے ہم یا تم۔۔۔ ہم خلیفہ چہارم (تمہارے عقیدے کے مطابق) کی امامت کے منکر کو جنتی بتاتے ہیں یا تم، اور انصاف سے بتاؤ اگر تمہارے دل میں حضرت علیؑ کی محبت و مودت ہوتی اور ان کو امام مانتے تو تم اپنے فتویٰ میں یہ نہیں کہتے کہ خلفاء ثلاثہ کی خلافت کا منکر کافر، بلکہ یہ کہتے کہ خلفاء اربعہ کی خلافت کا منکر کافر ہے۔

مختصر یہ کہ مذکورہ بالا باتیں پڑھ کر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ آپ کے مذہب کی بنیاد صرف اصحاب ثلاثہ کی اندھی محبت پر ہے۔ آیات الہی اور احادیث نبوی سے اس مذہب کا دورے بھی لگاؤ نہیں اور اگر ہے تو آیات کی مہمل تاویلوں اور وضعی حدیثوں سے جو شام کی تاریکی سے نکل کر تاریک گھروں تک پہنچتی ہیں۔ کیا انہیں خوبیوں سے آپ نے اہل سنت و الجماعت کو

اور مذہب امامیہ کو برا سمجھا ہے۔ اگر آپ کی یہی سمجھ ہے تو آپ ہی کو ایسا مذہب مبارک امام کو ایسے نا خدا کی ضرورت نہیں جو خود ضلالت کے بھنور میں غرق ہو رہا ہے۔ ہم تو قرآن و حدیث کی روشنی میں سفینہ نجات (آل محمد) کو اپنا راہبر نا خدا بنا چکے ہیں۔ جو عین خوشنودی خدا ہے۔ اب بتائیے آیات مندرجہ ذیل کے مصداق آپ ہیں یا ہم، (مگر انصاف سے بتائیے گا)

۱۱۔ اٰمَنَّا بِمَنْ بَنِيَانَهُ عَلٰی تَقْوٰی مِنَ اللّٰهِ کیا جس شخص نے خدا کے خوف اور خوشنودی پر اپنی

وہ عنوان خیر امت اسس بنیانہ علی

شفا جرف ہمار فائہاریہ فی نار جہنم

واللہ لایہدی القوم الظالمین

پا ۱۱۔ سورہ توبہ - ۱۳

۲۔ قریقا ہدی و قریقا حق علیہم الضلالۃ

انہم اتخذوا الشیطن ادلیاء من دون اللّٰہ

و یحسبون انہم مہتدون۔

پا ۸۔ سورہ ابراہ - ۴۵

اس کے گمان کرتے ہیں کہ وہ راہ راست پر ہیں۔

اس پر بھی اگر آپ مطاعن صحابہ کو افشا کرنے پر آمادہ ہیں تو آگے بڑھئے، ہم بھی حضرت

عمر کے اس خطبہ سے جس کو انہوں نے جناب ابو بکر کو مسند نشین کرتے ہوئے، مسجد نبوی میں

مہاجرین اور انصار کے سامنے فرمایا تھا۔ آپ کی خلافت راشدہ کو "خلافت فاسیدہ" ثابت

کئے دیتے ہیں۔ لیجئے، خلیفہ صاحب کا خطبہ پڑھئے، جو بخاری شریف کی زینت بڑھا رہا ہے۔

اکوان بیعت ابی بکر کانت فلتۃ و قی

اللہ شرھا فمن عادالی مثلھا فاقتلوا

ناگہانی امر ہے اس نے اس کے شر سے لوگوں کو بچالیا۔

اب جو کوئی اس طرح کی بیعت کی کوشش کرے اسکو قتل کر دو۔

اس کے بعد امام غزالی کا ارشاد بھی پڑھ لیجئے۔

فاجمع الجماہیر علی متن الحدیث من خطبۃ

یوم غدیر خم باتفاق الجمیع و یقول

من کنت مولاه فعلی من لاء فقال عمر بنی

بنی یخ لک یا ابا الحسن لقد اصبحت مولاً

یہ کہا کہ مبارک ہو مبارک آپ کو اے علی کہ آپ میرے

عمارت کی بنیاد ڈالی ہو وہ زیادہ اچھے یا وہ
شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اس بوڑھے آدمی کے
کے لب پر رکھی ہو جس میں دڑاڑ پر چکی ہو اور گر جائے ہو پھر
اسے دیکھو ہم کی آگ میں پھٹکے اور خدا ظالم لوگوں کو منزل
اسی نے ایک فریق کی ہدایت کی اور ایک گمراہ (کے
سر) پر گمراہی سوار ہو گئی، ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ
کر شیطان کو اپنا سرپرست بنا لیا ہے، اور باوجود
اس کے گمان کرتے ہیں کہ وہ راہ راست پر ہیں۔

و مولیٰ کل مومن و مومنة فهذا تسليم و رضا
 و تحکیم ثم بعد هذا غلب الهوى ليجب
 الرياسة و حمل عمود الخلافة و عقود النبوة
 و خفقات الهوى في تعقبة الديات و اشتباها
 از دحام الخيول و تلح الامصار و سقام
 كاسن الهوى فعادوا الى الحالة الاولى
 فتبدوا و ساء ظهروا هم و اشتروا به
 ثمنا قليلا فبئس ما يشترون انتهي
 و لما مات رسول الله صلى الله عليه
 و آله وسلم قال قبل وفاته
 ايتوني بدواة و بياض لا ذيل
 منكم اشكال الامر و اذكر لكم من مسألتي
 بها بعدى قال عمر بن الخطاب فانه ليحيى
 فاما بطل تعلقكم بتاويل النصوص فعدت
 الى الاجماع، سر العالمين ص ۱۹

اور تمام مومن اور مومنہ کے مولیٰ ہو گئے، پس عمر کا یہ
 قول (حضرت علیؑ کی خلافت پر) تسلیم و رضا اور
 فیصلہ ہے، پھر اس کے بعد حکومت دریا ست کی محبت
 کی وجہ سے خواہش نفسانی کا غلبہ ہوا، نیز خلافت کے
 جھنڈوں کا ہر شہر و دیار میں گڑ جانا اور علم کے پھریروں
 کا ہوا میں ہر جگہ اڑنا اور سواروں کا دونوں طرف چلنا
 میں چلنا، اور ملک اور شہروں کا فتح کرنا ان سب
 باتوں کے تصور نے ان کو خواہش نفسانی کا جام پلا دیا
 پس وہ لوگ پہلی حالت (رجا ہلیت) کی طرف لوٹ گئے، اور
 جو حالت قبل اسلام تھی ویسے ہی ہو گئے، اور عہد مبارک کو پس
 ڈال دیا۔ اور حکومت کو تھوڑی سی قیمت پر خرید، اور جو چیز
 انھوں نے خرید کی وہ بہت ہی بُری ہے۔
 جب رسول اللہؐ کا انتقال ہوا، آنحضرتؐ نے مرنے
 سے پہلے کاغذ و ادوات طلب فرمایا کہ میں تم سے ایک شکل
 امر کو دور کر دوں، اور اس کو بتا دوں جو میرے
 بعد اس خلافت کا مستحق ہے تو اس کے جواب میں حضرت عمرؓ نے کہا کہ رہنے دو یہ شخص ہذا بیان کرتا ہے، پس جب
 باطل ہو گیا تمہارا تعلق اس تاویل سے تو پھر اجماع کی طرف پلٹ گئے، سبط ابن جوزی نے اس عبارت کو
 بحوالہ سر العالمین اپنی کتاب خواص الامہ میں نقل کیا ہے، اور امام ذہبی جو فن حدیث میں امام شمار کئے جاتے ہیں
 اس کو امام غزالی کی تالیفات میں شمار کیا ہے، ملاحظہ ہو میزان الاعتدال جلد اول بذیل ذکر حسن بن علی
 ص ۲۰۴ مطبوعہ انوار محمدی لکھنؤ۔

مذکورہ بیانات، فضیلت صحابہؓ کے مشتق نمونہ از خروارے ہیں۔

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

قال۔ دلائل عقلی صحابہؓ کی فضیلت۔ پہلی دلیل۔

یہ سب جانتے ہیں کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے عرب میں مبعوث کیا اور
 معظہ میں اول اول حضرت کو اظہار نبوت کا حکم دیا تو اس وقت سب لوگ کافر و مشرک

اور آپ کے عزیز و اقارب اور رشتہ دار بھائی بند اس خبر کے سنتے ہی آپ کے دشمن ہو گئے تھے اور آپ کی تکذیب کرتے تھے، کوئی مجنوں کہتا تھا، اور کوئی دیوانہ بتاتا تھا (لغو ذالک) اور چھ برس تک باوجود دعوت اور اظہارِ محجزات کے صرف چند آدمی جو چالیس سے کم تھے، مسلمان ہوئے مگر چھ برس کے بعد کسی قدر جماعت مسلمانوں کی ہو گئی، اور دعوت اسلام علانیہ ہونے لگی۔ اور ارکانِ دین کو حضرت نے علی رؤس الاشهاد ظاہر کرنا شروع کیا، تب اہل مکہ نے یہاں تک تکلیف دینی شروع کی کہ آخر کار مکہ چھوڑنا، اور مدینہ کو ہجرت کرنی پڑی اور آہستہ آہستہ دین کی ترقی ہونی شروع ہوئی۔ اور پھر اس قدر جلد اسلام پھیلا کہ چند سال کے عرصہ میں سیکڑوں سے ہزاروں کی اور ہزاروں سے لاکھوں کی نوبت آگئی، اور جماعت کی جماعت اور فوج کی فوج خدا کے دین میں داخل ہو گئی۔

ذوقِ ل - جناب! آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں یہ تو آنحضرت کی بعثت سے متعلق ہے۔ آپ کے اصحاب ثلاثہ کی فضیلت وغیرہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں، البتہ ان کی خاطر آپ آنحضرت کے عزیزوں کو حضور کا دشمن بتا رہے ہیں، حالانکہ تمام حدیث و سیر کی کتابیں کہتی ہیں کہ جب آنحضرت مبعوث ہوئے اور پوشیدہ طور پر حق کی دعوت دینے لگے۔ تو سب سے پہلے آپ کے عزیزوں ہی نے تصدیق رسالت کی تھی۔ اور جب کھلم کھلا دین کی تبلیغ فرمانے لگے۔ اور کفار جانی دشمن ہو گئے اس وقت بھی عزیزوں ہی نے ہر طرح نصرت کی، اگر آپ کو یقین نہ آئے تو ہم ذیل میں روضۃ الاحباب کی عبارت کا ملخص ترجمہ پیش کر رہے ہیں، جس کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے واقعات و حالات کی صداقت کے لحاظ سے بہت معتبر اور مستند قرار دیا ہے۔ اس بیان سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ایسے نازک وقت میں آنحضرت کے معین و مددگار آپ کے عزیز اقارب ہی رہے، ”اخیار“ نہیں تھے۔ لیجئے ترجمہ حاضر ہے، (اصل عبارت طول کے خوف سے چھوڑ دی گئی ہے)

”جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سن مبارک چالیس سال کا ہو گیا، تو خداوند عالم نے (لوگوں کی ہدایت کے لئے) تمام مخلوق پر آپ کو رسول بنا کر بھیجا، اور مبعوث بہ رسالت ہونے سے پہلے، آثار اور علامات، حضور سے ظاہر ہونے لگے۔ جیسے سچے خواب دیکھنا، درختوں اور پتھروں کا سلام کرنا، جب تنہا راستہ طے کرتے تھے کسی آدمی کی آواز سنتے تھے کہ آپ کو پکار رہا ہے، اور کہتا ہے کہ اے محمد! جب داہنے بائیں دیکھتے تھے، کوئی نظر نہیں آتا تھا، ہر سال

اسی طرح ہوتا رہا جب ولادت کا اکتالیسواں سال شروع ہوا تو آنحضرت اٹھے اور قاعدہ معینہ کے مطابق غار حرا کی طرف چلے گئے، اور وہاں جا کر عبادت میں مشغول ہو گئے۔ خود آنحضرت سے مروی ہے کہ ایک دن میں غار حرا میں تھا کہ ایک شخص میرے پاس آیا، اور کہا کہ اے محمد آپ کو جو خبر ہو کہ میں جبریل ہوں، خداوند عالم نے مجھ کو آپ کے پاس بھیجا ہے، آپ اس امرت پر خدا کے رسول ہیں، جبریل نے کہا پڑھئے میں نے کہا میں پڑھنا نہیں جانتا۔ تب جبریل نے مجھ کو اپنی گود میں لے کر دیا۔ اور کہا اب پڑھئے، پس میں نے سورہ اقرار آخر تک پڑھا، اس کے بعد جبریل نے اپنا پیر زمین پر مارا جس سے پانی کے چشمے ظاہر ہوئے، خود وضو کیا اور مجھ سے فرمایا کہ وضو کیجئے، حضور نے وضو کیا، جبریل نے دو رکعت نماز پڑھی، اور حضور نے جبریل کی اقتدار کی۔ جب جبریل غائب ہو گئے تو آنحضرت اس طرح سے ہوئے گھر آئے کہ گد دن اور دوش کے درمیان گوشت پھڑک رہا تھا، آنحضرت نے فرمایا مجھے اڑھادو پس کوئی چیز اڑھادی گئی، یہاں تک کہ خود جاتا رہا۔ اس وقت، حضرت خدیجہ سے کہا مجھے اپنی جان کا خوف ہے، حضرت خدیجہ نے کہا ڈرے نہیں، خدائے تعالیٰ آپ کو کسی بلا میں مبتلا نہ کرے گا۔ اگر آپ فرمائیں تو میں آپ کی حالت اپنے پیچھے بھائی ورقہ بن نوفل سے بیان کر دوں۔ ورقہ وہ شخص ہے کہ زمانہ جاہلیہ میں دین قریش اور نصرانی کو چھوڑ کر موجد ہو گئے تھے، اور انجیل کا اچھی طرح علم تھا۔ پس حضرت خدیجہ ورقہ کے پاس گئیں۔ اور کہائے میرے چچا کے بیٹے مجھ کو جبریل کے بارے میں کچھ بتائیے یہ سن کر ورقہ نے کہا قدوس۔ قدوس۔ جبریل خدا کے امین ہیں۔ خدا اور اس کے پیغمبروں کے درمیان، خدیجہ نے کہا، (میرے سر تاج) مجھ کہتے ہیں کہ جبریل میرے پاس آئے تھے، اور پوری کیفیت دہرا دی۔ ورقہ نے کہا، محمد کو میرے پاس بھیج دو تاکہ وہ خود مجھ سے اپنا حال بیان کریں، آنحضرت ورقہ کے پاس تشریف لے گئے۔ اور سب حال بیان کیا۔ ورقہ نے کہا کہ بشارت ہو تم کو اے محمد میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی وہ پیغمبر ہیں جس کی بشارت حضرت اسی علیہ السلام نے دی تھی، کہ میرے بعد ایک رسول مبعوث ہو گا جس کا نام احمد ہو گا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی احمد اور خدا کے رسول ہیں۔ اور آپ جلد ہی کفار سے جہاد کرنے پر مامور ہوں گے۔ اے کاش میں اس دن زندہ رہتا تو ضرور آپ کی نصرت کرتا۔

جب آنحضرت کو روشن دلیلوں سے معلوم ہو گیا کہ میں رسول برحق ہوں، سب سے پہلے آپ نے حضرت خدیجہ کو خدا پرستی اور توحید کی دعوت دی، وہ بے توقف آپ پر ایمان لائیں

اور تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اسی دن سہ پہر کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الہامی لائے، اس لئے آپ آنحضرت کی آغوش تربیت میں تھے، جب کفار قریش نے دیکھا کہ اسلام روز بروز زور پکڑتا جا رہا ہے۔ اور پیغمبر خدا کا کام ترقی کر رہا ہے، تو ان کا حسد اور سرکشی اور دشمنی زیادہ ہو گئی۔ مگر آنحضرت کو کوئی تکلیف نہ پہونچا سکے۔ کیونکہ ابوطالب آپ کی پُر زور حمایت کرتے تھے۔ اور دوسرے بنو ہاشم و بنو عبد المطلب، ابوطالب کی حمایت میں کوشش کرتے تھے۔ پس تمام اشراف قریش جمع ہو کر ابوطالب کے پاس آئے، اور کہنے لگے ہماری دو بانوں میں کسی ایک کو کیجئے یا تو اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دیجئے تاکہ ہم اس کو ہلاک کر دیں، یا ہم سے جنگ کے لئے آمادہ ہو جائے اور یقین کیجئے کہ اگر وہ ہمارے بتوں کی برائی اور دشنام دہی سے باز نہ آئیں گے تو ہم ان کو ضرور ہلاک کر دیں گے۔ یہ کہہ کر ابوطالب کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے، حضرت ابوطالب نے کسی کو بھیج کر آپ کو طلب فرمایا، اور کہنا تمہاری قوم کے لوگ آئے تھے اور کچھ باتیں مجھ سے کر گئے۔ اور مجھ کو تمہارے معاملہ میں جدال و قتال کا وعدہ کر گئے ہیں۔ اب تم اپنی جان پر رحم کرو اور اس امر کی تکلیف نہ کر د جس کی طاقت نہ مجھ میں ہے اور نہ تم میں، اور ان پر طعن کرنے اور ان کے معبود (بتوں) کو برا بھلا کہنے سے اپنی زبان کو روکو، ورنہ یہ بات ہمارے اور ان کے درمیان جدائی کا سبب ہوئی، سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیال فرمایا کہ شاید ابوطالب میری حمایت سے دست بردار ہو رہے ہیں، اور مجھ کو کفار کے حوالے کرنا چاہتے ہیں، فرمانے لگے۔

”لے میرے چچا! اگر آفتاب کو آسمان سے اتار کر میرے دل پہ پھینک دیں اور ماہتاب کو بائیں ہاتھ پر رکھ دیں کہ اس امر حق سے باز آجاؤں تو ایسا نہیں ہو سکتا کہ یہاں تک خداوند عالم دین کو آشکارا کرے یا میں فنا ہو جاؤں۔ یہ فرما کر مجلس سے اٹھے اور جانے لگے۔ ابوطالب کو آنحضرت کی باتوں سے رقت طاری ہو گئی، اور کہنے لگے، جان برادر! پلٹ آؤ۔ پیغمبر خدا واپس آئے۔ ابوطالب نے کہا۔ تم اپنا کام کئے جاؤ۔ اور اس معاملہ میں جو چاہو کرو۔ خدا کی قسم جب تک میں زندہ رہوں گا کفار قریش کی مجال نہیں

۱۔ محسن الملک اور ان کے ہوا خواہ بتائیں کہ ابوطالب، بنو ہاشم، بنو عبد المطلب، جو آنحضرت کی پُر زور حمایت کر رہے تھے دشمن تھے یا دوست؟ کہیں دشمن بھی کسی کی حمایت کرتا ہے؟ عابد حیدری

کہ تمہیں سنا سکیں، خلاصہ ردضتہ الاحباب جلد اول صفحہ ۱۲۴

یہ واقعات اسلام کی تاریخ کی تمام کتابوں میں درج ہیں۔ جب کفار کی یہ تجویز بھی ناکام ہو گئی تو طے کیا کہ آنحضرت اور آپ کے خاندان والوں کا بائیکاٹ کر دیا جائے۔ جب حضرت ابوطالب کو اس کا علم ہوا تو آنحضرت اور دوسرے بنو ہاشم کو لے کر اپنے شعب میں چلے گئے جو شعب ابوطالب کے نام سے مشہور ہے۔ اور وہاں تین سال تک ابوطالب اور دوسرے بنو ہاشم آنحضرت کی دل و جان سے حفاظت کرتے رہے، اس قدر تکلیف اٹھائی کہ ضروریات زندگی کی چیزیں بھی نہیں مل سکتی تھیں کیونکہ قریش نے ان کے ہاتھ خرید و فروخت بالکل بند کر دی تھی۔ چند آیات ملاحظہ ہوں۔

وَدَفَى الْمَوَاطِبَ الدِّينَةَ لِمَا سَأَلَتْ قُرَيْشٌ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ مَعَهُ وَعَنْ

اصحابه بالجيشة واسلم عمر ونشوا لاسلام
فی القبائل، اجمعوا علی ان یقتل النبی صلی اللہ
علیہ وسلم فبلغ ذلک اباطالب فجمع بنی ہاشم
وبنی عبدالمطلب ودخلوا رسول اللہ شعیبہم و

منحوہ ممن اراد قتله فاجابوه لذلک حتی کفارہم

فعلوه ذلک حمیۃ علی عادی الجاہلیۃ فلما رأت

قریش ذلک اجتمعوا وتمر بعد ان یکتبوا کیتا با

یتعاقدون فیہ علی بنی ہاشم وعبدالمطلب

ان لا یناکھنہم ولا ینابہنہم ولا ینخالطوہم

ولا یقبلو منہم صلحا اید احتی لیسلموا رسول

اللہ للقتل وکتبوا فی صحیفہ بخط منصور

بن عکر مر بن ہشام وقیل بنعیض بن عامر

مواہب لدنیہ میں ہے کہ جب قریش نے دیکھا کہ نبی صلی

علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی عزت روز

بروز بڑھ رہی ہے اور آپ کے اصحاب حبشہ میں بھی

عزت سے ہیں اور جناب عمر اسلام لاپچکے ہیں، اور

عرب کے تمام قبیلہ میں اسلام پھیل رہا ہے تو قریش

نے اجماع کیا کہ نبی صلعم کو قتل کر دیا جائے، حضرت

ابوطالب کو قریش کے اس ارادہ کی جب خبر ہوئی تو

بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کو جمع کیا، اور رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شعب ابوطالب میں لے کر چلے

گئے، اور تمام لوگوں سے اس بات کی خواہش کی کہ

رسول کو قتل کرنے والوں کے ارادے سے محفوظ رکھیں

چنانچہ سب نے آپ کی بات پر لبیک کہا۔ یہاں تک کہ

کفار بنی ہاشم جو ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے جاہلیت

کی عادت کے مطابق حمیت وغیرہ کی بناء پر حفاظت کر

فرزندان اسلام بتائیں کہ اس نازک وقت میں آنحضرت کے مولس دمد دگار کون لوگ تھے؟ کیا آپ

کی تاریخ بنو ہاشم کے علاوہ کسی اور صحابی کا نام پیش کر سکتی ہے؟ کیا شعب ابوطالب میں محصور ہونے والے

قریباً آنحضرت کے دشمن تھے؟ ۱۲ عابد چاندنی

فشلت يداه وعلقوا بالصيف في جوف اللجة
 ملاح المحرم سنة ببيع من النبوة واشتار
 بنو هاشم وبنو عبد المطلب الى ابي طالب و
 دخلوا معه شعبة الا ابا الصبي فكان مع قريش
 اقاموا على ذلك سنتين او ثلاثا، وقال ابن
 سعد سنتين حتى جهدوا وكان قريش
 قد قطعت عنهم الميرة والمادة وكان لا يصل
 اليهم شئ الا سرا وكانوا لا يخرجون الا من
 موسم الى موسم،

تاریخ خمیس جلد اول ص ۲۹۷

خانہ کعبہ میں آویزاں کر دیا۔ اس کے بعد بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب جناب ابو طالب کے پاس جمع ہو گئے،
 اور آپ کے ہمراہ شعب ابو طالب میں چلے گئے۔ مگر ابو لہب نہیں گیا، وہ قریش ہی کے ساتھ رہا۔ یہ حضرات اس
 میں دو یا تین سال رہے۔ ابن سعد کا قول ہے کہ دو ہی سال محصور رہے۔ یہاں تک کہ انھوں نے سخت زحمتیں
 اٹھائیں اور قریش نے ان سے رسد وغیرہ بالکل بند کر دی تھی، اور مطلقاً کوئی چیز ان تک نہیں پہنچ سکتی تھی
 ہاں پوشیدہ طریقے سے کچھ چیزیں پہنچ جاتی تھیں اور وہ حضرات شعب سے سال بسال، زمانہ حج میں نکل پاتے تھے۔
 (۲) شبلی نعمانی کا بیان :-

”حق ذوی القربی اس لئے قرار دیا گیا تھا کہ ان لوگوں نے ابتداء اسلام میں آنحضرت
 کا ساتھ دیا جب کفار نے زیادہ مجبور کیا تو تمام بنو ہاشم نے جن میں وہ لوگ بھی شامل تھے جو اس
 وقت تک اسلام نہیں لائے تھے آنحضرت کا ساتھ دیا، جب آنحضرت مکہ سے نکل کر پہاڑ کے ایک
 درے میں پہنچے تو سب بنو ہاشم ساتھ تھے، (الفاروق ص ۲۰۱)

(۳) ان قریشا وکنانہ تحالفت علی یتیم ہاشم
 وبنی عبد المطلب ان لا تناکحہم ولا یتبايعوا
 حتی یسلموا الیہم النبی صلعم (بخاری)
 قریش احد کنانہ نے باہم حلف لیا تھا کہ بنی ہاشم اور بنی
 عبد المطلب کے ساتھ مناکحت اور خرید و فروخت بند
 کر دی جائے، جب تک کہ وہ بنی صلعم کو ہمارے سپرد نہ کر دیں۔

(۴) اس جگہ تاریخ کامل کے اردو ترجمہ عروج الاسلام سے ایک روایت درج کی جاتی ہے
 جو ابو طالب کی کمال محبت پر روشن دلیل ہے۔

جب قریش کو معلوم ہو گیا کہ ابوطالب رسول اللہ سے کنارہ کش نہیں ہوتے، بلکہ وہ آپ کی طرف داری اور قوم کی عداوت کے لئے مضبوط ہیں تو عمارہ بن الولید کو ابوطالب کے پاس لائے اور کہا کہ عمارہ بن الولید قریش کا ایک نوجوان ہے جس کے بڑے بڑے بال ہیں اور تہا حسین ہے، اسے تولے لے۔ اس کی عقل اور قوت بڑے کام آئے گی، اسے تو اپنا بیٹا بنالے اور اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دے جس نے ہمیں سفید بنایا ہے، ہمارے دین کی مخالفت کرتا ہے اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دیتا ہے۔ اسے ہم مار ڈالیں گے۔ آدمی کے بدلے آدمی ہوتا ہے۔ اور ہماری جماعت کو متفرق کر دیتا ہے۔ اسے ہم مار ڈالیں گے۔ آدمی کے بدلے آدمی ہوتا ہے۔ ابوطالب نے کہا، کیا لغوبات تم مجھ سے چاہتے ہو اپنا بیٹا مجھے دیتے ہو کہ میں اسے کھانا کھلاؤں اور پرورش کروں۔ اور میرا بیٹا مجھ سے عوض میں لیتے ہو کہ اسے تم قتل کر ڈالو۔ یہ تو کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔ اس پر مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف نے کہا کہ اے ابوطالب لوگوں نے یہ بات انصاف کی کہی ہے۔ مگر مجھے تیرا ارادہ معلوم ہوتا ہے کہ تو اسے نہ مانے گا۔ ابوطالب نے کہا اے بھائی یہ بات انصاف کی تو نہیں کہی مگر مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تو مجھے چھوڑنا چاہتا ہے۔ اور میرے برخلاف قوم کا شریک ہوتا ہے تو مجھے اختیار ہے، جو چاہے کر، اس پر بڑی سوت گفتگو ہوئی اور سب و شتم کی نوبت پہنچی۔ عروج الاسلام جلد ششم ص ۱۱ مطبوعہ آگرہ۔

(۵) دو سال کے بعد جب آپ کی عمر آٹھ سال کی ہوئی تو عبد المطلب کا بیٹا سید کی عمر میں انتقال ہو گیا، اور آپ اپنے دادا کی شفقت سے محروم ہو گئے، عبد المطلب کے بعد ابوطالب نے آپ کی تربیت اور پرورش کی ذمہ داری لی اور ہمیشہ نہایت محبت کے ساتھ اپنے بیٹے کی طرح آپ کو رکھا، کبھی بغیر آپ کے کھانا نہیں کھاتے تھے اور ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ آپ کو پیغمبری کا منصب ملنے سے پہلے اور اس کے بعد اپنی وفات تک آپ کے حامی رہے۔

رسالہ ذکر مبارک ص ۱۱، مولفہ جناب میمونہ سلطان شاہ بانو بیگم صاحبہ نواب زادہ میجر حاجی حمید اللہ صاحب، مطبوعہ علی گڑھ مصححہ جناب مولوی محمد حبیب الرحمن صاحب صدر الصدور حیدر آباد دکن۔

(۶) وکالت ابوطالب فی کل لیلۃ یا مرسا رسول اللہ
صلعم ان یافنی فرامشہ فی طبع یہ فاذا ناما
فاقامہ وامر احد ینہ او غیرہم من اخوانہ

جناب ابوطالب ہر رات رسول اللہ صلعم کو اپنے بستر پر آرام کرنے کو فرمایا کرتے اور خود آنحضرت کے ساتھ سوتے تھے، لیکن جب لوگ سوجاتے تھے، تو ابوطالب

و ابن عمر انما لفظی مکانہ فی فاعلیہ ان ینالہ
من یرید بالیسوع انسان العیون مولفہ
محمد ث علی بن یوسف بن شافعی
آپ کو وہاں سے اٹھا کر دوسری جگہ سلاتے اور بچے
آپ کے اپنے کسی اور بیٹے یا بھائی یا بھتیجے کو سلا دیتے
تھے اس خوف سے کہ جو لوگ آنحضرت کو قتل کرنا چاہتے
وہ اپنے بڑے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔

مذکورہ بیانات سے معلوم ہوا کہ اس سحت مصیبت میں آپ کے اصحاب ثلاثہ شریک نہیں
تھے، جناب عثمان جب شہ چلے گئے تھے اور حضرت ابو بکر و عمر کفار قریش کی پناہ میں رہ کر آرام کر رہے
تھے۔ مزید تسلی کے لئے موداہب لدنیہ ص ۵ کی ایک روایت پڑھئے۔

کان اول من ظہر الاسلام سنة مع رسول
اللہ صلعم ابو بکر و عمار و امہ سمیہ و صہیب
و بلال و المقداد فاما رسول اللہ فممنع لجمہ
النجی طالب و اما ابو بکر فممنع اللہ بقومہ و
اما ماثرہم فاخذہم المشركون فلبسہم ادرع
الحديد و صحر و هم فی الشمس
مشرع میں چھ آدمی رسول اللہ پر ایمان لائے تھے
ابو بکر، عمار، اور ان کی والدہ سمیہ اور صہیب اور
بلال اور مقداد رسول اللہ حضرت ابو طالب کی
حفاظت میں رہے اور ابو بکر اپنی قوم کی پناہ میں رہے
باقی لوگوں کو کفار نے پکڑ لیا۔ اور انھیں لوہے کی
زنجیریں پہنائیں اور ان کو تپتی دھوپ میں بیٹھا دیا۔

ان بیانات کے بعد اب ہم ذیل میں چند وہ روایتیں پیش کرتے ہیں جس سے جناب ابو طالب
کا نوسن کامل ہونا ثابت ہوگا۔

۱۱ جب صحیفہ لکھا گیا اور کعبہ میں لٹکا یا گیا، تو ان لوگوں نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب
کو چھوڑ دیا، اور ابو طالب اور ان کے ساتھی اس گھاٹی میں تین سال تک رہے، پھر اللہ تعالیٰ نے
دیکھ کر بھیجا اس نے جو کچھ ظلم اور قطع رحم کی باتیں اس میں لکھی تھیں وہ کھا لیں، اور صرف اللہ
کے نام اس میں چھوڑ دئے، پھر جبریل بنی صلعم کے پاس آئے اور انھیں اس کی خبر دی، بنی صلعم
نے اپنے چچا ابو طالب سے یہ بات بیان کی، ابو طالب آپ کی سب باتوں کو سچ مانتے تھے کسی بات
میں شک نہیں کرتے تھے، اس لئے وہ گھاٹی سے نکل کر حرم میں گئے اور عمار قریش کو جمع کیا۔
اور کہا کہ میرے بھتیجے نے مجھ سے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے صحیفہ کی طرف دیکھ لی ہے۔
وہ قطع رحم اور ظلم کی تحریر تو کھا گئی، اور اللہ تعالیٰ کا نام چھوڑ دیا۔ اسے لاکھ دیکھو، اگر وہ سچا نکلے
تو جان لو کہ تم ظالم اور ظالم اور ظالم ہو، اگر وہ جھوٹا نکلے تو تم سچے ہو، اور ہم باطل پر ہیں یہ سنتے ہی
وہ جھلک اٹھے اور اسے لاکھ دیکھا، تو ویسا ہی پایا۔ جیسا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا تھا، پھر ابو طالب

زور پر چڑھ گئے، اور ان کی آواز میں شدت آگئی، اور کہنے لگے کہ تم پیغمبر کو ساحر کہتے ہو اور اس پر بہتان باندھتے ہو، بعد ازاں یہ لوگ جن کا ذکر ہوا اٹھ کھڑے ہوئے، اور صحیفے کو رد کر دیا۔ ابوطالب نے اس واقعہ کی نسبت یہ اشعار کہے ہیں۔

وقد کان فی امر الصحیفۃ عبثاً
متی ما یخبر غائب الحق مرعجب
صحیفہ کے معاملہ میں ایک بڑی عبرت کی بات نظر آتی ہے
اس کے حال سے جب کسی غائب شخص کو اطلاع دیکھائی ہے تو تعجب نہ کرے
معی اللہ منهم کفرهم وعقوقهم
وما لقوا من ناطق الحق معرب
معی اللہ انھوں نے کفر اور عقوق کیا تھا خدا نے اسے محو کر دیا
اور حق کے ساتھ انھوں نے خلاف کیا تھا وہ ظاہر ہو رہے
فاصبح ما قالوا من الاکرام باطلاً
ومن یخلق مالیس بالحق یکذب
جو جو باتیں انھوں نے کہی تھیں وہ باطل ہو گئیں
اسی طرح جو شخص حق کے خلاف باتیں بتاتا ہے اسے لوگ

عصیان بتایا کرتے ہیں۔ عروج الاسلام جلد ۲ ص ۱۲۹۔ ۱۵۰۔ دوا الفداء جلد اول ص ۱۵۰

(۲) حضرت ابوطالب نے جو وصیت کی تھی، شاہ عبدالحق محدث دہلوی ان الفاظ میں تحریر کرتے ہیں۔

ابوطالب بنی عبدالمطلب را در وقت موت خودی طلبید و گفت اگر سخن محمد را بشنوید ہمیشہ بد خیر و نکوئی او خواہید بود و اتباع امر وی کنید و اطاعت او نمائید و نصرت یسید ما فلا ورشد یا سید۔۔۔ باوجود ان میگویند کہ وہ ایمان نیاورد و مسلمان از عالم نہ رفت، علماء جواب میگویند کہ ابوطالب اقرار کرد بنزد بان تصدیق کرد، بدل "مدارج النبوة ص ۵۲" حضرت ابوطالب نے اپنے انتقال کے وقت بنی عبدالمطلب کو بلا کر وصیت کی کہ محمدؐ جو کچھ فرمائیں اگر اس کو سنو گے اور ہمیشہ ان کے ساتھ نیکی اور احسان سے پیش آؤ گے۔ اور ان کی پیروی کرو گے اور ان کی نصرت اور اعانت کرے۔ رہو گے، تو ضرور نجات پاؤ گے۔۔۔۔۔ (ابوطالب کے اس واضح بیان کے) باوجود لوگ کہتے ہیں کہ وہ ایمان نہیں لائے اور دنیا سے مسلمان نہیں گئے۔ علماء اس کا جواب دیتے ہیں کہ انھوں نے زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کر لی تھی۔

(۳) ولما اشتد مرضہ قال لہ من سؤل اللہ یا حم قلیما استحل لک بشا، شفاعتی، یوم القیامۃ
جب حضرت ابوطالب کا مرض سخت ہو گیا، تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے حم میں چاہتا ہوں کہ آپ وہ کلمہ پڑھ دیجئے تاکہ

یعنی الشہادۃ فقال له ابو طالب یا بنی اخی لولا
مخافۃ السبۃ وان تظن قریش انما قتلنا جزعنا من
الموت لقلنا قلنا انما قتلنا ابی طالب الموت فنجعل یحیی
شفیعہ فاصنی الیہ العباس یا ذنہ وقال واللہ
یا بنی اخی لقد قال الکلمۃ الی ان یقول لہا فقال
رسول اللہ الحمد للہ الذی ہذا کما یعمہ
ہکذا ارادی عن ابن عباس والمشہور انہ
مات کافر اذ من شعر ابی طالب یدل علی
انہ کان مصدا قال رسول اللہ قولہ
کے لئے آپ فرما رہے تھے، یہ سن کر رسول اللہ نے فرمایا۔ الحمد للہ الذی ہذا کما یعمہ (اے چچا تمام
حمد اس خدا کے لئے ہے جس نے آپ کی ہدایت فرمائی) ابن عباس سے تو یہی روایت ہے۔ مگر مشہور یہ ہے
کہ وہ کافر مرے مگر خود جناب ابو طالب کے اشعار سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ رسول اللہ کی رسالت کے
تصدیق کرنے والے تھے۔

چنانچہ ان کے چند اشعار حسب ذیل ہیں:-

د دعوتی وعلیت انک صادق ولقد صدقت وکنت ثما مینا
اے پیغمبر! آپ نے مجھے (دین حق کی) دعوت دی میں یقین کرتا ہوں کہ آپ اپنی دعوت میں سچے ہیں، بے شک آپ سچے اور امین ہیں۔
ولقد علیت بانک دین محمد من خیر ادیان البریۃ دینا
اور یہ بھی میں یقین سے جانتا ہوں کہ محمد جو دین لائے ہیں، وہ دنیا کے تمام دینوں میں سے بہتر ہے۔

واللہ لن یصلوا الیک بحمہم حتی اوسد فی المقراب دینا
خدا کی قسم، تمام کفار قریش مل کر بھی آپ کو ستا نہیں سکتے، یہاں تک میں خاک میں دفن کر دیا جائوں گا۔
تاریخ ابوالفداء ص ۱۲۱ مطبوعہ لندن

۲۴، علامہ سید علی حائری طاب ثراہ سے ایمان و اسلام ابو طالب کے بارے میں
دریافت کیا گیا تھا، ممدوح نے جو جواب کتب اہل سنت سے دیا وہ یہ ناظرین کیا جا رہا
ہے، یہ جواب مشہور اخبار، اثنا عشری دہلی مورخہ ۲۲ جون ۱۹۲۱ء کو شائع ہوا تھا۔

(۱) احسن المطالب فی نجات ابی طالب میں سید احمد بن سید زبیدی و حلا ن شہ

اور میندی نے اپنی شرح دیوان میں اور ہرزخی و دیگر محققین علماء اہل سنت
تے اعتراف کیا ہے کہ ابوطالب کی نجات کے متعلق بہت سے علماء محققین
اور ادیباء عارفین قائل اور معترف ہیں۔ ان میں قرطبی، شعرائی بھی صریح
لفظوں میں ایمان ابوطالب کے معترف ہیں۔ ان کے علاوہ بہت سے فضلاء
ہیں جو اس بات کو کہہ گئے ہیں کہ ہمارا بھی اعتقاد ہے کہ اور ہم اسی اعتقاد
کے ساتھ خدا کے سامنے جائیں گے، مواہب لدنیہ اور اسنی المطالب میں
برزخی، ابوالغیم، اور بیہقی سے منقول ہے۔

ان النبیؐ حضر اباطالب عند الموت و
عندہ ابو جہل و عند اللہ بیت امیۃ
المخرومی، فقال النبیؐ یا عبد کل لا الہ
الا اللہ کلمۃ احاج بها لک عند اللہ فقال
ابو جہل و عبد اللہ ابن امیۃ یا اباطالب
اترغب عن ملة عبد المطلب فلم یدر الا یرد
حتی قال ابو طالب علی ملة عبد المطلب
فلما تقارب عن ابی طالب الموت نظر
العباس، فراه یحمرک شفیتہ فاصغی الیہ
بأذنه منه الشہادۃ فقال للنبیؐ صلی اللہ
یا بنی و اللہ لقد قال الکلمۃ التی امرتہ
بہا و لم یصرح من لفظۃ لا الہ الا اللہ
لکن نہ لہ یمکت اسلمہ

جناب ابوطالب کی وفات کے وقت پیغمبر اسلام
تشریف لائے، اس وقت ابوطالب کے پاس
ابو جہل اور عبد اللہ ابن امیہ مخرومی موجود تھے
پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، چچا ابکم
لا الہ الا اللہ پڑھئے تاکہ میں خدا کے سامنے حجت پیش
کروں، آپ کے (ایمان و اسلام کے) بارے میں
سکرا ابو جہل اور عبد اللہ ابن امیہ مخرومی بول اے
ابو طالب کیا تم عبد المطلب کے دین سے پھر چکے
ہو؟ ان کے اصرار پر ابوطالب نے جواب دیا۔ نہیں
میں عبد المطلب ہی کے دین پر قائم ہوں، جب
کا وقت بالکل قریب آیا، عباس نے دیکھا کہ ابوطالب
کے دونوں لب ہل رہے ہیں۔ اپنا کان لگا کر عمو
سنا وہ کلمہ شہادت پڑھ رہے تھے، عباس فوراً
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے، اے یادگار برادر! خدا کی قسم ابوطالب نے وہ کلمہ پڑھ لیا جس
پڑھنے کا آپ حکم فرما رہے تھے، اور عباس نے کلمہ لا الہ الا اللہ کی تصریح نہیں کی اس لئے کہ آپ
اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے۔

بزرگوار، نبی، پیغمبر، جوڑی، واقعہ، غیرہ، روایت ابن سعد، ابن عساکر و محمد بن اسحاق لکھتے ہیں۔

(ب) قال لما توفي ابو طالب اخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم فبكوا وشد يد ابيهم قال صلعم اذ فغسله وكفنه ودقنه غصرا لله له وحده اور فرمایا اے علیؑ اٹھیں غسل و کفن دو اور دفن کرو، خدا ان کو بخشے اور رحم کرے۔

ابو داؤد، نسائی، ابو الحارث و ابن خزمہ نے بھی اس روایت کو جناب امیر سے روایت کیا ہے۔

(ج) قال له العباس يا رسول الله انك لتجوز فقال صلعم اى والله لا رجوله وجعل الله صلعم يستغفر له اياما لا يحصى حتى سئته ہاں، خدا کی قسم میں امید رکھتا ہوں، اس کے بعد آنحضرتؐ کئی دن تک جناب ابو طالب کے لئے استغفار کرتے رہے اور اپنے گھر سے باہر تشریف نہیں لائے۔

(د) پیغمبر جوڑی نے واقعہ اور ابن عباس سے روایت کی ہے۔

عابرا من رسول الله جنازة ابي طالب فقال صليت الرحم جنات الله يا عبد خير فرمایا، اے چچا آپ نے صلہ رحمی کیا خدا آپ کو جزا بخیر دے۔

(ه) اسی طرح مناقب میں رازی نے ذخائر العقبیٰ میں محبوب الدین طبری اور زینی، اور بزرگوار، اور ابو نعیم وغیرہ نے ابن عمر سے روایت کی ہے۔

قال قال رسول الله صلعم اذا كان يوم القيمة شفعت لابي وامى وعمى ابي طالب واخى فى الجاهلية ہاں، رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن اپنے ماں باپ اور چچا ابو طالب، اور زمانہ جاہلیت میں جو میرا بھائی تھا، ان سب کی شفاعت کروں گا۔

ابو نعیم نے توضیح کی ہے کہ وہ بھائی زمانہ جاہلیت کا رضاعی بھائی تھا۔

خود ابو طالب کے کثرت سے اشرار ہیں جو ان کے مسلمان اور موحّد ہونے کی روشن

دلیل ہیں۔ زینبی اور ہرزنجی نے لکھا ہے کہ شوب ابو طالب کو قریش کے محاصرہ کرنے کے وقت ابو طالب کے ایک طویل خطبہ مخاطبیت قریش میں انشاء فرمایا اور حسب ذیل اشعار ان کے عقیدہ حقہ اور اسلام پر کافی روشنی ڈالتے ہیں۔

السمتعلموا انا وجدنا محمدًا
رسولًا لموسیٰ صلحًا لا کذب

کیا تم نہیں جانتے ہو کہ ہم نے محمد صلعم کو رسول پایا، موسیٰ کی طرح جس کی صحت کتب (آسمانی) میں موجود ہے

وخیر بنی صا شہم احمد
رسول الا اہ علی فتوح

بنو ہاشم میں سب سے بہتر احمد ہیں، زمانہ فترت کے بعد خدا کے رسول ہیں

نبی اتا بالذین من عندہ برابہ
بصدقت وحق لا نکون جھمرا کافرا

(محمد بنی ہیں) جو دین کو سچائی اور حقانیت کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف سے لائے ہیں۔ لہذا لے حمزہ

تم انکار نہ کرنا۔

پھر اقرار توحید میں فرمایا ہے۔

وہاب الناس لیس لہ شریک
ہو الوہاب والمبدی والمعدی

یعنی سب کا پالنے والا ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ بڑا بخشنے والا ہے وہ شروع میں سب کو پیدا کرنے والا ہے اور وہی پھر سب کو پٹائے گا۔

ایک محقق کے لئے میرے خیال میں تسلیم اسلام ابو طالب کے متعلق اسی وقت

کافی ہے اور کسی ناقد بصیر کو اس کے بعد اسلام ابو طالب کے متعلق شک و شبہ باقی نہیں

رہ سکتا۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے گواہی دی کہ خدا نے ان کو بخش دیا، اور ان پر رحم کیا۔

آنحضرتؐ نے ان کے لئے دعائے خیر فرمائی اور یہ قرآنی بات ہے کہ مومن کافر کے لئے دعائے

خیر نہیں کرتا، چہ جائیکہ رسول اللہؐ۔

(د) حاشیہ شفاء عیاض پر امام احمد بن حنبلہ حنفی موصلی اور علی جمہوری اور

تلمسانی سے نقل کیا گیا ہے۔

ان بعض ابی طالب کفر لا نہ کان حامی
النبیؐ دنا صرلا ودر بنیدہ فذمہ ذم النبیؐ

یعنی ابو طالب سے بغض رکھنا کفر ہے۔ کیونکہ آنحضرتؐ کے حامی، مددگار، مہربانی ہیں۔ ابو طالب کی مذمت نبیؐ کی مذمت ہے اور ابو طالب کو ستا کر پیغمبر اسلامؐ کو ستانا، اور جو نبیؐ کی مذمت کرے

کافر و جب قتلہ و عند الما لکیہ وان تاب یجب قتلہ

کا فرسہ۔ اس کا قتل کر دینا واجب ہے اور مالکیہ کے نزدیک یہ ہے کہ بنی کی مذمت کرنے والا توبہ بھی کرے تب بھی واجب القتل ہے۔

ان سب باتوں کے علاوہ ابوطالب کا اپنے بیٹوں کو پیغمبر کا ساتھ دینے کی تاکید کرنا، اور اپنے بھائیوں، عباس و حمزہ و حذیفہ کو اسلام لانے کی بے حد رغبت دلانا یہ سب باتیں غیجہ ظاہر کر رہی ہیں کہ ابوطالب اسلام کو صرف اچھا ہی نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ ایسا حق مانتے تھے کہ لوگوں کو بت پرستی سے روکتے تھے، اور پیغمبر صلعم و نیردین اسلام کی طرف متوجہ کرنے کے تھے اور اسی وجہ سے حضور ختمی مآب صلعم کو حقیقی فرزندوں سے زیادہ عزیز اور دوست رکھتے تھے

(۵) شبلی نعمانی لکھتے ہیں:-

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ مرتے وقت ابوطالب کے ہونٹ ہل رہے تھے، حضرت عباس نے جو اس وقت تک کافر تھے، کان رگا کر سنا تو آنحضرت سے کہا کہ تم نے جس کلمہ کے لئے کہا تھا ابوطالب ہی کہہ رہے ہیں۔ سیرۃ ابن ہشام مطبوعہ مصر ص ۱۶۶، ۱۶۷

ابوطالب نے آنحضرت صلعم کے لئے جو جاں نثاریاں کیں ان سے کون انکار کر سکتا ہے وہ اپنے جگر گوشوں تک کو آپ پر نثار کرتے تھے، آپ کی محبت میں تمام عرب کو اپنا دشمن بنالیا آپ کی خاطر حضور ہوئے، فاقے کئے، شہر سے نکلے گئے، تین برس تک آب و اند بند رہا۔ کیا یہ محبت یہ چشما یہ جان نثاریاں سب ضائع ہو جائیں گی؟ سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۸ مطبوعہ نای برسہا کاپور۔

(۶) شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں

یوں ابوطالب وفات یافت سید عالم ہمراہ جنا
ابوطالب میرفت، دسی گفت اے عم من صلہ
رحم بجا اور دی و در حق من هیچ تقصیر نہ کردی
خدا ترا جزائے خیر دید "مدارج النبوة"

جب ابوطالب نے انتقال کیا تو آنحضرت جناب ابوطالب کے جنازے کے ہمراہ جا رہے تھے، اور فرماتے تھے
اے میرے چچا، آپ نے حق صلہ رحمی ادا کیا، اور میرے
حق میں کوئی کوتاہی نہیں کی خدا آپ کو بہترین جزا دے گا۔

معاذ اللہ اگر ابوطالب کافر ہوتے تو آنحضرت کے سینہ سپر نہ رہتے۔ کہیں اسلام کا دشمن

ان کی وفات پر محروں نہ ہوئے اور ایہ بندہ بے دین
ماکان للنبی والذین آمنوا ان یرحمہم
اللہم شریکین ولو کانوا ولی قریبی من بعد
ما تبین لہم انہما اصحاب الحجیم“
جنگہ نبی اور مومنین پر ظاہر ہو چکا کہ مشرکین جہنمی
ہیں تو اس کے بعد مناسب نہیں کہ ان کے لئے
دعا کی مغفرت کرے، خواہ وہ مشرکین قرابتدار
ہی کیوں نہ ہوں۔“

پا ۱۱ سورہ نوید ع ۱۲
ابو طالب کے بارے میں مذکورہ بیانات کو پڑھئے اور اپنے خلقاء کے سچے اسلام
اور آپ کے ایمان سے تقابل کیجئے۔ جو عمر بھر تذبذب میں رہے، شرک خفی میں مبتلا رہے
دفعی الحال ذیل کے بیانات پڑھئے اِنَّهُ النِّشَاءُ اللہ بہت کچھ آئے گا۔

در فی الحال ذیل کے بیانات پر سے اس قدر اسناد و احادیث پرستوں کو چاہئے کہ ان الشیخین ہر با یوم احد، و راجع عمران
 یشف دموعہ و لیسل علیا العفو، قفا
 الست المنادی قتل محمد فارحبوا الی
 ادیا نکمہ فقال انما قالہا ابوبکر
 (مسند احمد بن حنبل -)

پسند احمد بن حنبل (-)

اپنے سابقہ دین (بت پرستی) کی طرف لوٹ جاؤ۔ حضرت عمر کہنے لگے میں نے نہیں کہا تھا بلکہ ابوبکر نے کہا تھا۔

بخاری نے ادب المفرد میں معقل بن یسار سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں جناب ابوبکر کے ساتھ، آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، آنحضرتؐ نے ابوبکرؓ سے فرمایا تم میں شرک چھوٹی کی چال سے بھی زیادہ خفی موجود ہے، پس ابوبکرؓ نے کہا کہ آخر شرک ہی تو ہے کہ آدمی خدا کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود قرار دے، تو آنحضرتؐ نے فرمایا، اسی خدا کے ساتھ جو کہ توحید پرست ہیں مری جان سے

اخرج البخاری فی الادب المفرد عن معقل بن یسار قال انطلقنا مع ابی بکر الصديق الى رسول الله صلعم فقال يا ابا بکر الشرك فيکم اخفی من دبیب النمل فقال ابو بکر و صل الشرك الا جعل مع الله الها آخر قال النبي صلعم والذی نفسى بید الشرك فيکم اخفی من دبیب النمل۔

تفسیر درمشتور جلد ۲ ۵۴۵ سطر ۳۰

ضرور شرک تم لوگوں میں چھوٹی ٹی کی چال سے زیادہ خفی موجود ہے۔

سبحان اللہ صد آفریں اس سچے مذہب پر اور ہزار تحسین ان عقاید پر ابوطالب جن کے ایمان و اسلام کی تصدیق قرآن، حدیث علماء کے ارشادات، خود ان کے بیانات سے ہوتی ہے۔ ان کو تو آپ کا فردِ مشرک کہیں، اور جو حضرات جہاد سے بھاگ جائیں اور شرک خفی میں آلودہ ہوں ان کو آپ تمام امت سے مرتبہ میں اعلیٰ و افضل اور ایمان و اسلام میں سب سے بہتر سمجھتے ہیں، بریں عقل و دانش بیاد گر لیست شاید آپ ہی ایسے لوگوں کے لئے ارشاد ہے۔

هَمْ لَا يَعْلَمُونَ ، هَمْ لَا يَعْقِلُونَ ، هَمْ لَا يَتَذَكَّرُونَ ، هَمْ لَا يَتَفَكَّرُونَ
وہ لوگ کچھ نہیں جانتے ، وہ لوگ کچھ عقل نہیں رکھتے ، وہ لوگ کچھ غور نہیں کرتے ، وہ لوگ کچھ نہیں سوچتے ،
هَمْ لَا يَتَذَكَّرُونَ
وہ لوگ یہ سب نہیں کرتے تو پھر کیا کرتے ہیں۔ فی طغيانهم يعمهون۔
لوگ نہیں یاد کرتے!

اسی طرح جناب خدیجہ کی سابق الاسلامی خود بخاری شریف سے ثابت ہے۔
۱۱) "جناب رسول اللہ نے فرمایا کہ خدیجہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب کہ لوگوں نے میری رسالت سے انکار کیا، میری رسالت کی اس وقت تصدیق کی جب لوگوں نے مجھے جھوٹا کہا، اور اپنا مال مجھ پر اس وقت صرف کیا جب کہ لوگوں نے مجھے نہ دیا۔"
ترجمہ صحیح بخاری مطبع احمدی لاہوری ص ۱۸ - ۱۹۔ کتاب المناقب
(۲) ارشاد خداوندی ہے۔

ووجدك عائلاً فأعني۔ یعنی تم کو خدا نے تنگ دست پایا پس عنی بنا دیا۔
اس آیت کی تفسیر، مفسرین اہلسنت نے حسب ذیل کی ہے۔
خدا کے پاک کے اس ارشاد سے وہ مال مراد ہے جو حضرت خدیجہ الکبریٰ علیہا السلام نے آنحضرت پر صرف کیا تھا، بمعالم التبریل ص ۹۹،

(۳) ولادت کے پہلے والد کے انتقال کر جانے سے پیغمبر صاحب تہی دست رہ گئے، دادا اور چچا نے پرورش کیا وہ بھی ان کا احسان تھا، پیغمبر صاحب کی ٹولہ بکری جسکی منت خدا ان پر رکھتا ہے اس طرح شروع ہوئی کہ خدیجہ الکبریٰ بڑی مال دار تھیں، ملک شام میں ان کی تجارت ہوا کرتی تھی، انھوں نے پیغمبر صاحب کی راستی اور دیانت داری کا شہر سنا اور ان کو سردارِ قافلہ بنا کر شام بھیجا، تجارت میں خدا نے برکت دی، اور خدیجہ الکبریٰ نے پیغمبر صاحب سے نکاح کر لیا پیغمبر صاحب کی پہلے سی بے سرو سامانی دور ہو گئی، یہی ان

کی تو انگری تھی۔ ترجمہ قرآن شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد صاحب۔

(۴) ان الله تعالى اختار بترابى طالب لب
ولما اختلف احوال ابى طالب اختار
بمال خديجه

(۵) وياقت تترادر ویشے عیالدار پس
تو نگری ساخت ترا بمال خدیجہ تفسیر
حسینی جلد ۲ ص ۶۶

اسی طرح جناب حمزہ کے اسلام کا حال 'رسالہ ذکر مبارک' میں اس طرح

درج ہے۔

۱) ایک دن رسول اللہؐ کوہ صفا پر تشریف رکھتے تھے، اودھر سے ابوہل
نکلا، آپ کو دیکھ کر گالیاں دینے لگا۔ اور ایک پتھر اٹھا کہ مارا جس سے آپ
کا سر زخمی ہو گیا۔ اور خون بہنے لگا۔ آپ صبر کر کے گھر چلے آئے، آپ کے چچا حمزہ
شکار سے واپس آ رہے تھے، ایک عورت نے ان سے کہا، بڑا افسوس ہے کہ
تمہارے بھتیجے کو ابوہل نے آج زخمی کیا، حضرت حمزہ اگرچہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے
لیکن آخر چچا تھے، یہ سنکر خون نے جوش کیا، حضرت حمزہ نے غصہ میں آکر کہا خدا کی قسم جنتک میں شخص
سے بدلہ نہ لیلو نگا جس نے محمدؐ پر ظلم کیا، مجھ پر کھانا پینا حرام ہے، اسی حال میں رسول اللہؐ کے
پاس آئے، اور آپ سے کہا تمہارا چچا تمہارے دشمن سے بدلہ لینے آ گیا ہے۔

رسول اللہؐ نے فرمایا آپ اسے اپنے حال پر چھوڑ دیجئے، جس کا نہ باپ ہے نہ چچا،
نہ ماں، سوائے خدا کوئی مددگار نہیں، حضرت حمزہ نے قسم کھا کر کہا میں تمہاری ضرورت
مدد کروں گا۔ آپ نے جواب دیا، اگر آپ میری مدد میں مشرکوں کو اتنا قتل کریں
کہ ان کے خون سے نہا جائیں، تو بھی آپ میرے عزیز نہیں ہو سکتے، جب تک آپ
ایمان نہ لائیں، اور اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمداً رسول الله
نہ کہیں، حضرت حمزہ کے دل پر آپ کی باتوں کا بڑا اثر ہوا۔ اور ان کو آپ کی سچائی

کا یقین ہو گیا۔ اسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے، رسول اللہ نے خوش ہو کر حضرت حمزہ کی پیشانی پر حرم لپی، حضرت حمزہ کے ایمان لانے سے اسلام کو بڑی تقویت ہوئی، کیونکہ یہ بڑے بہادر تھے، اور سب پران کار عب چھایا ہوا تھا۔
(۲) مدارج النبوة ص ۵۸ پر بھی یہی ہے آخری الفاظ کا ترجمہ یہ ہے۔

.. ابو جہل کی اس حرکت پر حضرت حمزہ غضبناک ہو کر اس کے پاس گئے اور اس کے سر پر اپنی کمان اس زور سے ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ اور فرمایا کہ تو محمد مصطفیٰؐ کو اذیت اور دشنام دیتا ہے، حالانکہ میں انھیں کے دین پر ہوں۔
۱۱ جناب جعفر بن ابی طالب کا ایمان لانا بھی علماء اہل سنت نے تسلیم کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں۔

فلم یزل علی مع رسول اللہ جعفر عند العباس حتی بعثہ اللہ نبیاً، فاتبعہ علی قاصت بہ وصدقہ ولم یزل جعفر حتی اسلم واتبعہ۔
حضرت علیؑ ہمیشہ آنحضرت کے پاس رہے (کیونکہ آنحضرت نے اپنی کفالت میں لے لیا تھا۔) اور جعفر ہمیشہ عباس کے پاس رہے، (کیونکہ انھوں نے آپ کو کفالت میں لیا تھا۔) (مگر) خدا نے جب آنحضرت کو نبی بنا کر مبعوث کیا تو حضرت علیؑ نے آپ کی پیروی کی۔ آپ پر ایمان لائے، اور آپ کی تصدیق کی، اور جعفر اپنے حال پر رہے۔ یہاں تک کہ اسلام لائے اور آنحضرت کی پیروی کی۔ اذاتہ الخفہ مقصد دوم ص ۲۸ مطبع مدینہ۔
(۲) یہی جناب جعفر ہیں جنہوں نے حبشہ میں نجاشی بادشاہ کو اسلام کی حقانیت بتائی اور جب کفار، مسلمان ہمارے کہ وہاں سے واپس لینے گئے تھے اور نجاشی کو تحفے کا لف دیکر چاہا تھا کہ ان مظلوموں کو واپس لا کر پھر ستائیں تو جناب جعفر ہی نے نجاشی کو اصل بات سے آگاہ کیا اور کفار کے مکر و فریب سے خبردار کیا، ”ذکر مبارک کی چند سطریں ملاحظہ ہوں۔

نجاشی نے ان سے پوچھا تمہارا کیا دین ہے؟ حضرت جعفر کھڑے ہو گئے، اور فرمایا، اے بادشاہ! ہم ایک جاہل قوم سے تھے، بتوں کو پوجتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، خدا نے ہم میں ایک نبی پیدا کیا، اس نے ہم کو خدا کی طرف بلایا کہ ہم صرف اسی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ کریں، ہم نے اس کی سچائی پر یقین

کیا، اور جو کچھ اس کے پاس خدا کی طرف سے آیا، اس کی ہم نے پیروی کی ہم ایک ہی خدا کی عبادت کرتے ہیں، اور کسی کو اس کا شریک نہیں کرتے، اس تقریر سے بنجاشی اور اس کے درباریوں پر اچھا اثر پڑا، بنجاشی نے کہا، تمہارے رسول پر جو کچھ خدا کی طرف سے اترا ہے، وہ سچا ہے، حضرت جعفر نے بڑی خوش الحانی سے سورہ مریم کی تلاوت کی، خدا کا کلام سن کر بنجاشی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گیا۔ اور اس نے درباریوں کی طرف دیکھ کر کہا، خدا کی قسم میں تصدیق کرتا ہوں کہ یہ وہی محمد رسول اللہ ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ نے دی تھی۔ ص ۲۹ تا ۳۰

ترجمہ قرآن ڈپٹی نذیر احمد ص ۱۶ مطبوعہ انور محمدی لکھنؤ۔
یہ تو آنحضرت کے قرابت داروں کے ایمان و اسلام کی بات تھی۔ اب خصوصیت سے "نفس رسول" حضرت علیؑ کے بارے میں چند احادیث و اقوال مورخین ملاحظہ ہوں۔ جس سے ثابت ہوگا کہ آپ ہی سابق الایمان والا سلام ہیں۔ آپ ہی صدیق اکبر فاروق اعظم اور سید الصادقین ہیں۔

ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر میں جس کا ترجمہ
یہ ہے کہ جن لوگوں نے خدا اور اس کے رسولؐ کی
کی پس وہ لوگ ان کے ساتھ ہیں۔ جن پر خدا نے
اپنی نعمت اتاری، روایت کرتے ہیں کہ جناب امیر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول
آیا ہم حضور کو جنت میں دیکھیں گے، سرور عالم نے
فرمایا کہ ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا رہا ہے، جو اس کی
میں سب سے پہلے ایمان لاتا ہے، پس یہ آیت
ہوئی اولئک مع الذین الخ۔ کہ وہ لوگ ان
کے ساتھ ہیں۔ جن پر خدا نے اپنی نعمت نازل کی
یعنی بنیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور نیک
لوگوں کے ساتھ ہوں گے اور یہ لوگ ان کے
(۱) عن ابن عباس فی قولہ۔ تعالیٰ، من یطع
اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ
علیہم قال علی یا رسول اللہ هل نقدر علی
ان نذہرک فی الجنة قال یا علی ان لکل نبی
رافقا اول من اسلم من امتہ فنزلت
ہذا الاية اولئک مع الذین انعم اللہ علیہم
من النبیین والصدیقین والشہداء و
الصالحین وحسن اولئک رافقا قد عارضہ
صلی اللہ علیہ وسلم علیا فقال ان اللہ تعالیٰ
قد انزل بیان ما سئلت فجعلک رافقی
لا تکل اول من اسلم و انت الصدیق الاول
(بتفسیر ابن الحجام ص ۲۳) ارجع المطالب

رفیق ہوں گے۔ جناب سرور عالم نے جناب امیر کو بلایا، اور فرمایا، یا علیؑ خدائے تعالیٰ نے تیرے سوال کا جواب نازل فرمایا۔ اور تجھے میرا رفیق بنایا، کیونکہ تو سب سے پہلے مجھ پر اسلام لایا ہے، اور تو صدیق اکبر ہے۔

(۲) عن علی قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس فی القیامۃ رکیات غیرنا اربعۃ فقال رجل من الانصار قد انت ابی امی من ہم یا رسول اللہ قال انا علی البراق واخی صالح علی ناقۃ اللہ الی عقرت وحمی حمزہ علی ناقۃ العضا و اخی علی علی ناقۃ من لوفہ الجنة بیدہ لواء الحمد ینادی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فیقول الا و میوت ما هذا الا ملک ما مقرر او نبیا مرسل او حامل العرش فیحببہم ملک من بطنان العرش یا معشر الادیبین لیس هذا ملک مقرر یا ولا نبیا مرسل او حامل عرش هذا الصدیق الاکبر علی بن ابی طالب۔

(اخرجه ابو جعفر العقیل)

نہ کوئی ملک مقرب ہے، اور نہ کوئی نبی مرسل، نہ حامل عرش، بلکہ یہ صدیق اکبر علی بن ابی طالب ہیں۔ عباد بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ جناب امیر نے فرمایا میں خدا کا بندہ، رسول اللہ کا بھائی ہوں، اور میں صدیق اکبر ہوں، یہ بات میرے سوا کوئی نہیں کہہ سکتا، مگر جھوٹ بولنے والا، میں نے سات برس سے پہلے نماز پڑھی

اخرجه احمد فی المناقب والنسائی فی الخصائص والحاکم فی المستدرک وحاکم ابو ذرید بن عثمان بن ابی شیبہ فی سننہ وابتاعا صم فی السننہ وحافظ ابو نعیم الحلیہ واللعقل

لے المرجع المطالب ص ۲ باب اول مطبوعہ لاہور ۱۲۱۰ ایضاً باب اول مطبوعہ لاہور۔ ۱۲ عابد حیدری

(۴) عن سلمان الفارسی والی ذرا الغفاری
قال اخذ رسول الله صلعم بيد علي فقال ان
هذه اول امتي آمن بي، وهذه اقرارا و
هذه الامنة وهذه العسوبة الموصونة، وهذه
من اصحابي يوم القيمة وهذه الصديق
الاكبر (اخرجه الطبري والدیلمی والطبرانی
فی الکبیر فی مسند سلمان) ایضاً

(۵) عن ابن عباس والی لیلی قال قال رسول
الله صلی الله علیه وسلم، الصديقون ثلاثه
جیب البخاری، مومن الیاسین، الذی قال
یا قوم اتبعوا المرسلین وخرقیل مومن آل
فرعون الذی قال اتقتلون رجلاً ان يقول
سأبی الله وعلی بن ابی طالب وهو افضلهم
ایضاً

(۶) عن ابی یسری قال قال رسول الله صلعم سیکون
من بعدی فتنة فاذا كانت ذلک فالتزموا
علیاً فانہ الفاروق بین الحق والباطل
اخرجه البخاری و ابن عبد البر فی الاستیعاب
(۷) عن ابی هریرة قال صلی النبی صلی الله
علیه وسلم اول یوم الاثنين وصلت خدیجة
آخر یوم الاثنين و صلی علی یوم الثلاثاء
من الغد وصلوا مستخفياً قبل الناس
سبع سنین... ایضاً

جناب سلمان اور حضرت ابو ذر غفاری سے روایت
ہے کہ آنحضرت نے حضرت علی کا ہاتھ تھام کر فرمایا
یہ تحقیق یہ وہ ہیں جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائے
اور یہ اس امت میں حق و باطل کے درمیان فرق
کرنے والے ہیں۔ یہی مومنین کے امیر ہیں۔ یہی قیامت
کے دن بھی میری مصاحبت کریں گے، یہی صدیق
اکبر ہیں۔

بخاری نے ابن عباس سے اور امام احمد نے ابو لیلی سے
روایت کیا ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا صدیق تین
ہیں، اول جیب البخاری مومن الیاسین، جس نے اپنی قوم
سے کہا تھا اے میری قوم رسولوں کی پیروی کرو۔ اور
خرزویل مومن آل فرعون جنہوں نے کہا تھا، کیا تم لوگ
ایسے شخص کو قتل کر دو گے جو کتاب میرا پالنے والا خدا
ہے اور علی ابن ابی طالب جو ان سے افضل ہیں۔

ابو لیلی سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا میرے
بعد فتنہ ہوگا۔ پس جب ایسا ہو تو تم لوگ علی سے
جدا نہ ہونا، کیونکہ وہ فاروق ہے جو حق و باطل
میں تفرقہ کرے گا۔ ارجح المطالب
ابو رافع سے منقول ہے کہ رسول اللہ نے ابتداء
روز و شنبہ نماز پڑھی اور حضرت خدیجہ نے آخر
روز و شنبہ سے نماز پڑھی، اور حضرت علی علیہ السلام
نے سہ شنبہ صبح سے نماز پڑھی اور سات برس تک
سے پہلے مخفی طور پر تینوں بزرگوں اور نماز پڑھتے رہے۔

ابو ایوب انصاری سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا، مجھ پر اور علی پر سات برس تک ملائکہ نے درود بھیجا، قبل اس کے کہ کوئی شخص مشرف بہ اسلام ہو، انس بن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا مجھ پر اور علی پر سات برس تک ملائکہ درود پڑھتے رہے ابو ایوب انصاری سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا مجھ پر اور علی پر سات برس تک ملائکہ درود

بھیجا، قبل اس کے کہ کوئی شخص مشرف بہ اسلام ہو۔ انس ابن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا مجھ پر اور علی پر سات برس تک ملائکہ درود پڑھتے رہے۔ اور یہ اس لئے کہ سوائے میری اور علی کی آواز شہدان لا الہ الا اللہ کسی اور کی آواز آسمان تک نہیں پہنچی۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ آیت ایسا بقول الخ سے مراد یہ ہے کہ یوشع بن نون نے حضرت موسیٰ کی طرف اور صاحب الیاسین نے حضرت عیسیٰ کی طرف اور حضرت علی بن ابی طالب نے محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اسلام لانے اور ان کی تعقیب کرنے میں سبقت کی۔

عقیف کنڈی کہتا ہے کہ جاہلیت کے زمانہ میں، میں مکہ آیا، اور حضرت عباس بن عبد المطلب کے پاس مقیم ہوا، جب آفتاب بلند ہوا اور آسمان کی پوری بلندی پر پہنچا اس وقت میری نظر کعبہ کے طرف تھی میں نے دیکھا کہ ایک جوان شخص آیا اور نظر اٹھا کہ آسمان کی طرف دیکھا، اس کے بعد کعبہ کی طرف رخ کیا اور اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر بھی نہ گزری تھی کہ ایک صاحبزادہ آیا۔ اور وہ اس جوان کے سامنے طرف کھڑا ہو گیا۔ پھر کچھ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ایک

(۸) عن ابی ایوب الانصاری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الملائکۃ صلت علی علی بن ابی طالب قبل ان یسلم بشر۔ ایضاً (۹) عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلت الملائکۃ علی وعلی علی سبع سنین وذلک انه لم ترفع شہادۃ ان لا الہ الا اللہ الی السماء الا منی ومن علیؑ ایضاً

بھیجا، قبل اس کے کہ کوئی شخص مشرف بہ اسلام ہو۔ انس ابن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا مجھ پر اور علی پر سات برس تک ملائکہ درود پڑھتے رہے۔ اور یہ اس لئے کہ سوائے میری اور علی کی آواز شہدان لا الہ الا اللہ کسی اور کی آواز آسمان تک نہیں پہنچی۔

دن عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ السابقون قال سبق یوشع بن نون الی موسیٰ و سبق صائب الیاسین الی عیسیٰ و سبق علی بن ابی طالب الی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والطوائف و ابن مردودید ان رج المطلب (۱۱) عن عقیف الکنڈی قال حببت فی الجاہلیۃ الی مکۃ فنزلت علی العباس بن عبد المطلب فلما ارتفعت الشمس و وصلت فی السماء و انا انظر الی الکعبۃ اقبل شاب فرأی بیصرۃ الی السماء ثم سلقنی الکعبۃ فقام مستقیلاً فلم یلبث حتی جاء غلام فقام عن یمینہ فلم یلبث حتی جاءت امراۃ فقامت خلفہا فرأی الشاب فرأی الغلام والمرأۃ ففی الشاب ساجدا فسجدامعہ فقلت

یا عباس امر عظیم فقال هل تدراى من
هذا الشاب فقلت لا فقال محمد بن
عبد اللہ بن عبد المطلب هذا ابن اخى
هل تدراى من هذا الغلام فقلت لا
فقال هذا على بن ابی طالب بن عبد
المطلب هذا ابن اخى هل تدراى هذه المرأة
التي خلقها فقلت لا قال هذه خديجة
بنت خويلد زوجة ابی اخى هذا جد
ان ربه رب السموات والارض امر
بهذا الدين الذي هو عليه والله صلي

الارض كلها احد على هذا الدين غير
سواك اللهم اخرج احمد والنسائي له

جواب دیا یہ خدیجہ بنت خویلد میرے بھتیجے کی بیوی ہیں۔ میرے بھتیجے کا کہنا ہے کہ اس کا پروردگار تمام
آسمان و زمین کا پروردگار ہے۔ (اسی نے) اسے اس دین کا حکم دیا ہے کہ وہ اس دین پر قائم رہے، اور
خدا کی قسم زمین پر سوائے ان تین کے کوئی چوتھا اس دین پر نہیں۔

خصائص نسائی ص ۳۲ و کامل ابن اثیر جلد ثانی ص ۱۱۱ میں باختلاف الفاظ و تاریخ
طبری جلد اول حصہ سوم ص ۱۱۱ میں بھی یہ حدیث درج ہے۔

(۱۲) عن عمر بن الخطاب قال اشهد على رسول
الله سمعته يقول لو ان السموات السبع
والارضين السبع وضعت في كفة ميزان
ووضع ايمان علي بن ابی طالب في
میزان ليرجح ايمان علي

حضرت عمر بن الخطاب سے مروی ہے کہ میں شہاد
دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ اگر
ساتوں آسمان اور ساتوں زمین ترازو کے ایک
پلے میں رکھے جائیں اور حضرت علیؑ کا ایمان ایک
پلے میں تو علیؑ کے ایمان کا پلہ بھاری ہوگا۔

(مناقب خطب خوارزمی فصل ۱۲)

(۱۳) عن عمر قال كنت انا و ابو عبیدہ و ابو بکر و جماعة من الصحابة اذ ضرب رسول الله صلى الله عليه و آله على سكب علي فقال يا علي انت اول المؤمنين و اول المسلمين اسلاما و انت مني بمنزلة هارون من موسى۔

(اخرجه ابن السمان)

(۱۴) تسمیہ کرد اور ابو طالب بہ علی، و تسمیہ نمود پیغمبر خدا بہ صدیق، و لقب کرد بہ امین و شریف و ہادی و مهدی، یعسوب اللامہ و غیرہ و غیرہ مدارج النبوة،

(۱۵) و تلقیب حضرت علی کرم اللہ وجہہ بہ مرتضیٰ در احادیث دیدہ شد، و نہ در صدر اول این لفظ مستعمل بود، در احادیث صحیحہ کنیت شان ابو تراب و ابو المرحبان و تلقیب ایشان بہ ذی القرنین و یعسوب الدین و صدیق، و فاروق، و سابق، و یعسوب الامۃ و یعسوب قریش، و بیضۃ البلد، و امین، و شریف و ہادی، و مهدی و غیرہ مروی و ثابت است، فتاویٰ عزیزی جلد ۲ ص ۱۸ مطبوعہ مجتبائی دہلی۔

(۱۶) فن لقب صاحب اسیرۃ و کثیر بیت اهل العلم ان اول الناس اسلاما علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ و عمر تسع سنین قبل احدی عشر سنۃ و کانت فی حجر رسول اللہ صلعم قبل الاسلام فلم یزل علی مع النبی حتی

جناب عمر سے روایت ہے کہ میں اور ابو عبیدہ اور ابو بکر اور صحابہ کی ایک جماعت (آنحضرت کی صحبت میں) موجود تھی کہ رسول اللہ نے علی کے درش پر بارگاہ کھڑکی فرمایا اے علی تم سب سے پہلے مومن ہو، اور تمام اطہاروں میں پہلے مسلمان ہو، اور تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔

جناب ابو طالب نے حضرت علیؑ کا نام علی رکھا، اور پیغمبر خدا نے "صدیق" نام رکھا، اور امین، شریف، ہادی، مهدی، یعسوب اللامہ و غیرہ لقب رکھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مرتضیٰ لقب پانا احادیث میں نہیں دیکھا گیا۔ اور نہ صدر اول میں یہ لفظ مستعمل تھا۔ البتہ صحیح حدیثوں میں آپ کی کنیت ابو تراب، ابو المرحبان، اور آپ کا لقب ذی القرنین، یعسوب الدین، صدیق، فاروق، سابق، یعسوب اللامہ، ہادی اور مهدی و غیرہ مروی اور ثابت ہے۔

صاحب اسیرۃ اور اکثر علماء اس امر پر متفق ہیں کہ علی بن ابی طالب سب سے پہلے اسلام لائے۔ اور اس وقت آپ کی عمر نو سال کی تھی، اور ایک قول کے مطابق گیارہ سال کی تھی، آپ کی پرورش رسول کی آغوش میں ہو رہی تھی، آپ ہمیشہ حضور

بسم الله بنیافصد قد علی

تاریخ ابوالفلاح ۱۱۸ھ

(۱۷) و اخرج ابن مردويه عن ابی صریحة و انزی

بالصدق قال رسول الله صلعم و صدق به

قال علی بن ابی طالب در مشورج ۵ ۳۲۸

(۱۸) و الذین امنوا بالله و رسوله اولئک

هم الصديقون و الشهداء عند ربهم

پی ۲- سورہ حدید و عن ابن عباس قال

انما نزلت فی علی (اخرجہ احمد فی المسند

و الشعبی فی تفسیرہ و المغازی فی المناقب)

(۱۹) فی علی بن ابی طالب کہ ۱۲ اللہ دجہ و

اسدوسہ فنصب کثیر من الناس الی

لہد لشرک باللہ شیطانی تانف الاسلام

بل کان تابعاً للنبی فی جمیع افعاله معتد بہ

و بلغ و هو علی ذلک ان اللہ عصمه و سجد

و وفقه بالاتباع علیہ السلام لاندہ

میزم مضطربین و لا یجوز ان علی فعل الطاعة

بل مختار من قادریین و اجتناب منہیاً

مروج الذہب جلد اول ص ۳ ط مصر

تھے۔ چنانچہ خدا کی اطاعت اختیار کی اور اس کے حکم کے موافق رہے اور اس کی منہیات سے پرہیز

(۲۰) عیسائی مورخین نے بھی حضرت علیؑ کے سابق الاسلام ہونے کا اقرار کیا ہے۔ ذیل کا بیا

ملاحظہ ہو۔

۱۔ مسلمانوں کی سب سے بڑی تعداد اس امر کی مدعی ہے کہ سب سے پہلے

حضرت علیؑ نے اسلام قبول کیا۔ اور ایک روایت کے بموجب درحقیقت وہ

بہت ہی سابق الاسلام تھے۔ کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے شکم مادر ہی میں

دین اسلام قبول کیا تھا۔ اور جب تک حمل میں رہے اپنی ماں کو بت کے سامنے جھٹکنے نہ دیا۔ اسی واسطے جب مسلمان علیؑ کا نام لیتے ہیں تو ”کریم اللہ وجہہ“ کہتے ہیں۔ یعنی خدا نے ان کے چہرے کو بزرگی اور عظمت بخشی ہے۔ کہ انہوں نے نہ خود کبھی بتوں کو سجدہ کیا، اور نہ اپنی والدہ کو کمرے دیا۔ حالانکہ اور کوئی بھیابی ایسا نہیں ہوا، جس نے بتوں کو کبھی سجدہ نہ کیا ہو، اس واسطے علیؑ اس دعا کے ساتھ مخصوص کئے گئے، اور مسلمان یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ علیؑ مجھ سے ہے، اور میں علیؑ سے ہوں، اور وہ مجھ سے وہی درجہ رکھتا ہے جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھا۔ میں ایک شہریوں جس میں تمام علوم بند ہیں۔ اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ اگر شجاعت و خوش ظننی، زہد، پارسائی، عقل و دانائی کے لحاظ سے دیکھا جائے تو علیؑ ہی ایسا شخص تھا کہ اس قوم میں اس سے بڑھ کر کوئی پیدا نہیں ہوا۔ ترجمہ تاریخ الاسلام، مولفہ مسٹر ادگلی ص ۳۳

غیر مذہب والے تو حضرت علیؑ کے لئے اس طرح عقیدت کے گہر پیش کریں مگر انیسویں کہ اسلام کا دعویٰ کرنے والے حسب ذیل لفظوں میں زہراؑ گل کر اپنی سنیت کا ثبوت دیں۔

اگر مان لیا جائے کہ حضرت علیؑ ہی سب سے پہلے مسلمان ہوئے تھے تو کبھی سمجھنا چاہئے کہ گھر کے ایک نادان بچے کا ایمان لانا اور نہ لانا کیا چیز ہے؟ اور اسلام کو کیا مدد مل سکتی ہے؟

”عروج الاسلام“ ترجمہ تاریخ کامل ”مترجم مولوی عبدالغفور خاں صاحب رامپوری۔“

یاد رکھیے، اس کسبی کا اعتراض صرف ”نفس رسولؐ“ ہی کے بارے میں کیا جاتا ہے، ورنہ اپنے اصحاب کو اس صغیر سنی میں اسلام لانے پر چڑھا رہے ہیں، عبدالمدین ابن عمر کے بارے میں شبلی نعمانی کا بیان پڑھئے۔

”عام روایت تو یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عمرؓ سے پیشتر یہ شرف حاصل کر چکے تھے لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ بھی حضرت عمرؓ کے ساتھ اسلام لائے۔ بہر حال ان کے بلوغ کا زمانہ کفر کی نجاست سے پاک رہا۔ اور بالکل ان کو بچپن ہی کے زمانہ میں گنجینہ مراد ملا۔“ ”الندوة“

مگر ان کے گنجینہ مراد، کو ان کے والد صاحب کا حسب ذیل بیان بے مراد کر دیتا ہے۔

”ایک شخص (حضرت عمر سے مخاطب ہو کر) بولا کہ آپ اپنے بیٹے عبداللہ کو خلافت کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے فرمایا چپ خدا مجھے غارت کرے، تو نے یہ مشورہ خدا کے واسطے نہیں دیا، اور نہ مسلمانوں کے فائدے کے لئے، جو شخص (یعنی عبداللہ) بن عمر اپنی بیوی کو طلاق دینے میں ٹھپک فیصلہ نہ کر سکتا ہو، وہ مسلمانوں کا کیا خاک فیصلہ کرے گا؟“ محرم نامہ ص ۱۱۱، مولفہ خواجه نظامی۔

یہی ابن عمر تو وہ بزرگوار ہیں، جو اہل بیت کی دشمنی میں اتنے آگے ہیں کہ حضرت علی کی بیعت نہیں کی، اور امام حسینؑ کی شہادت کے بعد جب اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دینا چاہا تو آپ کا جھوٹی حدیث بیان کر کے ان لوگوں کو بیعت توڑنے سے روک دیا۔ اسی طرح حجاج بن یوسف ثقفی ایسے ظالم و فاسق کی بیعت کرنے کے لئے آدھی رات کو اس کے گھر پہنچے، اور حجاج نے کہا اتنی جلدی کیا ہے صبح بیعت کر لینا، تو یہ حدیث بیان کر دی کہ جو کسی امام کی بیعت بغیر مر جائے وہ کفر کی موت مرتا ہے۔ اس وقت حجاج ایسے دشمن اسلام نے بھی اعتراض نہ کیا کہ حضرت علیؑ کی بیعت کے وقت تم کو یہ حدیث یاد نہ تھی، پھر کہا کہ میرا ہاتھ خالی نہیں ہے۔ پاؤں سے بیعت کر لو۔ چنانچہ اس کے قدم چوم کر چلے آئے، یہ واقعات تاریخ بلاذری اور کامل، طبری، روضۃ الصفا وغیرہ میں موجود ہیں۔

مختصر یہ کہ مذکورہ بالا روایات سے ثابت ہو گیا کہ نفس رسول حضرت علیؑ سے الگ ہے۔ ایمان لائے، اور آنحضرتؐ نے آپ ہی کو صدیق اکبر، فاروق اعظم فرمایا۔ مگر حضرات ثلاثہ نے خلافت کی طرح ان القاب کو بھی اپنے لئے منتخب کر لیا۔ ادریان کے ہوا خواہوں نے اس سلسلہ میں حدیثیں گڑھ کر ان کو مشہور کر دیا۔ مگر پھر خود ہی حقیقت کو کھول بھی دیا۔ اور بیان کر دیا کہ خدا و رسولؐ نے جناب ابوبکر و عمر کا نام صدیق اور فاروق نہیں رکھا، روایات ذیل ملاحظہ کیجئے

(۱) ”صحابہ نے حضرت ابوبکر کا لقب صدیق رکھا تھا“ صداعن محرقہ

(۲) محمد بن شعبی کا تب واقدی از زہری روایت کر دہ گفت بیا رسیدہ کہ اہل کتاب اول دیرا فاروق بخوانند، مسلمانان متابعت ایشان کردند و از پیغمبر صلعم چیزے دریں باب بیان رسیدہ

محمد بن شعبی نے امام زہری سے روایت کی ہے کہ ہمیں یہ معلوم ہوا کہ سب سے پہلے یہودیوں نے جناب عمر کو فاروقی کہنا شروع کیا، ان کی پیروی میں مسلمان بھی کہنے لگے، ورنہ اس بارے میں آنحضرتؐ کا کوئی ارشاد ہم تک نہیں پہنچا ہے۔

اور ایک تلوار کی چھاؤں میں فرش نبی پر اس طرح سویا کہ خداوند عالم جبریل و میکائیل کے مقابلے میں فخر و مباہات کرنے لگا۔ اپنی رضادے دی اور نفس علیؑ کو نفس اللہ بنا دیا۔
آیت آئی تو من الناس من یشری نفسا بتغاء مرضات اللہ چنانچہ اس آیت کے ذیل میں امام رازی لکھتے ہیں۔

بخ من مثلک یا علی بن ابی طالبؑ

یہاں اللہ بک الملائکۃ

(تفسیر کبیر جلد دوم ص ۲۸۳)

کہتا ہے۔

یہ حال شب ہجرت کا ہے جو مفصل جلد دوم میں تحریر کیا جائے گا انشاء اللہ قابل ملاحظہ ہوگا اس مرتبہ عظمیٰ کے سوا ولی خدا کی یہ منزلت بھی سب پر روشن ہے کہ

علیؑ کو حق نے اتارا تھا عین کعبہ میں کھلی جو آنکھ تو پہلے خدا کا گھر دیکھا

اس مرتبت کو خواجہ معین الدین چشتیؒ نے ایک دلچسپ رباعی میں کیا خوب نظم فرمایا ہے

وقتیکہ بہ کعبہ مرتضیٰ شہید آ در ارض و سما جلوہ نا شد پیدا

جبریل ز آسماں فرود آئند گفت فرزند بخانہ خدا شد پیدا

علامہ ابن صباغ مالکی جو اعظم اہل سنت سے ہیں اپنی کتاب فضوالمہمہ میں رقمطراز

ولد علی بکۃ المشرقة داخل بیت

الحرام فی یوم الجمعة الثالث عشر من

شعبہ اللہ الا صمد رجب الفرد ثلاثین

من عام الفیل ولم یولد فی البیت الحرام

احد سواہ دہی فضیلہ خصہ اللہ تعالیٰ

بما اجلالہ و اعلاہ لرتبۃ و اظہار التکرم

اور علامہ بن یوسف کجی شافعی نے ایک طویل روایت کتاب کفایۃ الطالب مطبوعہ

بیروت ص ۲۶۹ پر جناب علی بن ابی طالبؑ کی ولادت و فضیلت کے بارے میں

فرمائی ہے جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے۔

جابر بن عبد اللہ انصاری صحابی راوی ہیں کہ ایک روز میں نے جناب رسول خداؐ

سے جناب امیرؑ کی ولادت کا حال پوچھا آپ نے فرمایا کہ تم نے بہترین مولود کے بارے

میں سوال کیا جو ہمیشہ بہت حضرت مسیح پیدا ہوا خدا نے علیؑ کو ہمارے نور سے پیدا کیا اور ہم کو اپنے نور سے اور ہم دونوں ایک نور سے تھے پھر خدا نے ہم دونوں کو صلب آدم سے طرف اصحاب طاہرہ کے منتقل کیا۔ اور ہر نقل میں علیؑ ہمارے ساتھ تھے یہاں تک کہ ہم بہترین رحم حضرت آمنہ میں آئے اور علیؑ کو اس رحم کے سپرد کیا جو بہترین رحم تھا۔ یعنی رحم فاطمہ بنت اسد۔ حضرت فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں ایک مرد نرادر و عابد تھا۔ اس نے ایک سو اسی سال خدا کی عبادت کی تھی اور ایک حاجت بھی خدا سے نہیں چاہی تھی۔ خداوند عالم نے ایک روز ابو طالب کو اس کے پاس پہنچا دیا۔ اس نے اپنے پاس بٹھایا اور بعد استفسار سکونت و حسب و نسب سر پر پوسہ دے کر فرمایا مجھے الہام ہوا ہے کہ تم سے ایک فرزند ہوگا جو ولی خدا ہوگا۔ جب جناب امیر پیدا ہوئے تو تمام زمین منور ہو گئی اور ابو طالب کہنے لگے اے خداوند عالم! آج ولی خدا خاتمہ خدا میں پیدا ہوا صبح کو داخل خانہ کعبہ ہوئے تو کہا۔ اے خداوند عالم اپنے امر خفی کو جو اس طفل کے بارے میں ہے ظاہر فرما۔ اس پر ایک ہاتھ کی آواز آئی۔ اے اہل بیت نبی مصطفیٰ خدا نے تم کو خاص کیا ہے ولد ذی سے اس کا نام علیؑ ہے جو مشتق ہے علی اعلیٰ سے۔

اس موقع پر ہم آپ کی والدہ ماجدہ سلام اللہ علیہا کے متعلق بھی ایک روایت مذکور ہے جناب فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا مدونہ مولوی محمد نظام الدین حسن خاں صاحب سنی المذہب سابق جج مجلس عالیہ عدالت دولت آصفیہ مطبوعہ مطبع نو لکشیہ لکھنؤ کے صفحہ ۲۷ سے نقل کرتے ہیں جس کے ملاحظہ سے منکشف ہوگا کہ وہ خاتون کس مرتبے اور درجے کی تھیں۔

جب حضرت فاطمہ بنت اسد خود شہداء من حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم کا انتقال ہوا۔ تو رسول اللہ صلعم نے اپنی قمیض ان کو پہنائی اور نماز جنازہ پڑھائی دعائے خیر مانگی۔ اور قبر میں رکھنے کے قبل آپ خود قبر میں لیٹ گئے۔ بھڑی دیر کے بعد نکل کر حضرت فاطمہ بنت اسد کو دفن فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یہ حق آپ کا بالکل نیا ہے آپ نے کبھی ایسا نہیں کیا ہم نے فرمایا کہ قمیض اس لئے پہنائی کہ اللہ رحمت کرے اور قبر میں اس لئے لیٹا کہ خداوند تعالیٰ جل شانہ اس میں وسعت دے اور فرمایا کہ میری ٹہریں ہیں۔

ہدایت حضرت فاطمہ بنت اسد کی نفیست ہیں

ابو طالب کے بعد یہ میرے ساتھ بہت محبت فرماتی تھیں۔ حضرت جبریل نے خبر دی ہے کہ یہ عورت اہل جنت سے ہے اور ستر ہزار فرشتوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔

سبحان اللہ! کیا انصاف ہے کہ جس ولی خدا نے ایام طفولیت میں رسالت اور نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی جو لطف مادر میں بھی کفر و شرک سے پاک رہا۔ جس کو ادا اہل عمر میں ہی وصی اور خلیفہ رسولؐ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ جو ابتدائے بعثت سے تا وقت رحلت مصیبت و سختی کے وقت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاون و مددگار رہا۔ جس ضرغام الہی نے دین خدا کی اشاعت میں نامی گرامی کفار کو تہ تیغ کیا جس کی ہمت و شجاعت پر بقول شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔

”چوں علی کرم اللہ وجہہ بدفع مشرکان مشغول شد رسول اللہ صلعم فرمود اے علیؑ می شنوی مدح خود را کہ ملک رضوان بر آسمان سے گوید کافتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار“

جس کے خدا اور رسولؐ مداح و ثنا خواں ہوں اس کے ایمان اور جان نثاری۔ تو اہل سنت پر وہ ڈالیں اور جو لوگ اسلام اور ہادی اسلام کے پکے دشمن ہوں اور اسلام لانے کے بعد بھی پیغمبر خدا کی حیات و ممات میں کینہ و بدینہ کا اظہار اپنی رفتار گفتار۔ اعمال و افعال اور حرکات و سکنات سے رسولؐ اور آل رسولؐ کے ساتھ لے رہے ان کو سابق الاسلام یا روافدار۔ اور جاں نثار رسولؐ بتائیں۔ چنانچہ کتب اہلیت کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نازک وقت میں آپ اصحاب کو جاں نثار کر رہے تھے اس وقت میں کوئی شخص اتنا دشمن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ تھا جتنے کہ حضرت عمرؓ تھے یہاں تک کہ ایک روز تلوار گلے میں حائل کر کے آنحضرت کے قتل کرنے کو چلے، چنانچہ اب ہم ان کے اسلام لانے کا حال جس کو جناب شمس العلماء مودبی شبلی نعمانی نے لکھا ہے، بقدر ضرورت اس جگہ نقل کرتے ہیں اور وہ یہ ہے۔

”حضرت عمرؓ ابھی تک اسلام سے بالکل بیگانہ تھے ان کے کانوں میں جب

یہ صدا پہنچی تو سخت برہم ہوئے یہاں تک کہ قبیلے میں جو لوگ اسلام لائے تھے ان

حضرت عمرؓ کو جناب رسولؐ نے
ایک خط لکھا اور اس میں لایا۔

کے دشمن بن گئے، لہٰذا ان کے خاندان میں ایک کینز تھی جس نے اسلام قبول کر لیا تھا اس کو بے تحاشا مارتے اور مارتے مارتے جب تھک جائے تو کھتے ذرا دم لے لوں پھر ماروں گا۔ لہٰذا ان کے سوا جس جس پر قابو چلتا تھا زور و کوب سے ذریعہ نہیں کرتے تھے آخر مجبور ہو کر فیصلہ کیا کہ نعوذ باللہ خود باقی اسلام کا قصہ پاک کر دوں۔

تلوار مکر سے لگا سیدھے رسول اللہؐ کی جانب چلے۔ کارکنانِ قضا نے کمرساج آبد آں یارے کہ ما میخو استیم راہ میں اتفاقاً نعیم بن عبد اللہؓ مل گئے۔ ان کے تیور دیکھ کر پوچھا خیر تو ہے بولے محمدؐ کا فیصلہ کرنے جاتا ہوں، انہوں نے کہا پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو کہ خود تمہاری بہن بنوئی اسلام لایچکے ہیں۔ فوراً پلٹے اور بہن کے یہاں پہنچے وہ قرآن پڑھ رہی تھیں ان کی آہٹ پا کر چپ ہو گئیں اور قرآن کے اجزا چھپائے لیکن آذان کے کانوں میں پہنچ چکی تھی، بہن سے پوچھا یہ کیا آواز تھی، بہن نے کہا کچھ نہیں، بولے کہ میں سن چکا ہوں کہ تم دونوں مرتد ہو گئے، یہ کہہ کر اپنے بہنوئی سے دست و گریبان ہو گئے اور جب ان کی بہن چائے کو آئیں تو ان کی بھی خبر لی، یہاں تک کہ ان کا بدن لہو لہان ہو گیا۔ اسی حالت میں ان کی زبان سے نکلا کہ عمر بن آئے کہ و لیکن اسلام اب دل سے نکل نہیں سکتا۔ فرمایا کہ تم لوگ جو پڑھ رہے تھے مجھ کو بھی سناؤ۔ فاطمہ نے قرآن کے اجزا لاکر سامنے رکھ دیے۔ جب اس آیت پہ پہنچے ”امنوا باللہ وراسولہ“ تو بے اختیار پکار اٹھے۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمداً رسول اللہ جہاں حضرت پناہ گزین تھے حضرت عمرؓ نے آستانہ مبارک پر پہنچ کر دستک دی چونکہ شمشیر بکھٹ گئے تھے اس لئے صحابہ کو تردد ہوا لیکن حضرت امیر حمزہؓ نے کہا کہ آنے دو اگر مخلصانہ آیا ہے تو بہرور نہ اُسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے اندر قدم رکھا تو رسول اللہؐ دو آگے بڑھے اور ان کا دامن پکڑ کے فرمایا، کیوں عمر کس ارادے سے آیا ہے۔ نبوت کی پر رعب آواز نے ان کو کپکپا دیا۔ نہایت خضوع کے ساتھ عرض کی کہ ایمان لانے کے لئے۔ آنحضرتؐ نے ساختہ اللہ اکبر پکارا اٹھے اور سارا ہی تمام صحابہ نے مل کر اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ مارا کہ تمام پہاڑیاں گونج اٹھیں حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے

اسلام کی تاریخ میں نیا دور پیدا کر دیا۔^۱ (الفاروقی صفحہ ۲۴ و ۲۵)
اسی طرح جناب خاں صاحب رام پوری اپنی عقیدت کا اظہار ان الفاظ میں کرتے

ہیں کہ:-

”ابتداء کے اسلام کی تاریخ میں ان (حضرت عمرؓ) کا مسلمان ہونا ایک بہت ہی بڑا واقعہ ہے بلکہ محققین کے نزدیک تو وہ ایسا امر ہے کہ بعثت کے بعد اسلام کی عزت و جلال کے لئے جو دوسرا امر ہے وہ یہی ہے۔ (عروج اسلام جلد ششم منظر ۱)
جناب شبلی صاحب کے اس ارشاد سے کہ ”حضرت عمرؓ کے ایمان لانے نے اسلام کی تاریخ میں نیا دور پیدا کر دیا ہے۔ ہم کو بھی اتفاق ہے۔ بلاشبہ یہی تو وہ دور ہے۔ جس کی نسبت ہم عبدالکریم شہرستانی کا قول حدیث قرطاس کے متعلق مسئلہ فضیلت صحابہ کے جواب میں نقل کر آئے ہیں کہ پہلی مخالفت خدا کی شیطان نے کی تھی اور پہلی نزاع اسلام میں حضرت عمرؓ سے قائم ہوئی“ لاریب محققین کے نزدیک اسی دور میں شیخ فتنہ و فساد کا تخم سقیفہ میں بویا گیا جو ایسے تلخ اور زہریلے پھل لایا کہ ایک دین حق کے تہمتہ ٹکڑے ہو گئے۔ جس کی وجہ سے آل نبیؐ اور اولاد علیؑ کی قربانیاں مثل گوسفند کی گئیں، و احسرتاہ و الاسفالا۔“

حضرت عمرؓ کے اسلام کے متعلق آپؐ نے بھی جو روایت اسی آیات بینات میں درج کی ہے اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک بیش بہا انعام کی طبع پر تلوار گلے میں حائل کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کو چلے گئے اُس روایت کی نقل یہ ہے۔

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے ابو جہل نہایت مغرور و مشہور و نامور تھے اور ان کو سب سے زبا وہ عداوت بھی پیغمبر صاحب کے ساتھ تھی شب و روز اسلام معدوم ہو جانے کی فکر میں رہتے تھے۔ ابو جہل نے جس کو پیغمبر صاحب کے ساتھ دلی عداوت تھی اپنے بھائیوں سے کہا کہ جو کوئی پیغمبر صاحب کو قتل کرے اور ان کا سر میرے پاس لائے اُس کو ہزار ستر ستر سونے والے اور بہت سے درہم و دینار صلہ میں دوں گا چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس کام کو اپنے ذمہ لیا اور پیغمبر صاحب کے قتل کے ارادے سے چلے جب دولت سرا پہنچے کوئی دروازہ کھولنے

کو نہ اٹھا مگر حضرت امیر حمزہؓ چچا پیغمبر صاحب کے یہ کہہ کر اٹھے کہ وہ ایک آدمی ہے
اگر اطاعت کے ارادہ پر آتا ہے تو خیر ورنہ اُسی کی تلوار ہے اور اسی کا سر چنانچہ
حضرت عمرؓ اندر داخل ہوئے جناب پیغمبر صاحب بنفس نفیس اُٹھے اور ان کو ایسا دبایا
کہ اُن کی آنکھیں نکل پڑیں۔
(آیات بینات صفحہ ۸۸ مطبع مصطفائی)

پس جبکہ ان تمام روایتوں سے حضرت عمرؓ کی دشمنی اور عداوت اور طمع و حرص خود
محققین اہل سنت کے بیان سے ثابت ہے تو اب مابین ہمارے اور اہل سنت کے اختلاف
اس امر میں ہے کہ اسلام لانے کے بعد وہ ان کی اس عداوت اور طمع کو ان کے کمال ایمان
اور جاں نثاری سے تبدیل کر کے ان کو تمام اُمت سے ایمان میں اکمل اور مرتبہ میں
اعلیٰ اور افضل اور فلک اسلام کا مہر و ماہ سمجھتے ہیں۔ اور ہم ان کو اسلام لانے کے بعد
بھی ویسا ہی۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اسلام اور آنحضرت صلعم کا مخالف جانتے ہیں۔
اس لئے کہ گو اس وقت ان کو یہ سبب شوکت نبوت و جلالت رسالت آنحضرت صلعم
پر تلوار اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔ لیکن وہ عداوت جو پہنان کھتی آخر کار آنحضرت صلعم
کے حج آخری کے وقت سے عیاں ہوئے لگی۔ چنانچہ بعد برخاست جلسہ غدیر خم جناب
امیر المومنین سے حسد کرنا۔ ہر بات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
مخالفت کرنا۔ لشکر اسامہ سے تحلف کرنا۔ فرمان مصحف ناطق کو ہدیان بتانا۔ محبوب خدا
کا دفن و کفن چھوڑ کر حصول حکومت کی غرض سے خلافت پر قابض ہو جانا۔ بنی ہاشم
سے خاص عداوت و عناد رکھنا۔ شاہ ولایت اور اہلبیت نبوی کے حقوق تلف کرنا۔
بھائی اور وصی رسول اللہ پر بیعت کے لئے جبر کرنا۔ بصورت انکار قتل کی دھمکی دینا۔
ایوان نبوت و رسالت جلالت کے لئے آگ اور لگڑی لے جانا۔ جگہ گوشہ رسول
کو میراث پداری سے محروم کرنا۔ فذک ضبط کر لینا۔ آل رسول پر خمس کو بند کرنا۔
مجلس شوریٰ قائم کر کے آل رسولؐ اور اولاد بتولؑ کی حقارت اور ہلاکت کی بنیاد
ڈالنا وغیرہ۔ غیرہ واقعات ان کی اس مخالفت پر مثل آفتاب روز روشن شاہد ہیں۔
بھائیو! یہ جلوے اور ان کے افعال و کردار ایسے نہیں ہیں جو کسی کے چھپائے چھپ سکیں۔
پاس احمد کا بھی ہو ظلم کا اقدام بھی ہو۔ شیوہ کفر بھی ہو دعویٰ اسلام بھی ہو۔
اب ہم حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کی روایتوں کی نسبت جن پر اہل سنت کو بہت

کچھ ناز ہے۔ یہ عرض کرتے ہیں کہ اگر حضرت عمرؓ فی الحقیقت بقول شبلی صاحب اپنی بہن سے
 آیہ کریمہ "امنوا باللہ وراسولہ" سن کر صدق دل سے ایمان لائے ہوتے تو جو تلوار لگے
 میں حائل کر کے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کو چلے تھے اس کو وہیں پھینک دیتے۔ حالانکہ
 یہ تلوار آستانہ رسالت تک آپ کی گردن میں حائل تھی بلکہ یہ امر تو آپ کی بدینہ پر دلا
 کرتا ہے۔

۱۔ اس واقعہ میں حضرت عمرؓ کی بدینہ پر دلالت کرنے والے بہت سے روایات ہیں جن میں سے بعض
 کو ہم انسان العیون جلی سے نقل کرتے ہیں۔ راوی کہتا ہے ابو جہل بن ہشام نے کہا کہ اے گروہ قریش
 محمدؐ نے تمہارے خداؤں کو بُرا کہا اور تمہارے عقول کی تفسیق کی اور گمان کیا کہ جو لوگ تمہارے اسلام
 سے گزرے ہیں وہ آگ میں گرے جائیں گے۔ آگاہ ہو جو شخص محمدؐ کو قتل کرے گا اس کو میں سونا نہ
 سرخ اور سیاہ رنگ کے دوں گا۔ اور ہزار دینیہ چاندی دوں گا۔ اور بنا بر قول دیگر یہ اقرار دیا تھا کہ جو قتل
 کرے گا اس کو اتنے اتنے دینیہ سونا اور اتنے اتنے دینیہ چاندی اور اتنے اتنے مشک نافہ اور اتنے اتنے
 حله وغیرہ دے جائیں گے۔ عمرؓ نے کہا میں اس کام کو انجام دوں گا۔ لوگوں نے کہا کہ اے عمرؓ ضرور تم اس کام
 کے قابل ہو اور اس پر عہد ان سے کر لیا۔ عمرؓ کہتے ہیں کہ میں تلوار حائل کر کے اور پہلو میں ترکش لگا کر رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا ارادہ کر کے نکلا تھا کہ گذر میرا ایک گوسالہ کی طرف سے ہوا جو ذبح
 کیا جا رہا تھا۔ میں نے اس گوسالہ کے شکم سے آواز سنی کہ اے آل ذریح ایک پکارنے والا بزبان فصیح
 پکار رہا ہے۔ دعوت کر رہا ہے شہادت ان لا الہ الا اللہ وان محمدؐ رسول اللہ کی طرف میں نے
 اپنے دل میں کہا کہ اس امر سے سوائے تمہارے اور کوئی مراد نہیں ہے اور ذریح نام تھا اس گوسالہ
 کا جو ذبح کیا جا رہا تھا اور ذریح اس کو خون کے رنگت کے سبب سے کہتے تھے کہ وہ سرخ رنگ
 کا تھا اور عرب میں احمد ذریحی اس سرخ رنگ کو کہتے ہیں جن میں سُرخ تیز ہو راوی کہتا ہے کہ عمرؓ پر ایک
 ایسے شخص کی طرف سے ہو کر گزرے جو اسلام لا چکا تھا۔ اور اپنا اسلام اپنی قوم کی ڈر سے چھپاتا
 تھا اُس کو نعیم کہتے تھے یعنی خدا اللہ تمام کا بیٹا جیسا کہ گذرا اُس نے پوچھا کہ اے ابن خطاب
 کہاں چلے؟ عمرؓ نے کہا کہ (معاذ اللہ) اس بے دین کی طرف جاٹا ہوں جس نے قریش کے امر کو
 کر دیا ہے۔ اور ان کے عقول کی تفسیق کی ہے اور ان کے خداؤں کا بد گوہے میں اسے قتل کروں گا
 نعیم نے ان سے کہا کہ تجھ کو تیرے نفس نے فریب دیا ہے کیا تجھ کو یہ خیال ہے کہ نبی عبد منافؐ

بہر کیف اگر حضرت عمر صدق دل اور خالص ایمان سے جناب رسول مقبول
صلعم کی خدمت میں حاضر و موجود ہوئے ہوتے اور ان کا اسلام لانا بسبب برکت
دعا آنحضرت صلعم ہوتا تو جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم نبوت سے آپ
کے اسلام لانے اور آمد آمد کا علم ہو جاتا اور ان کے حاضر ہونے سے پہلے ہی اپنے
اصحاب کو ان کے اسلام لانے کا مشورہ سنا کر ان کے استقبال کی ہدایت فرماتے
اور قرطرب میں یہ ارشاد فرماتے:

آء آں یارے کہ مای خود استیم

اور حضرت عمر کو دیکھ کر آنحضرت صلعم اور کل اصحاب غمخوار ہو کر ان
سے بغیر ہوتے مگر برعکس اس کے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۶)

پہ چلتا ہوا آنحضرت کو چھوڑ دیں گے۔ دراصل ایک تو نے محمدؐ کو قتل کیا ہو رہا ہے کہ تو اپنے گھر والوں میں جاتا کہ
ان کے امر کا سر پرست ہو۔ عمر نے کہا کہ میرے اہلبیت کون؟ اُس نے کہا کہ تیرے بہنوئی اور ابن
عم سعید بن زیاد بن عمرو بن نفیل اور تیری بہن کہ یہ دونوں اسلام لائے ہیں۔ تجکو لازم ہے کہ جا کہ
اُن کا حال دریافت کر۔ نعیم نے یہ سچ کچھ کہا تھا اس غرض سے کہا تھا کہ عمر کو رسول اللہؐ کے قتل
سے باز رکھے اور بقولے جو عمر کو ملا تھا وہ سعد بن ابی وقاص تھا اس نے کہا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟
لے عمر: ”جواب دیا کہ میں چاہتا ہوں کہ محمدؐ کو قتل کر دوں“ سعد نے کہا کہ تمہاری یہ طاقت نہیں
ہے، چاہتے ہو کہ محمدؐ کو قتل کر دو؟ بنی عبد مناف تم کو زمین پر چلتا ہوا چھوڑ دینا عمر نے کہا کہ تو اسلام
کی طرف مائل ہو گیا ہے میں تجھی سے پہل کر تا ہوں اور تجھے قتل کرتا ہوں سعد نے کہا کہ اشلہ
ان لا الہ الا اللہ وان محمدؐ رسول اللہؐ عمر نے اپنی تلوار کھینچی اور سعد نے اپنی تلوار کھینچی
اور قریب تھا کہ چل جائے پھر سعد نے عمر سے کہا کہ کیا ہو گیا ہے تجکو لے عمر اپنی بہن اور بہنوئی کو پہلے
تجھے قتل کرنا چاہتے تھا۔ عمر نے کہا کہ کیا وہ دونوں بھی اسلام کی طرف مائل ہو گئے، سعد نے کہا
ہاں، عمر نے سعد کو چھوڑ دیا۔ اور اپنی بہن کے مکان پر آئے جناب بن ارت بھی ان لوگوں کے پاس
پائے گئے۔ ان کے ساتھ ایک صحیفہ تھا اس میں سورہ طہ لکھا تھا، ان لوگوں کے سامنے پڑھ
رہے تھے کہ عمر نے ان لوگوں کے دروازے کو کھٹکھٹایا۔ جب آہٹ عمر کی سنی ان لوگوں نے تو جناب
تو غائب ہوئے اور وہ صحیفہ چھوڑ گئے۔ جب مکان میں عمر آئے تو اپنی بہن سے پوچھا کہ یہ آواز کیسی

کو ان کا آنا گراں گذرا۔ چنانچہ جب حضرت عمرؓ نے دق الباب کیا اور ایک صحابی نے دروازے سے جھانک کر دیکھا اور ان کا حال حضور میں عرض کیا تو کل اصحاب ان کے آنے سے متردد ہوئے کہ کوئی دروازہ کھولنے کو بھی نہ اٹھا آخر بقول شبلی صاحب برہ "چونکہ شمشیر بکف گئے تھے اس لئے صحابہ کو تردد ہوا۔ لیکن حضرت امیر حمزہ

نے کہا آتے دو۔ اگر مخلصانہ طور پر آیا ہے تو بہتر ورنہ اُسی کی تلوار سے اس کا سر

قلم کر دیا جائے گا۔" (الفاروق۔ حصہ اول ص ۷۹)

غرض جب حضرت عمرؓ حضور کے سامنے حاضر کئے گئے تو اس وقت تک آپ ان کی طرف سے ویسے ہی بدگمان تھے اور ان کو اپنا اور اسلام کا دشمن جانتے تھے جیسا کہ ابن اثیر جہزری کا قول ہے کہ :-

حضرت بنی صلعم خود ہی حضرت عمرؓ کی طرف تشریف لائے اور ان کے پاس

آکر چاروں کنارے سب طرف سے پکڑ لئے اور نہایت زور سے اسے کھینچ کر پوچھا کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۷) میں سن رہا تھا۔ بہن تے ان کی کہا کہ کچھ نہیں ہم لوگ آپس میں باتیں کر رہے

تھے۔ وہی تم نے سنیں ہوں گی عمرؓ نے کہا کہ قسم بخدا مجھے خبر ملی ہے کہ تم دونوں (اپنے بہن بنوئی کو کہا)

نے محمدؐ سے بیعت کر لی ہے ان کے دین پر اور اپنے بنوئی پر حملہ کیا اور زمین پر پچھاڑ دیا اور ان کے سینہ پر

انکی ڈاڑھی پکڑ لی۔ بہن ان کی اپنے شوہر کو چھڑانے کی غرض سے اٹھیں انھیں بھی مارا کہ پیشانی ان کی زخمی

ہو گئی۔ جب خون بہتے دیکھا کہنے لگیں اے دشمن خدا! تو مجھ کو اس پر مارتا ہے کہ میں خدا کی توحید کرتی ہو اور

میں ضرور تیری ناک زمین پر گھسنے کے لئے اسلام لائی۔ تجھ کو جو کرنا ہو کر۔ جب بہن کی یہ حالت دیکھی

اپنے بنوئی پر جو ظلم کیا تھا اس پر نادم ہوئے بہن سے کہا کہ یہ صحیفہ مجھے دو دیکھوں تو کیا لائے ہیں مجھ

عمرؓ کھنا جانتے تھے بہن نے ان کی کہا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں تم ضائع نہ کر دو عمرؓ نے قسم کھائی کہ ضرور پڑھنے

اب پھر دیں گے۔ بہن نے ان کی کہا کہ تو نجس ہے اور اس کو سوائے طاہر کے کوئی چھو نہیں سکتا۔ اور حلی نے ایک

روایت یہ لکھی ہے کہ عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعاقب شب میں کیا

حضرت نے کہا کون ہے؟ میں نے کہا کہ عمرؓ حضرت نے فرمایا تو مجھ کو نہ شب میں چین لینے دیتا ہے نہ دن میں

پس مجھے خوف ہوا کہ مجھ پر بددعا نہ کریں۔ (نہد امیں نے کلمہ اپنی زبان پر جاری کیا۔ علاوہ اس کے حلی نے

بہت سے عجیب و غریب حالات لکھے ہیں جن کو دیکھ کر ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ دل کا عمرؓ کے کیا حال تھا۔ ۱۲

تو کیوں آیا ہے؟ ابھی تک تو اپنی شرارت سے باز نہیں آیا کیا خدا نے تعالیٰ کا عذاب نازل ہونا چاہتا ہے۔
(دیکھو عروج الاسلام جلد ششم ص ۱۳۷)

اور بقول صاحب ابوالفداء مندرجہ جلد اول صفحہ ۱۲۰ چھاپہ مصر:-

آنحضرت صلعم نے نہایت خشناک ہو کر فرمایا:-

ما تنزل حتی تنزل بك کہ جب تک تو رسوا اور ذلیل نہ ہوگا

القارعة ہمیشہ تو اپنے کفر و نفاق ہی پر جا رہے گا۔

آخر کار جب حضرت عمرؓ نے جناب حمزہؓ کا کلام سنا اور ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی غیظ و جلال میں دیکھا تو گھبرائے اور سوچنے لگے کہ میں تو رسول اللہؐ کا سر لینے آیا ہوں مگر یہاں تو میرا ہی سر کٹتا ہے۔ پس ہمیت نبوت و بلا لیت رسالت نے بقول قبل صاحب د نبوت کی پر رعب آواز نے اُن کو کپکپا دیا اور حسب بیان آپ کے (اُن کی آنکھیں نکل پڑیں) لہذا اس کشمکش نے ایسا اثر کیا کہ تمام بدن میں رعشہ پڑ گیا اور چوبہو ہو کر کلمہ پڑھ لینے ہی میں اپنی جان کی امان ان کو نظر آئی چنانچہ تاریخ خمیس جلد اول صفحہ ۲۹۶ میں آپ کے اسلام لانے کا یہی سبب لکھا ہے۔ اس روایت کی نقل یہ ہے:-

فخر جالیہ فاخذ رسول الله
بجامع ثنابہ ثم منثرة نشرة
فما تمالك عمر ان وقع على
ركبتيه فقال ما انت بمنته يا عمر
فقال اشهد ان لا اله الا الله وحده
لا شريك له واشهد ان محمدا عبده
وراسوله

پس جب حضرت عمرؓ کی آمد آنحضرت نے
سُنی تو آپ باہر آئے اور ان کا پیرا
پکڑ کر ایک جھٹکا دیا کہ عمر زانو کے تھل
گہ پڑے اور فرمایا کہ اے عمر! تو باز نہ
آئے گا، جس پر عمر نے کلمہ شہادتین
زبان پر جاری کیا۔

اور صواعق محرقہ مطبوعہ مصر ص ۵ پر تو پیغمبر کی ایک ایسی دھمکی مذکور ہے جس کے
پس منظر کی تشریح ہم نہیں کر سکتے صرف عبارت مع ترجمہ لکھنے دیتے ہیں:-
فقال ما انت بمنته يا عمر حتى
ينزل الله بك من الخنزير والنكا
ما انزل بالوليد بن المغيرة فقال
(حضرت عمرؓ کے آتے ہی) آپ نے فرمایا کہ
اے عمر! تم باز نہیں آؤ گے؟ جب تک کہ رسولی
اور عذاب خدا کی طرف سے تمہارے بارے

عمر اشہد ان لا اله الا الله وانك
عبد الله ورسوله
میں اُسی طرح نہ نازل ہو جو اُنس نے ولید
بن غیرہ کے بارے میں نازل فرمایا ہے۔
ولید کے اوصاف کو سورہ نون میں خدا نے بیان فرمایا ہے (پس فوراً ہی عمر نے کلمہ
شہادتین زبان پر جاری فرمایا۔

پس یہ ایمان وہ ایمان ہے جس کی مذمت حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے :-
قَالُوا امَّا بَا فَوَاصِحٌ وَّلَمْ يَكُنْ
قُلُوبُهُمْ (سورہ المائدہ)
لیکن اُن کے دل ایمان نہیں لائے۔
اور اسی وجہ سے شیعوں کا ان حضرات کی نسبت یہ اعتقاد ہے کہ (اصحاب ثلاثہ
از امر اول از ایمان بہرہ نہ داشتند)۔

افسوس! کہ ہمارے سنی بھائی بھوئے ج چوں عرض آمد ہنر پو شیدہ شد۔ محض
اصحاب ثلاثہ کی خاطر حالات اور واقعات پر کیسا پردہ ڈالتے ہیں کہ حضرت ابوطالب
سے جاں نثار حنفیوں نے آنحضرت کی پرورش کی۔ اور دشمنوں سے دس سال تک
حفاظت رسالت و نبوت کی تصدیق اور اعلا کلمۃ اللہ میں ہر طرح کی حمایت و
اعانت کی اسلام کی خاطر کل بنی ہاشم کے ساتھ شعب ابوطالب میں تین سال
تک آب و دانہ بلکہ ہر قسم کی تکلیفیں اٹھائیں۔ اور حضرت خدیجہ طوسی خاتون حنفیوں نے
اپنا مال آپ پر نثار کیا اور مردہ بعثت سننے ہی آنحضرت پر ایمان لائیں حضرت جعفر
اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہم سے وفادار آسرا جو ہمہ وقت آپ کے پیچھے سپر رہے
اور راہ خدا میں ہجرت کی اور یہاں تک جہاد کیا کہ خدا و رسول پر اپنی جانیں نثار
کر دیں۔ جس کی شہادت میں خود خدا کے عز و جل فرماتا ہے :-

فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَآخَرُوا حِوَّامِنَ
دِيَارِهِمْ وَادْرَأُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتِلُوا
وَقَاتِلُوا الْكَافِرَاتِ عَنْهُمْ سِيَّائِهِمْ
وَلَا تَحْتَسِبُ جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا
الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِمَّنْ عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ
عِنْدَهُ حَسَنُ الثَّوَابِ
جن لوگوں نے ہمارے لئے وطن چھوڑ
اور اپنے گھروں سے نکالے اور ستائے
کئے اور لڑے اور مارے گئے ہم ان کی حفاظت کو
ان سے ضرور جو کریں گے اور ان کو ایسے
باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں
بہہ رہی ہوں گی اللہ کے یہاں سے یہ بدلہ

پ ۲۔ ص۔ آل عمران ع ۱۹ اور اچھا بد لہ اللہ ہی کے نزدیک ہے۔
 ایسے وفادار اور جاں نثار ایمان والوں کو تو اسلام اور ہادی اسلام کے دشمن بتائیں
 اور جن حضرات نے دنیا حاصل ہونے کی غرض سے اسلام قبول کیا تھا اور جو اس نازک
 وقت میں اپنی قوم کی پناہ میں رہ کر امن و امان میں رہے۔ جو ہمیشہ جہاد میں فرار اور
 رسالت و نبوت میں شک و شبہ کرتے رہے۔ تا زلیست خدا و رسولؐ کی عدول کی
 کو اپنا شعار سمجھتے رہے۔ دنیا کے پیچھے اپنے پیغمبر کے دفن و کفن اور نماز و جنازہ
 میں بھی شریک نہ ہوئے ان کو اسلام اور ہادی اسلام کا سچا فدائی اور حقیقی جاں
 نثار سمجھیں اور حق کو باطل اور باطل کو حق بتائیں۔ واہ۔ واہ۔ شش
 جفا کی تم نے اور ہم نے وفا کی تم اچھے ہم مجھ سے قدرت خدا کی



قال

پس غور کرنے کا مقام ہے کہ جن لوگوں نے ابتداء سے دعوت میں اسلام قبول کیا۔ اور سب سے پہلے پیغمبر صاحب کے کہنے کو سچ جانا اور اول اول ہی آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور بلا توقف اور بلا تاثر کلمہ شہادت پڑھا اور بلا صلاح و مشورہ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے اپنے قدیمی دین کو چھوڑ کر اور اپنے بھائی بندوں سے علیحدہ ہو کر آپ کا دامن پکڑا اور اپنے دوست اور آشناؤں سے مخالفت کر کے غاشیہ اطاعت بنوی اپنے دوش پر رکھا تو ایسے لوگوں کا جو ایسے نازک وقت میں اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر نئے دین میں آئے ہوئے ہوں کوئی نہایت قومی سبب ہو گا۔ ورنہ یہ بات سب جانتے ہیں کہ اپنے دین کا چھوڑنا اور نیا دین اختیار کرنا نہایت ہی مشکل ہوتا ہے۔ اور اپنے عیش و آرام کو ترک کرنا اور مصیبت و ایذا میں اور تکلیفیں اٹھانا بلا کسی خاص سبب کے کسی کو گوارا نہیں ہوتا۔

(آیاتِ بینات)

فولکلہ
ابتداء سے نبوت میں
اصحاب کے اسلام لانے کا
کوئی قومی سبب ہو گا۔

اقول

جن لوگوں نے ابتدائے دعوت میں اسلام قبول کیا تھا اور سب سے پہلے پیغمبر خدا کے کہنے کو سچ جانا تھا ان میں اگر صحابہ ثلاثہ شامل ہیں تو آپ کو یہ امر کتبِ مایہ سے ثابت کرنا چاہئے تھا کیونکہ ان کا ایمان شیعوں کے نزدیک پایہ ثبوت کو نہیں پہنچا جیسا کہ جناب غفران مآب مولوی سید دلدار علی صاحب قبلۃ علی البدر مقامہ "تحفۃ اثنا عشرین" کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

کہ اول ایمان اصحاب ثلاثہ باثبات پہلے صحابہ ثلاثہ کا ایمان ثابت کرنا چاہئے
باید رسانید بعد ازیں بایں افسانہ بعد اس کے یہ یہود و افسانہ گانا چاہئے
یہود و ترمیم باید نمود زیرا کہ دلتی کہ مساک لئے کہ ان کے ایمان کے بارے میں امامیہ کا
امامیہ دریں باب آنست کہ اصحاب ثلاثہ یہ مقولہ ہے کہ اصحاب ثلاثہ اول ہی سے
از امر اول از ایمان بہرہ نہ داشتند۔ ایمان سے بہرہ نہ رکھتے تھے۔

البتہ ان کے اسلام لانے کا اقرار کرتے ہیں۔ لیکن اسلام اور ایمان میں فرق ہے۔ اور یہ تفریق کچھ شیعوں ہی نے نہیں کی ہے بلکہ اس کا فرق قول باری تعالیٰ سے روشن ہے۔

وقالت الاعراب امتا قل لہم اعراب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے رسول
تؤمنوا و لکن قولوا السلامنا دلتما ان سے کہو کہ تم ایمان تو نہیں لائے یا یہ
ینخل الایمان فی قلوبکم کہو کہ اسلام لائے ایمان تو تمہارے دلوں میں بیٹھا ہی نہیں۔

اور اصحاب ثلاثہ کا تو ابتدائے دعوت میں اسلام لانا کتبِ اہل سنت سے بھی ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت عمر کا مسلمان ہونا تو خود حسب روایات اہل سنت بعثت نبوی سے چھ برس کے بعد معلوم ہوتا ہے۔ اور اس وقت تک متعدد اشخاص دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے جن کی تعداد خود آپ نے قریب چالیس آدمیوں کے بتائی ہے۔ پس اس زمانہ کو ابتدائی زمانہ کون کہتا ہے۔ ہاں اگر اہل سنت نے انھیں کے اسلام لانے کی تاریخ سے یہ حساب لگایا ہو اور اس تاریخ سے دعوت اسلام کی ابتداء قرار دی ہو تو یہ اور بات ہے۔

ابتداء بعثت میں اصحاب
ثلاثہ کے اسلام لائے تو یہ

اسی طرح ابو بکر کی سابق الاسلامی بھی پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی۔ اس لئے کہ خود محققین اہل سنت کو اس میں اختلاف ہے کوئی کہتا ہے کہ وہ دس پانچ آدمیوں کے اسلام لانے کے بعد مسلمان ہوئے تھے اور کسی کا بیان ہے کہ پچاس آدمیوں کے بعد اسلام لائے تھے۔ اور وہ روایتیں یہ ہیں۔

(۱) اخرج ابن عساکر بسند جيد عن محمد بن ابی وقاص انه قال لا بیه سعد کان ابو بکر الصديق اولکم اسلامًا قال ولكنہ اسلم قبلہ اکثر من خمسة ولكن کان خیرنا اسلامًا (تایخ الخلفاء)

بسنده معتبر ابن عساکر نے محمد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ اس نے اپنے باپ سعد سے پوچھا کہ کیا ابو بکر سابق الاسلام تھے؟ تو اس نے کہا نہیں بلکہ اُن سے پہلے پانچ آدمیوں سے زیادہ اسلام لا چکے تھے لیکن اسلام اُن کا بہتر تھا۔

(۲) حدثنا ابن حمید کناہ بن جبلة عن ابراهيم بن طهمان عن الحجاج بن الحجاج عن قتادة عن ثعلاب بن الجعد عن محمد بن موسى قال قلت لابی کان ابو بکر اولکم اسلامًا فقال واسلم قبلہ اکثر من خمسين و لكن کان افضلنا اسلامًا

ابن حمید نے محمد بن موسیٰ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کیا ابو بکر تم لوگوں سے پہلے اسلام لائے تھے؟ اس نے کہا نہیں بلکہ اُن سے قبل پچاس آدمی سے زیادہ اسلام لا چکے تھے مگر ابو بکر کا اسلام انا ہم سے افضل تھا۔

(تاریخ طبری جلد ۲ ص ۱۵۸ مطبوعہ مصر)

ان روایتوں سے ان کی سابق الاسلامی باطل ہو گئی۔ اب رہا یہ کہ جو لوگ وقت میں اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر نئے دین میں آئے ہوں تو ان کے اسلام لانے کا کوئی قوی سبب ہو گا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ جو اصحاب متقین اور صالحی تھے اُن کے ایمان لانے کا قوی سبب رستگاری آخرت بھی ان لوگوں میں سے بعض تو انہیں صلعم کے عزیز تھے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے اور اکثر مومنین صالحین مثل حضرت امیر حضرت یاسر حضرت بلال وغیرہ وغیرہ کے جو مثل عزیزوں کے تھے اُن کے ایمان کا سبب تھا کہ نہ کبھی انہوں نے بعد لانے ایمان لے آئے تھے نہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت میں شک کیا تھا۔

امکان نہیں ہے کہ جو لوگ وقت میں اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر نئے دین میں آئے ہوں تو ان کے اسلام لانے کا کوئی قوی سبب ہو گا۔

کیا اور نہ کسی امر میں اپنے پیغمبرؐ کی مخالفت کی۔ اور بعض تو اسی نازک زمانے میں اپنی جانیں خدا و رسولؐ پر نثار کر گئے جیسا کہ حضرت عمارؓ کے والدین یعنی حضرت یا منیرؓ و حضرت سمیہؓ کا کفار مشرکین کے ہاتھوں سے اذیت اٹھانا اور شہید ہو جانا کتب اہل سنت سے معلوم ہوتا ہے ہم بعض روایات کی نقل اس جگہ کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) عمار بن یاسرؓ اور ان کے باپ اور ماں مسلمان ہو گئے تھے۔ یہ قدیمی مسلمانوں میں ہیں۔ بنی مخزوم۔ عمار اور ان کے ماں باپ کو مکہ کی گھائیٹوں میں اس وقت لیجا تھے جب کہ پتھر نہایت گرم ہو جاتے تھے اور وہاں انھیں گرمی کی شدت سے ایذا دیتے تھے ایک مرتبہ بنی مسلمہ ان پر سے ہو کر گزرے اور فرمایا آل یا سر تمہارا اور ہمارا موعِد جنت ہے۔ اس کے بعد یا سر اسی عذاب سے مر گئے۔ عمار کی ماں سمیہؓ کو ابوہریرہؓ نے نیزہ مارا، اس سے وہ مر گئی۔ یہی عورت اسلام میں سب سے اول شہید ہوئی۔

عمار کو بھی بڑا عذاب دیتے تھے کبھی تو ان کو گرمی کی سختی سے ستاتے تھے۔ اور کبھی سُرخ گرم پتھر ان کے سینے پر رکھ دیتے تھے اور کبھی پانی میں غرق کر دیتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ جب تک محمدؐ کو گالیاں نہ دے گا اور لات و عزے کی تعریف نہ کرے گا تب تک تجھے ہم نہ چھوڑیں گے۔

ایک بار عمار بنی مسلمہ کے پاس روتے ہوئے آئے آپ نے پوچھا خیر تو ہے؟ عمار نے کہا یا رسول اللہؐ بڑی حالت ہے اس طرح لوگ مجھ سے پیش آتے ہیں آپ نے فرمایا پھر تمہارا دل کیا کہتا ہے؟ عمار نے کہا میرے دل کو اپنے ایمان سے اطمینان ہے آپ نے فرمایا اگر اب وہ لوگ تمہیں ایذا دیں تو تم سے جو کچھ وہ کہلائیں کہہ دینا۔ چنانچہ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ
اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَن اَكْرَهَ وَ قَلْبُهٗ
مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ وَلَٰكِنْ
مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا
فَعَلَيْهِمُ غَضَبُ اللّٰهِ وَلَهُمْ
عَذَابٌ عَظِيمٌ
جو شخص کفر پر مجبور کیا جائے مگر اُس کا
دل ایمان کی طرف سے مطمئن ہو اُس سے
کچھ مواخذہ نہ ہو گا۔ لیکن ایمان لانے کے
بعد خدا کے ساتھ کفر کرے اور کفر بھی کرے
تو جی کھول کر تو ایسے لوگوں پر خدا کا

عذاب عظیم ط (سورہ نمل آیت ۱۰۶) غضب اور ان کے لئے سخت عذاب ہے۔
یہ عمار رسول اللہ کے ساتھ تمام معرکوں میں شریک رہے ہیں صغین میں
حضرت علیؑ کی طرفداری میں شہید ہوئے اور ان کی عمر تیرا نوے چورانوے سال سے
متجاوز تھی۔ (عروج الاسلام جلد ششم صفحہ ۱۱۱ مطبوعہ مفید عالم آگن)

(۲) اخراج ابن مسعود عن محمد بن سیرین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
لقی عمارا وهو یبکی فجعل یمسح عینہ
یقول اخذک الکفار فغطوا فی
الماء فقلت کذا وکذا قال
عادوا فقل ذلک لہم۔
ابن مسعود نے محمد بن سیرین سے روایت
کی کہ آنحضرتؐ نے عمار سے ملاقات کی وہ
حضرت کو دیکھ کر رونے لگے حضرت اپنے
دست مبارک سے ان کے آنسو پونچھتے تھے
اور فرماتے تھے کہ تم کو کفار نے پکڑ کے پانی میں
غوطہ دیا اور ڈبوایا اس وقت تم نے بحالت مجبور
یہ باتیں کہی تھیں کہ دوبارہ کہلائیں تو بھی کہہ دو۔
(تفسیر درمنثور جلد چہارم صفحہ ۱۳۲ مطبوعہ مصر)

(۳) ایک دفعہ کافروں نے حضرت عمارؓ اور ان کے ماں باپ کو جو مسلمان ہو گئے
تھے اور دھوپ میں تپتی ہوئی ریت پر ڈال دیا کہیں ادھر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تشریف لارہے تھے آپ نے دیکھ کر فرمایا اے یاسر کے خاندان کے لوگو! صبر کرو
تمہاری جگہ جنت میں ہے حضرت یاسر کا اس سختی میں انتقال ہوا اور ان کی بیوی
سمیہ نے ابو جہل سے سختی کے ساتھ گفتگو کی ابو جہل نے ان کو اسی وقت شہید
کر دیا۔ اسلام میں سب سے قبل حضرت سمیہ ہی نے شہادت کا درجہ پایا۔
(رسالہ ذکر مبارک ص ۲۵)

تاریخ کامل (جس کا ترجمہ عروج الاسلام ہے) کی جو روایت اور نقل ہو چکی ہے
اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آیہ کریمہ من کفر باللہ الخ حضرت عمارؓ کی شان میں نازل
ہوئی ہے اور یہی بیان دیگر مفسرین اہل سنت کا بھی ہے جیسا کہ صاحب تفسیر حسینی
تفسیر کرتے ہیں۔

دراخبار آمدہ کہ قریش بعد از تعرض
حضرت باللہ باطلہ ایشان بایدا و آزاد
در ایشان صحابہ کہ حمایتی نہ داشتند چون
مورخین و مفسرین نے نقل کیا ہے کہ جب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برائی علانیہ کرنے
لگے تو کفار قریش ان غریب اصحاب کو

بلال و جناب عمار و پیرا دیا سر و مادر
 سمیہ مشغول شدند و ایشان را در جرع
 کفر اکراہ کردند آنجا عت در طریق خود
 ثبات قدم و زیدہ بر جفا کے قوم تکیہ بانی
 نمودند تا حدیکہ والدین عمار شربت شہادت
 چشیدند و عمار از بے طاقتی و ضعف
 بدن کہ تحمل ایذا داشت کلمہ کہ رضا
 قوم در ان بود گفت "بل امنی بالحق
 والطاغوت" خبر بحضرت پیغمبر
 رسید کہ عمار کیش کفر اختیار کردہ از
 دین خود بیزار شد حضرت فرمود نہ
 چنین است از سرتا قدم عمار از ایمان
 پرست و ایمان گوشت و خون او
 بر آمیختہ است یعنی ایمان در باطن
 او چنان متکین نہ شدہ کہ یہ گفتاویسے
 ہرزہ گوئی تفاوت پذیرد عمار کہ یہ
 گناہ جناب نبوت تاب آمد آنحضرت
 بدست مبارک اشک او پاک میکرد
 و می فرمود ترا چیست ان عاد و الہ
 فعد لہم یعنی اگر باز گردانند
 بگو اکراہ باز گردید ایشان بہاں کلمہ
 و حق سبحانہ این آپ سرستاد کہ من
 کفر باللہ من بعد ایمانہ
 ہر کہ کافر شود بخدا کے پس از ایمان
 خویش مرتد گرد و چون ابن خطل و

جن کا کوئی حامی و مددگار نہ تھا مثل بلال
 عمار یا سر و غیرہ کے ایذا میں دینے لگے اور
 ان کو کفر اختیار کرنے پر مجبور کرنے لگے۔
 مکہ وہ لوگ اپنے دین و ایمان پر مستقل
 اور ثابت قدم رہے اور مصائب جھیلنے
 اور صبر کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت
 عمار کے والد حضرت یا سر اور ان کی ماں
 سمیہ نے ان منطالم سے شربت شہادت
 نوش کیا اور حضرت عمار بوجہ ضعف اور
 کم طاقتی کے ان مصائب کے متحمل نہ ہو سکے
 تو مجبور ہو کر حسب خواہش کفار یہ کلمہ زبان
 پر لائے امنی بالحق والطاغوت
 یہ خبر بنی صلعم کو پہونچی کہ عمار نے کفر اختیار
 کر لیا اور دین اسلام سے پھر گئے یہ سنکر
 حضرت نے فرمایا کہ میں اس امر کو ہرگز باؤ
 نہیں کرتا کہ عمار اپنے ایمان سے پھر گیا ہو
 اس لئے کہ وہ سر سے پاؤں تک ایمان
 میں ڈوبا ہوا ہے اور ایمان اس کے گوشت
 اور خون میں سرایت کئے ہوئے ہے یعنی
 ایمان اس کے قلب و جگر میں اس قدر
 سرایت کر گیا ہے کہ ممکن نہیں ہے کہ کس
 ناکس جاہل و احمق کے ہرکانے پر پھر جائے
 اسی اثنا میں عمار بھی روتے ہوئے آنحضرت
 کی خدمت میں حاضر ہوئے آنحضرت اپنے
 دست مبارک سے ان کے آنسو پونچھتے

وطعہ و مقیس و امثالہ بیان در عرض
سخط الہی باشد الا من اکذہ مکر
کسیکہ اکراہ کردہ شود و قلب او
مطمئن باشد بالا ایمان ارمیدہ باشد
با ایمان و عقیدہ او متغیر نہ گردد چون
عمار بن یاسر۔

(تفسیر حسین صفحہ ۲۷۸ مطبوعہ نو لکھنور)

تھے اور فرماتے تھے کہ کیا ہوا اگر کفار کفر کی باتیں تم سے کہیں
تو تم زبان سے کہہ دو اس پر خدا نے پاک نے یہ آیت
نازل فرمائی من کفر الخ یعنی جو کوئی ایمان لائیکے بعد
پھر جی سے کفر اختیار کرے جیسا کہ ابن خنظل اور طعہ و مقیس
وغیرہ نے کفر اختیار کیا تو وہ مستوجب غضب الہی ہوگا لیکن
جو کوئی کفر اختیار کرنے پر مجبور کیا جائے اور دل سے اپنے ایمان
پر ثابت قدم ہو مثل عمار یا سر کے تو وہ قابل مواخذہ نہیں ہے

پس مومنین کے ایمان لانے کا قوی سبب تو نجات آخرت تھا۔ ہاں جو لوگ منافق
تھے وہ اسلام لانے کے بعد زبان سے تو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتے تھے
لیکن دل میں امنت بالجہت و الطاغوت کے قائل تھے جس پر آیہ کریمہ من کفر باللہ
شاید ہے اور اصحاب ممدوحین اہل سنت کے ایمان لانے کا قوی سبب محض طلب دنیا
تھی۔ چنانچہ اس نازک زمانہ جاہلیت میں لوگ گناہوں اور بوجہوں کے بہت معتقد تھے
اور ان کی بات پر فوراً یقین لے آتے تھے انھوں نے حکم لگایا تھا کہ عنقریب ایک پیغمبر
مبعوث ہوں گے جن کو بہت قوت اور غلبہ حاصل ہوگا اور تمام ملک ان کے تسلط میں
آئے گا۔ اس نبی کے اصحاب حکومت اور سلطنت سے بہت متمتع ہوں گے۔ چنانچہ
علماء اکابر اہل سنت کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر کو کاہن اور بوجہوں
نے خبر دی تھی کہ ایک پیغمبر عرب میں مبعوث ہوں گے ان کی حیات میں تم ان کے مصائب
ہو گے اور بعد وفات ان سے خلیفہ بن بیٹھو گے۔ چنانچہ ان کی پیش گوئی راست آئی۔
کہ حضرت ابوبکر کو وزارت بھی ملی اور خلافت بھی۔

اور حضرت عمر کے اسلام لانے کا قوی سبب خود آپ ہی کی تحریر سے معلوم ہوتا
ہے کہ وہ حضرت ہزار شتر سرخ بال والے اور بہت سے درہم و دینار کی طبع پر جناب
رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے تلوار لگے میں حائل کر کے چلے تھے۔
مگر جب امیر حمزہؓ کا یہ کلام سنا۔ اگر نیک ارادہ سے آ رہا ہے تو خیر ورنہ اسی کی تلوار
ہے اور اس کا سر نیز حضرت امیر حمزہؓ کو تیغ بکٹ اپنے سر پہ دیکھا اور ادھر آنحضرت
صلعم کو نہایت غیظ و جلال میں پایا تو خوف زدہ ہو کر مجبوری کلمہ شہادت پڑھا۔

اصحاب ثلاثہ
ایمان لائے اسباب

اور حضرت عثمان کے اسلام لانے کا سبب علامہ سید علی خصالہ اُبکری کے صفحہ ۱۳۱ جلد اول میں خود حضرت عثمان کی زبانی جو تحریر فرماتے ہیں اس کا خلاصہ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

اخرج ابن عساکر عن عثمان بن عفان قال كنت راجلا مستمرا بالنساء فاني ذات ليلة يفداء الكعبة قاعد في راس طم قرش اذا اتينا احد فقيل لنا ان محمدا قد اتيه بن ابي لهب من راقية ابنته وراقية ذات جمال رابع قد خلعتي الحسرة لما لا اكون سبيقت الى ذلك فلم البث الى ان انصرفت الى منزلي فاصبت خالتي قاعدة وكانت قد تكلمت عند قومها فلما رايتي قالت البشر دحيث ثلاثا ثلثا ثلثا ثلثا وثلثا اخرى ثم باخرى كى تم عشر اثار خيرو وقيت شرا النكت والله حصان نازها وانت بكر لقيت بكر ادا فيتها بنت عظيم قد راها قال عثمان فوجدت من قولها وقلت يا خالتي ما تقولي فقالت عثمان لك الجبال ولك اللسان وهذا النسيبي معه البرهان وارسله بمحمد الديان وجاءه التنزيل والفرقان فاتبعه لا

حضرت عثمان کہتے ہیں کہ ہم نسوان کو محبوب کہتے تھے ایک دوزیم خانہ کعبہ کے پاس بیٹھے تھے کہ کسی نے کہا محمد نے اپنی بیٹی راقیہ کا عقد عتبہ بن ابولہب سے کر دیا یہ سن کر ہمارے دل میں حسرت پڑی کہ کیوں ہم نے سبقت نہ کی تاکہ یہ ہم کو مل جاتی جب ہم وہاں سے گھر آئے تو خالہ کو موجود پایا جو گناہی اس نے کہا کہ بشارت ہوا اور مبارک ہو تین مسلسل پھر تین اور پھر ایک تاکہ دین ٹوڑی کرے قسم خدا کی تو نے نکاح کیا حصان درخشاں سے تو بھی بکھر ہے اور ملاقات کی بکر سے تو اس کو ایک عظیم القدر بیٹی پاگاہ۔۔۔۔۔ عثمان کہتے ہیں کہ ہم کو اس قول سے تعجب ہوا۔ میں نے کہا اے خالہ کیا کہتی ہو تو جواب دیا کہ اے عثمان! یہ نبی ہیں جن کے ساتھ برہان ہے جس کو خدا نے حق کے ساتھ بھیجا ہے اور اس کے پاس تنزیل فرقان آیا ہے تو اس کی پیروی کر ایسا نہ ہو کہ بہت تجھے دھوکا دیں۔ عثمان نے کہا اے خالہ تم وہ بات کہتی ہو جس کا ذکر ہمارے شہر میں نہیں ہے۔ صاف بیان کرو تو کہا کہ

تَعْنَاكَ الْاَدْنَانِ قُلْتَ يَا خَالَةَ اَنْتِ لَتَذْكُرِي
شَيْئًا مَا وَقَعَ ذَكَرَهُ بِيْلَا دَنَا فَاَيْبِنِي
فَقَالَتْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ رَسُولُ اللَّهِ
عِنْدَ اللَّهِ جَاءَ بِتَنْزِيلِ اللَّهِ يَدِ عَوَايِدِ إِلَى اللَّهِ
ثُمَّ قَالَتْ مُصْبَاخُ مُصْبَاخٍ وَدِينُهُ فَلَاحُ
وَاصْرُهُ نَجَاحٌ وَفَرْنُهُ نِكَاحٌ ذَلَّتْ لَهُ الْبَطَاحُ
مَا يَنْفَعُ الصَّبِيحَ وَلَوْ وَقَعَ الذِّبَاحُ وَوَسَلَتْ
الْصَفَاحُ وَمَدَّتْ الذِّمَاحُ قَالَ ثُمَّ انْصَرَفْتُ
وَقَعَ كَلَامُهُ فِي قَلْبِي وَجَعَلْتُ اَنْفَكُ فِيهِ وَكَانَ
لِي مَجْلِسٌ عِنْدَ ابْنِ بَكْرٍ فَاتَيْتُهُ فَاخْبَرْتُهُ بِهَا
سَمِعْتُ مِنْ خَالَتِي فَقَالَ وَيْحَكَ يَا عَثْمَانُ اَنْتِ
رَجُلٌ حَازِمٌ مَا يَخْفَى عَلَيْكَ الْحَقُّ مِنَ الْبَاطِلِ
مَا هَذِهِ الْاَدْنَانِ لَعِيدٌ كَمَا قَوْمُنَا الْيَسْتِ
مِنْ حِمَارَةٍ صَدْرًا تَسْمَعُ وَلَا تَنْصُرُ وَلَا تَقْنِي
وَلَا تَنْفَعُ قُلْتَ بَلَى وَاللَّهِ اِنْهَا كَذَلِكَ فَقَالَ فَقَدْ
وَالَّهِ صَدَقْتَ خَالَتُكَ هَذَا رَسُولُ اللَّهِ مُحَمَّدُ
بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَدْ لَبِثَ اللَّهُ تَعَالَى بِرِسَالَتِهِ اِلَى
خَلْقِهِ فَهَلْ لَكَ اِنْ تَاْتِيَتْ فَتَسْمَعُ مِنْهُ فَقُلْتَ بَلَى
فَاْتَيْتُهُ فَقَالَ يَا عَثْمَانُ اَجِبْنِي اِلَى جَنَّتِهِ
فَاَنَّى رَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ اِيَّاكَ وَالِي خَلْقِهِ قَالَ فَوَاللَّهِ

مَا تَمَّا لَكَتِ يَنْ سَمِعْتُ قَوْلَهُ اِنْ اَسْلَمْتُ
ثُمَّ لَمْ يَلِثْ اِنْ تَزَوَّجْتَ رَقِيَّةَ فَكَانَ
يَقَالُ اَحْسَنُ زَوْجٍ رَقِيَّةَ وَعَثْمَانَ

(محمد بن عبد اللہ) خدا کے رسول ہیں جن کے
پاس تنزیل خدا آیا ہے اور خدا کی طرف دعوت
کرتے ہیں۔ ان کا مصباح مصباح ہے اور ان
کا دین فلاح ان کا امر دستگاری اور شاخ ان
کی نکاح ہے تمام بطحا ان کا تابع ہو گا جب ذبح
شروع ہو گا اور تلوار کھینچ جائے گی۔ اور نیزے
دراز کئے جائیں گے تو چھیننا اور چلانا کوئی فائدہ
نہ دے گا۔ خالہ تو چلی گئیں مگر ان کا کلام دل
سے گھر کر گیا چونکہ ابو بکر کے پاس ہم آیا جا یا کرتے
تھے اس لئے ہم نے اس قصہ کو ان سے بیان
کیا۔ ابو بکر نے کہا تو مرد عاقل ہے حق و باطل کچھ
پر مخفی نہیں ہے یہ بت کیا چیز ہے جن کو ہماری
قوم پر جہتی ہے کیا یہ پھر نہیں ہیں جو نہ کچھ فائدہ
پہنچا سکتے ہیں نہ ضرر، تو جا کر حضرت سے
باتیں سن۔ عثمان حضرت کی خدمت میں آئے۔
تو آپ نے فرمایا اے عثمان خدا کی اجابت کر اس
کی جنت کی طرف آ۔ کہ ہم تیری طرف اور تمام خلق
کی طرف رسول ہو کر آئے ہیں۔ عثمان کہتے ہیں
کہ اس وقت ہم کو اپنے دل پر قابو نہ رہا اور فوراً
اسلام لائے جس کے چند روز بعد رقیہ کا
ہم سے نکاح ہوا جس پر لوگ کہتے تھے کہ عثمان
اور رقیہ کا اچھا جوڑ ہے۔

(منقول تنقید البخاری حصہ سوم صفحہ ۱۱۶ و ۱۱۷)

ہم اس مقام پر اس امر کا اظہار کر دینا ضروری و لازمی سمجھتے ہیں کہ حضرت رقیہ

ام کلثوم اور زینبؓ دو خیران آنحضرت ﷺ سے نہ تھیں بلکہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے شوہر
 اول سے یا ان کی ہمیشہ کی بیٹیاں تھیں آنحضرت ﷺ نے حضرت رقیہ کا عقد عتبه سے اور
 حضرت ام کلثوم کا عتبه قرظہ بن ابولہب سے کر دیا تھا ان دونوں کو ان کے شوہروں
 نے بکرم ابولہب طلاق دیدی تھی پھر دونوں یکے بعد دیگرے زوجیت عثمان میں
 آئیں۔ یہ وجہ تسمیہ آپ کے ذوالنورین ہونے کی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ہر عمل
 کا نتیجہ نیت کے موافق ہوتا ہے چنانچہ صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے۔

انما الاعمال بالنیات وانما
 لكل امرئ ما نوى فمن انت
 هجر تداءى الدنيا لصببها وا
 امرأة ينكحها فحجراته الى ما هاجر
 اليه (بخاری جلد اول صفحہ ۲)

پس یہ اسباب قوی ان حضرات کے اسلام لانے کے ہیں آخر جس نیت سے
 اسلام لائے تھے اس میں کامیاب ہوئے۔ غرض جب خاص خلفاء ثلاثہ کے
 اسلام لانے کے یہ قوی اسباب تھے تو ان کے ہوا خواہوں کے اسلام لانے کے وجوہ
 کس شمار و قطار میں ہیں۔



قال

اگر ہم اس بات کو سوچیں جن سے اوّل اوّل صحابہ نے ایمان قبول کیا تھا تو ہم کو اُس کے صرف دو سبب معلوم ہوتے ہیں۔ یا دین کی خواہش اور نجات کی امید یا دنیا کی طمع اور مال و دولت کا لالچ۔ اگر پہلے سبب کو ہم تسلیم کریں اور اس امر کو مانیں کہ صحابہ نے اپنی نجات کی امید پر دین اسلام قبول کیا تھا اور صرف خدا کی رضا مندی کے لئے اپنے گھر بار کو چھوڑا تھا تو ہمارے دہم میں بھی یہ بات نہیں آتی کہ پھر ایسے لوگ کسی وقت میں اس دین سے پھر گئے ہوں اور کبھی انھوں نے اس محبت کو جو ان کو ایمان و اسلام کے ساتھ تھی نکال دیا ہو بلکہ ہم یقین کر سکتے ہیں کہ جن لوگوں نے صرف خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے اسلام کو مصیبت اور تکلیف کے وقت میں گوارا کیا ہو گا اور برسوں اُس کے پیچھے رنج اور دکھ اٹھائے ہوں گے وہ کبھی اُس دین سے نہ پھرے ہوں گے بلکہ مرتے دم تک اس پر دل سے ہی ثابت قدم رہے ہوں گے۔ اور اگر ہم دوسرے سبب پر نظر کریں کہ وہ لوگ دنیا کی طمع اور مال و دولت کے لالچ سے مسلمان ہوئے ہوں تو یہ ایسی بات ہے کہ جس کی نسبت ہم فرضی خیال بھی نہیں کر سکتے اور نہ کوئی شخص جس کو ذرا بھی ایمان اور عقل اور شرم کا پاس ہو گا وہ اس امر کو خیال کر سکتا ہے اس لئے کہ ابتدائے اسلام میں جو کچھ دنیا کی طمع تھی وہ ظاہر۔ جو کچھ مال و دولت کی غرض تھی وہ معلوم۔ پس ثابت ہو کہ صحابہ کا ایمان لانا اور مسلمان ہونا صرف نجات آخرت کی امید پر تھا اور جب اس امید پر ایمان لانا ان کا ثابت ہوا تو پھر اس سے ان کا پھرنا غیر ممکن تھا۔

(آیات بینات صفحہ پنجم)

فرد
اصحاب نجات
آخرت کا عوض
ع اسلام لائے
اور اسی سے پھرنا

اقول

بجائے ذکر و دعا
بجائے ذکر و دعا

اصحاب کے اسلام لانے کے وجہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں مگر اس سے یہ
م نہیں آتا کہ اسلام لانے کے بعد پھر اس سے نہ پھرے اس لئے کہ ایمان
ت ہی تازہ ک امر ہے جب تک کہ خاتمہ بخیر نہ ہو اس پر فخر و ناز کرنا بیجا ہے۔ انسان
کیا ذکر ہے ابلیس جو معلم الملکوت تھا گمراہ ہو گیا جس نے ہزار ہا سال عبادت الہی
کی اور اسی طاعت و عبادت کی وجہ سے معلم الملکوت ہوا تھا۔ چنانچہ اس کی
دست کا یہ حال تھا کہ تفسیر قمی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول
کہ ہے۔

مذہ اُس نے دو رکعت نماز اس قدر طویل دے کر پڑھی کہ چار ہزار برس کی مدت
اس میں صرف ہو گئی۔ لیکن جب خدائے پاک نے تمام ملائکہ کو حضرت آدم علیہ السلام
کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو سب نے فوراً فرمان الہی کی تعمیل کی مگر اس نے براہ
تکبر و غرور سجدہ کرنے سے یہ کہہ کر انکار کیا کہ میں کیوں کر اس کو سجدہ کروں جس کو
تو نے مٹی سے بنایا ہے حالانکہ میری خلقت آگ سے ہے آخر کار اس نافرمانی
پر صد ہا سال کی عبادت خاک میں مل گئی اور مقبول بارگاہ الہی ہو کر مردود ہو گیا۔
کیا شیطان بارہا ایک سجدے کے نہ کر نہیں اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

اب فرمائیے کہ جس نے محض خوشنودی و رضائے عبود کے لئے سا لہا سال اس
عبادت کی ہو کہ کوئی جگہ سجدہ کرنے سے نہ بچی ہو جس نے دو رکعت نماز چار ہزار برس
دا کی ہو جس نے درگاہ باری تعالیٰ (نبی اکرم) معلم الملکوت کا خطاب پایا ہو، وہی ایک
نا فرمانی کر کے کیوں مردود ہو گیا۔ اسی طرح بڑے بڑے طماع و حریف جو بد توں گمراہ
ایک بیک سو من صادق بن گئے مثلاً حضرت حسرت بن رباحی کے حال پر نظر ڈالئے
بہ اہل کوفہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو باظہار ضرورت بیعت کے

لئے دعوت دی اور آپ ان کے اصرار پر مکہ معظمہ سے جانب کوفہ روانہ ہوئے تو حضرت
ابن ریاحی جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے بعض بطع متعصب و جاگیر ایک ہزار سوار کے سپہ سالار
بن کر اس کام پر مامور ہوئے تھے کہ جناب سید الشہداء علیہ السلام کو کسی اور طرف
جانے نہ دیں۔ چنانچہ جب وہ راہ میں سلطان کربلا سے مشرف ہوئے تو حضرت نے
استفسار فرمایا کہ تم ہماری مدد کے واسطے آئے ہو یا ہم سے جنگ کرنے کو، حرم نے کہا
کہ میں حاکم کوفہ عبید اللہ بن زیاد کی طرف سے اس امر پر مامور ہوا ہوں کہ آپ کو
ابن زیاد کے پاس لے جاؤں اور کسی دوسری جانب جانے نہ دوں حضرت نے فرمایا کہ
اس طرح سے میں ہرگز نہ جاؤں گا۔ حرم نے کہا کہ کچھ بھی ہو میں تو آپ کو ضرور لے جاؤں گا
چنانچہ جب آپ کوفہ کی راہ چھوڑ کر دوسری سمت روانہ ہوئے تو حرم بھی اپنے لشکر کو لے کر
آپ کے لشکر کے پیچھے پیچھے چلے آئے جب حضرت حکم قضا و قدر داخل ارض کر بلا ہوئے
اور بروز عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام مع اپنے عزیز و انصار کے میدان کارزار
میں رونق افروز ہوئے اور عمر سعد آپ کے سامنے آ کر کھڑا ہوا اور آپ نے ایک فصیح و
بلیغ خطبہ پڑھا تو حضرت حرم خوف خدا سے لرزنے لگے اور فوراً لشکر عمر سعد سے نکل کر
اپنے بھائی اور فرزند و غلام کے سبط رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر
عرض کرنے لگے یا بن رسول اللہ میں نے بڑی خطا کی کہ راہ میں حضرت کا حائل ہوا۔
میر میری تقصیر عفو فرمائے اور قدم مہمنت لزوم پر نثار ہونے کی مجھے اجازت دیجئے تاکہ
سب سے پہلے میں ہی درجہ شہادت سے شرف حاصل کروں حضرت نے اُن کو اپنے
سینے سے لگایا اور روضہ رضواں کی بشارت دی اب حرم فوج خدا کی طرف سے میدان
جنگ میں آئے اور لشکر شام سے خوب لڑے آخر کار امام پر نثار ہوئے جن کی
دفاقت میں یہ درجہ پایا کہ جب زخمی ہو کر زمین پر گرے تو خود سبط رسول اللہ
لشکر میں جا کر اُن کو خیمہ گاہ میں اٹھالائے اور نقش کوٹا کر زانو سے مبارک پر اُن
کا سر رکھا سنو ز جان باقی کھلی کہ حرم نے آنکھیں کھول کر ثواب نہ بارت حاصل
کیا اور سبط رسول اللہ کے قدم پر اپنی جان نثار کی ہے

بچہ ناز رفتہ باشد جہاں نیاز مندے کہ بوقت جاں سپردن لبش رسدہ باشی
یہاں بھی حضرت عمر اور حضرت حرم کے مال کار پر غور فرمائیں کہ حضرت حرم کو تو وقت

آخر یہ مرتبہ اور درجہ ملا اور جناب عمر کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقت رحلت ناراض ہو کر اپنے پاس سے ہٹا دیا تھا۔ دیکھو بخاری شریف میں تو سیدنا اب آپ حضرت حمزہ کے آغاز اور انجام پر غور فرمائیں کہ جو شخص صرف مال و دولت کے لالچ سے تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن بن کر چلے وہی اسی دولت و اموال سے اور اہل و عیال سے متنفر ہو کر دفعۃً محض بھات آخرت کی غرض سے سب کے اول راہ خدا میں اپنی جان فدا کرے۔

کبھی اس حسن سے بنتا نہیں بگڑا ہوا کام صبح دوزخ میں ہوئی گلشن فرسوس شام اگر ہم آپ کی خاطر سے مان بھی لیں کہ صحابہ نے صرف اپنی بھات آخرت ہی کی امید پر دین اسلام قبول کیا تھا تب بھی کچھ فائدہ حاصل نہیں ہو تا کیونکہ جن اصحاب کا آپ محض بھات آخرت کی وجہ سے ایمان لانا بیان فرما رہے ہیں انہیں سچے اسلام اور سچے ایمان والوں میں سے اکثر اصحاب اسی نازک وقت میں اسلام و ایمان سے پھر گئے اور مرتد ہو گئے تھے جیسا کہ تحقیقین اور مورخین اہل سنت کا بیان ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے مشرف ہو کر واپس آئے اور معراج کا ذکر اصحاب سے فرمایا تو اس کو سن کر اکثر اصحاب نے معراج کی تکذیب کی اور اسی وقت ایمان اور اسلام سے پھر گئے۔ دیکھو عروج الاسلام، جلد ششم صفحہ ۵۳ جو علامہ ابن اثیر جندی کے بیان کا ترجمہ ہے اس کی نقل یہ ہے۔

”جب حضرت مکہ کو لوٹ آئے تو آپ نے خیال کیا کہ اگر میں اس بات کو لوگوں سے کہوں گا تو وہ اسے سچ نہیں مانیں گے اس لئے آپ مسجد میں منہم بیٹھ گئے اتفاقاً ابو جہل اور اس سے گذرا اس نے پوچھا کہ کیا آج رات میں کوئی نئی بات حاصل ہوئی ہے فرمایا ہاں آج رات کو مجھے خدائے تعالیٰ بیت المقدس لے گیا تھا۔ ابو جہل نے کہا تو پھر آج ہی صبح کو ہمارے پاس آگئے کہا ہاں آج ابو جہل نے دل میں یہ بات کہی کہ اگر میں لوگوں سے جا کر کہوں کہ محمد ایسا کہہ رہے ہیں اور جب لوگ ان سے پوچھیں تو کہیں یہ نہ کہہ دیں کہ میں نے تو ایسا نہیں کہا ہے اس واسطے اس نے حضرت سے پوچھا کیا تم اپنے لوگوں سے بیان کر دے گے حضرت نے فرمایا ہاں ابو جہل نے کہا یا معشر بنی کعب بن لوی! ادھر آؤ۔ وہ سب آئے اور بنی صلیح نے ان لوگوں

سے اپنی معراج کا حال بیان کیا ان میں سے کچھ لوگوں نے تو سن کر اُسے سچ جانا اور کچھ لوگوں نے اسے جھوٹ بتایا اور کتنے لوگ جو ایمان لائے تھے اور آپ کی نبوت کی تصدیق کر چکے تھے حضرت سے پھر گئے۔

(عروج الاسلام جلد ششم صفحہ ۵۳)

صحابہ کے ارتداد کو شیخ عبدالحق دہلوی نے بھی لکھا ہے۔

چوں باز آئے اے حضرت از اسرا
صبح کرد و حدیث کرد مردم را بدایا مرتدا
جب آنحضرت معراج سے واپس ہوئے
اور صبح ہوئی تو آنحضرت نے لوگوں سے
اس واقعہ کو بیان فرمایا۔ اس کو سن کر
شدند جماعت از ضعیف الایمان

(مدارج النبوة)

(جلداول صفحہ ۱۶۵)

پھر گمراہ اور مرتد ہو گئے۔

اب آپ ملاحظہ فرمائیے کہ یہ وہی اصحاب تھے جو بقول آپ کے اس نازک وقت میں محض نجات آخرت کی امید پر ایمان لائے تھے اور خدا کی رضا مندی کے لئے اپنا گھر بار چھوڑ چکے تھے لیکن پھر اس دین سے پھر گئے اور ایمان و اسلام کی محبت کو دفعۃً دل سے نکال دیا۔ ہر چند کہ اس نازک وقت میں مال و دولت نہ تھا مگر کامیابیوں کے بیانات سے آئندہ اس کے حاصل ہونے پر یقین تو تھا جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وعدہ ہی پر تلوار لگے میں حائل کر کے آنحضرت صلعم کا فرق مبارک لانے کو چل دے تھے اور حضرت ابو بکر کا ہن سے سن کر بامید خلافت اسلام لے آئے تھے نہ تنہا عشق از دیدار خیزد بسا کیں دولت از گفتار خیزد یہ حال تو اس نازک زمانے کے وقت کا تھا کہ صرف معراج کی تکذیب کر کے اس سے پھر گئے تھے اور جب دین اسلام کو قوت اور شوکت حاصل ہوئی اور جہاد میں غنیمت ملنے لگا تو اس وقت سچے اسلام اور یکے ایمان لانے والوں کے اسلام و ایمان کا یہ رنگ تھا کہ صبح ایمان لاتے تھے اور شام کو مرتد ہو جاتے تھے۔ سامنے آنحضرت کی نبوت و رسالت کی تصدیق کرتے تھے اور پیچھے تکذیب جس کا اہل سنت کسی طرح انکا ہی نہیں کر سکتے کیونکہ خود اللہ جل شانہ نے متعدد آیات میں اُن کے کفر و ارتداد کا اظہار فرمایا ہے اذا نجاہ بعض یہ ہیں نہ

قال

ووسری دلیل

جب کہ ہم خلفائے راشدین اور مہاجرین و انصار کے حالات پر نظر کرتے ہیں اور ان کے چال چلن پر خیال کرتے ہیں تو اس سے ہم کو یقین کامل ہوتا ہے کہ وہ قدم بقدم اپنے پیغمبر کے چلتے تھے اور حرص و ہوا کو کسی کام میں دخل نہ دیتے تھے اور شب و روز خدا اور اس کے رسول صلعم کی رضا کے طالب رہا کرتے تھے۔ ان کے دشمن بھی اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ انھوں نے حضرت کی رفاقت کا حق نہایت خوبی سے ادا کیا اور اپنی جانوں اور مالوں کو نہایت خوشی سے حضرت پر نثار کیا۔ کون سی مصیبت رہ گئی جو کفار نے ان کو نہیں دی اور کون سی تکلیف باقی رہ گئی جو مشرکین نے ان کو نہیں پہنچائی جب کفار نے پیغمبر خدا کو ستانا اور ایذا دینا شروع کیا اس وقت اصحاب نبی نے کیسی حمایت اور رفاقت کی اور دعوت اسلام میں کیسی سعی بلیغ فرمائی۔ جب عرب عامۃ اور قریش خاصۃ حضرت صلعم کی ایذا دہی پر مستعد ہوئے اس وقت

خلفاء راشدین مہاجرین و انصار کا قدم بقدم اپنے پیغمبر کی رضا کے طالب رہے اور اس سے انکار نہیں کر سکتے۔

”یاراں دی خود را سپردے ساختہ از مشرب عشق چہ باد ہا کہ نخوردند و چہ مستی ہا کہ نہ کشیدند و چہ غما کہ نہ چشیدند“

پس اگر خدا اور اس کے رسول کی محبت ان لوگوں کو نہ لگتی تو کیوں جانوں اور مالوں کو تلف کرتے تھے اور کیوں سختیاں اور مصیبتیں اپنے اوپر اٹھاتے تھے۔ سوچنا کہ مہاجرین کو کس کے عشق نے گھروں سے نکالا اور انصار کو کس کی محبت نے دیوانہ کر دیا۔

رنگیں کہ کرد و پنجر مرثکا نم این چنین
لعل و گہر کہ ریخت بدامانم این چنین

اقول

بائیں بڑھ بڑھ کے نہ کیجئے ہمیں معلوم ہے ہم پتہ کی جو کہیں گے تو خجالت ہوگی

اصحاب کے کسی کام میں حرص و ہوا کو دخل نہ دینے اور جان و مال نثار کرنے کی بابت یہ فرمایا ہے کاش بھجوائے آئیہ کرمیہ۔

فانوا برہانکم ان کتتم
صادقین

اگر تم اپنے قول میں سچے ہو تو کوئی دلیل پیش کی ہوتی۔

اس کا کچھ ثبوت بھی دیا ہوتا۔ یہ تو آپ نے صرف ہمارے سنی بھائیوں کے عقائد مار کیا ہے۔ چنانچہ آپ تو اس شد و مد سے اصحاب کو جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلنے والے اور حرص و ہوا سے پاک بتاتے ہیں۔ مگر خدا اور ان کی شہادتوں اور کتب صحاح و حدیث و اخبار اہل سنت کے دیکھنے سے منکشف ہوتا ہے وہ قدم قدم پر اپنے پیغمبر کی مخالفت ہی کیا کرتے تھے اور ہر ایک کام میں حرص و ہوا دخل دیا کرتے تھے جیسا کہ کتب صحاح کی اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارہا خود اصحاب سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ وقت میرے بعد ابواب دنیا تم پر مفتوح ہوں گے تو تم حرص و ہوا میں پھنس جاؤ حدیث یہ ہے۔

عن ابی ہریرۃ عن النبی
قال انکم لتحرصون علی الامارۃ
وسیکون لندامتہ یوم القیامہ
(مشکوٰۃ لمصابیح کتاب الامارۃ جلد ۱۰ ص ۱۵)

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب سے فرمایا کہ تم لوگ امارت کی حرص کرو گے اور یہی امر بروز حشر تمہاری خجالت کا باعث ہوگا۔

یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث شریف ہے۔ اب آپت ملاحظہ فرمائیے جو خداوند متعالی ارشاد فرماتا ہے۔

فهل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا
قرب ہے کہ تم حاکم ہو جاؤ تو تم زمین میں فساد

فی الارض وتقطعوا امرحاکمکم اولئک الذین لعنہم اللہ فاصہم داعی

البصار کھسم (پ ۲۶- س محمد ۳۷)

آیت وحدیث شریف کے بعد اقوال محدثین ومفسرین پر نظر ڈالئے کہ وہ اصحاب کی حرص و ہوا کے متعلق کیا تحریر فرماتے ہیں۔ منجملہ ان کے امام فخرالدین رازی کا قول ملاحظہ ہو جو تفسیر کبیر پر یہ کریمہ لائق نفقت مافی الارض الخ کی یہ تفسیر کرتے ہیں کہ :-

”جب رسول اللہ نے وفات پائی اور ابواب دنیا اصحاب پر مفتوح ہوئے اور اُس کے

خواباں وجویان ہوئے تو پھر اپنی حالت سابقہ پر عود کر گئے۔“ جلد ۴ ص ۵۴۳

اس تفسیر کی پوری نقل پانچویں دلیل کے جواب میں ملاحظہ فرمائیے جو اسی جلد میں ہے اور جناب امام غزالی کا جو قول ہم مسئلہ فضیلت صحابہ نقل کر آئے ہیں اس پر غور فرمائیے جو صاف صاف فرماتے ہیں کہ :-

”حضرت عمر نے حضرت علیؓ کی خلافت کو رد فرمایا۔ لیکن بعد اس کے عہد

غدیرہ کو توڑ کر راہ مخالفت اختیار کی اور غایت ہوا پرستی اور نفسانیت سے

اپنی حالت قدیم پر عود کر گئے۔ اور رسول اللہ کے مخالف بن گئے جیسے کہ پہلے تھے

اور تمام باتوں کو پس پشت ڈال کر اپنا جو ہر ایمان نہایت ارزاں اور کم قیمت

شے پر بیچ ڈالا۔“ ص ۵۴۳

اور جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے اپنی رحلت کے وقت مسجد میں مہاجرین اور انصار کے سامنے ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا تھا جس میں منجملہ دیگر ہدایتوں اور نصیحتوں کے اصحاب سے خطاب کر کے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ میرے بعد تم لوگ دنیا کی حرص کرو گے اور آپس میں جدال و قتال کرو گے اس عبارت کی نقل یہ ہے :-

آنحضرت صلعم اس چنین وعظ و تذکرہ اسی طرح آنحضرت صلعم وعظ و نصیحت فرماتے رہے پھر اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے

پوری عبارت سرالعالمین کے حوالے کے ساتھ پہلے لکھی جا چکی ہے۔

من بر شما از شرک و لیکن می ترسم کہ از
دنیا رغبت بکنید و تقاضای کفینہ ہر یک
(مدارج النبوة صفحہ ۸۸۲ مطبع مظهر الحجاب)
تو مجھے اندیشہ نہیں ہے کہ تم لوگ شرک
کر دو گے مگر اس کا خوف ضرور ہے کہ دنیا
کی خواہش کر دو گے اور اس کے پیچھے آپس میں مرو گے۔

(جلد ۲ صفحہ ۵۵۰ سطر ۷)

آخر کار بموجب ارشاد منجر صادق صلعم اصحاب کی حرص و ہوا یہ رنگ لائی کہ جناب
سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ بند ہوتے ہی دنیا کی طرف ایسے جھک پڑے
کہ بقول مشہور

چوں صحابہ حُب دنیا داشتند مصطفیٰ را بے کفن بگذاشتند
اپنے پیغمبر کے دفن و کفن کا بھی انتظار نہ کیا۔ افسوس کہ ادمر تو آنحضرت صلعم کی تجہیز و
تکفین کی فکر ہوا ہی تھی۔ اور ادمر سقیفہ میں مابین ہاجرین و انصار خلافت کے
پیچھے

”ایں گریباں گرفت و آں دامن“

کی نوبت پہنچ گئی تھی۔ پس یہ حرص و ہوا ایسی ویسی نہیں ہے کہ کسی کے چھپا
چھپ سکے۔ چنانچہ خود ہوا خواہان صحابہ اپنے خلفاء کی حرص و ہوا پر طعنہ زن ہیں۔
جیسا کہ تاریخ اسلام کے صفحہ ۲۰۱ میں ہے۔

ایک مرتبہ کسی نے حضرت علیؑ سے کہا کہ جب بحث خلافت کی چھڑی
تو آپ موجود نہ تھے۔ اس کا جواب حضرت علیؑ نے کتنا معقول دیا جو دل پر اثر کئے
بغیر نہیں رہ سکتا۔ آپ نے فرمایا کیا تم مجھ سے یہ توقع رکھتے تھے کہ پیغمبر کا جنازہ
چھوڑ کر پھر سے خلیفہ بننے کو چلا آتا۔ کتنی پر تاثیر تقریر تھی۔

(تاریخ اسلام، احسان اللہ عباسی ص ۲۱۰ باب چہارم فصل اول)

ہم اصحاب کی حرص و ہوا کی تصویر انشاء اللہ ایک خاص جلد میں کھینچیں گے
جس کے ملاحظہ سے بخوبی ظاہر ہو گا کہ اُن کی حرص و ہوا نے تو دین خدا اور آل رسولؐ
کا خاتمہ ہی کر دیا تھا۔ اس جگہ ہم فقط کی رفاقت اور جان و مال تیار کرنے کا کچھ حال مجملہ
عرض کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

واضح ہو کہ اصحاب رسولؐ ”کلمہ اجمعین“ مومن نہ تھے۔ بلکہ ان میں بہت سے منافق

اصحابِ مومنین کا
اعلانِ کلمۃ التوحید
مذکور

تھے چنانچہ مومنین ہر لحظہ و ہر ساعت خدا اور اس کے رسولؐ کی رضا کے طالب رہے
ایمان اور اسلام کے پیچھے انھوں نے ہر طرح کی تکلیفیں جھیلیں جیسا کہ ہم پہلی دلیل
میں حضرت عمار اور ان کے والدین کا حال بیان کر آئے ہیں کہ باوجودیکہ کفار و مشرکین
ان کو اسلام لانے کی وجہ سے تمازت آفتاب میں پہاڑ کی چٹان پر لٹا کر ایذا میں
دیتے تھے مگر وہ عاشقانِ خدا و رسولؐ اپنے دین سے نہ پھرے، آخر کفار کی ایذا
سے جامِ شہادت پی کر داخلِ روضہ رضواں ہوئے اور اسلام میں سب سے
پہلے شہادت کی سند حاصل کی۔ اسی طرح دیگر مومنین بھی ہمیشہ خدا و رسولؐ کی رضا
کے طالب رہے اور جب جہاد کے لئے اُن کو دعوت دی گئی تو اس خوش خبری کو
سننے ہی سے

یوں جاتے تھے میدانِ شہادت میں وہ برابر جس طرح کے بچھڑی ہوئی بلبُل سوسے گلزار
خود روکتے تھے فرق پہ جب آتی تھی تلوار بارانِ کرم جانتے تھے تیروں کی بوجھ
برہنچی جو لگی نخیل شہادت میں کھل آیا
جان آگئی جس وقت پیامِ اجل آیا

یہی تو ہیں خدا کے خالص بندے جن کی صفت دشنا اور اپنی خوشنودی کا اظہار
خود خدائے پاک اس طرح فرماتا ہے:-

آیاتِ الہی
مومنین کی صفات
میں

لکن الرسول والذین امنوا
معہ جاہدون اباؤ الہم
وانفسہم واولئک لہم الخیرات
واولئک ہم المفلحون ط اعد
اللہ لہم جنت تجری من تحتہا
الانہار یخلدین فیہا ذلک
الفوز العظیم ہ

پ ۱۰ ص قوبہ

کا سیابی ہے۔

ع ۱۰

لیکن جو اصحاب کہ اتفاق کی صفت کے ساتھ متصف تھے وہ ہمیشہ جہاد سے جی چاہتے

آیاتِ اصحابِ منافقین
کی کیفیت

تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ اُن کی شان میں ارشاد فرماتا ہے

(۱) وَاِذَا انزَلْتَ سُوْرَةً اَنْ

اٰمَنُوا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوا مَعَ

رَسُوْلِهِ اَسْتَذِنَكَ اُولُو الطُّوْلِ

مَنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ

مَعَ الْقَعْدِيْنَ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنَ

مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِحَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ

فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝

پ ۱۰۔ س توبہ

ع ۱۱

(۲) يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

مَالَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمْ اَنْفِرُوْا

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَلَمْ

يَاۤ اَرْضُ ط اَرْضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ

الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝

تَنْفِرُوْا الْعِيْدُ بِكُمْ عِذَاۤ اِيَّا

وَلِيَسْتَبْدِلَ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا

تَضُرُّوْهُ شَيْئًا ۝ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

پ ۱۰۔ س توبہ ۶۴

اور جب کوئی سورۃ اس حکم کے ساتھ

نازل کی جاتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور

اس کے رسول کے ساتھ ہو کر جہاد کرو تو

ان میں سے جو صاحبانِ مقدرت ہیں وہ تم

سے اجازت مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو

چھوڑ دیجئے کہ ہم بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ

رہیں وہ اس پسداخی ہیں کہ غور توں سنا تھا کہ

اور ان کے دلوں پر چھاپہ لگا دیا ہے۔ پس وہ

وہ کچھ سمجھتے نہیں۔

اے ایمان لانے والو! تم کو کیا ہو گیا ہے کہ

جس وقت تم سے کہا جاتا ہے کہ راہِ خدا میں

جہاد کیلئے نکلو تو تم لدھڑ ہو کے زمین کی طرف

جھکے پڑتے ہو تم آخرت کے مقابلہ میں دنیا

کی زندگی کو پسند کرتے ہو تو (سمجھو) کہ دنیوی

زندگی کا ساز و سامان آخرت کے مقابلہ میں

بہت ہی حقور ہے اگر اب بھی تم نہ نکلو گے تو

خدا تم پر دردناک عذاب نازل فرمائے گا

(خدا) کچھ مجبور تو ہے نہیں خدا سے بدلے کسی

دوسری قوم کو لے آئیگا اور تم اس کا کچھ بھی بگا

نہیں سکتے اور خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

(۳) اِن مَنَافِقُوْنَ پَر یہاں تک عتاب فرمایا ہے کہ اپنے پیغمبر کو نماز جنازہ پڑھنے اور

ان کی قبر پر کھڑے ہونے سے بھی منع کیا ہے۔ وہ آیات پاک یہ ہیں :-

فَرِحَ الْمُحَلِفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ

خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْا

(جنگِ تبوک میں) رسولِ خدا کے پیچھے رہ جانے

والے اپنی جگہ بیٹھ رہنے اور (جہاد میں جانے)

خدا کے آپ نے
آنحضرت کو منافقین
سے جنازہ کی نماز پڑھنے
سے منع فرمایا۔

سے خوش ہوئے اور اپنے مال اور اپنی جانوں
سے خدا کی راہ میں جہاد کرنا ان کو مکہ وہ
معلوم ہوا اور کہنے لگے کہ اس گرمی میں گھر
سے نہ نکلو (اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ جہنم کی
آگ جس میں تم جلو گے اس سے کہیں زیادہ
گرم ہے اگر وہ کچھ سمجھیں جو کچھ وہ کیا کرتے
تھے اس کے بدلے انہیں چاہئے کہ وہ
کم نہیں اور بہت روئیں تو (اے رسولؐ)
اگر خدا تم کو ان منافقین کے کسی گروہ کی طرف
جہاد سے صحیح اور سالم واپس لائے اور پھر تم سے
جہاد کے واسطے نکلنے کی اجازت مانگیں تو تم
صاف کہہ دو کہ تم ساتھ لڑنے نہ پاؤ گے تم نے
پہلی مرتبہ گھر میں بیٹھ رہنا پسند کیا تو اب بھی پیچھے
رہ جانے والوں کے ساتھ گھر میں بیٹھے رہو اور
(اے رسولؐ) ان منافقین سے جو مرجائے تو نہ
کسی پر نماز جنازہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر خاک
کھڑے ہونا ان لوگوں نے یقیناً خدا اور اس کے
رسولؐ کے ساتھ کفر کیا اور بدکرداری ہی کی حالت
میں مر گئے۔

ان يجاهدوا باموالهم
وانفسهم في سبيل الله و
قالوا لا تنفروا في الحار
قل نار جهنم اشد حرا
لو كانت يفتهمون فليضحوا
قليلاً و ليس بكم الا شيراء
جزاء بما كانت يفسدون فان
رجعت الله الى طائفة منهم
فاستاذنوا للخرج فقل
لن يخرجوا معي ابدان لن
تقاتلوا معي عدوا انكم
رضيتكم بالقعود اول مرة
فاقعدوا مع الخالقين ولا
تصل على احد منهم مات
ابدا ولا تقسم على قبرة
انهم كفروا بالله وراسوله
وما لي اؤمهم فاسقون ه
پ ۱۰ س توبہ ع ۱۱

اس قسم کی متعدد آیتیں ہیں جن سے اصحاب منافقین کا احکام خدا و رسولؐ سے ثابت ہے۔ چنانچہ آیہ دوم مندرجہ بالا کا اطلاق تو خود آپ نے صحابہ اور ہاجرین و انصار پر کیا ہے اس کی نقل یہ ہے۔

”جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف اور حنین سے مراجعت فرمائی اور تھوڑے دن مدینہ میں قیام فرما کر قصد جہاد دوم کا کیا تو بعض لوگوں پر نہایت گہرا گزرا اس لئے کہ گرمی کے دن تھے سفر دور و دراز تھا خرمیوں کے پکنے کی فصل تھی اور دوم

کا خوف بھی غالب تھا۔ تب اللہ جل شانہ نے واسطے ترغیب جہاد کے ان آیتوں کو نازل فرمایا۔ اور ارشاد کیا کہ تم جہاد پر مستعد نہ ہو گے تو خدا تم کو دنیا و آخرت میں عذاب دے گا۔ اور تمہارے بدلے غیر قوم کو پیدا کر دے گا۔

صحابہ کرام وقت جان
نہاری اپنی جان
بیچنا

الغرض اصحاب کے جو صفات آپ نے تحریر فرمائے ان سے متصف نہ ہی اصحاب ہو سکتے ہیں کہ جو صدق دل سے ایمان لائے تھے اور خاتمہ ان کا ایمان پر ہوا تھا۔ اگر ان صفات کو آپ اصحاب ثلاثہ سے منسوب کرنا چاہتے ہیں تو پہلے ان کا ایمان تو ثابت کیجئے جس سے علماء امامیہ کو انکار ہے جیسا کہ جناب غفران مآب فرماتے ہیں۔
”اول ایمان اصحاب ثلاثہ باثبات باید رسانید بعد ازین باین ترتیم باید سرانید زیرا کہ دلتی کہ مسلک امامیہ درین باب آنست کہ اصحاب ثلاثہ اذ امر اول اذ ایمان بہرہ نداشتند“

یوں تو ہمارے سنی بھائی یہی خوش اعتقادی سے جو چاہیں فرمائیں۔ لیکن اگر ان کے حالات کو منصفانہ نظر سے ملاحظہ فرمائیں تو وہ بھی اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ انھوں نے نہ تو حضرت کی رفاقت کا حق ادا کیا اور نہ اپنی جانوں اور مالوں کو آنحضرت پر نثار کیا۔ جیسا کہ پہلی دلیل کے جواب میں ہم اس کا اظہار کر آئے ہیں کہ جب کفار و مشرکین کی سختی اور ایذا دہی حد سے بڑھ گئی تو حضرت ابو طالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شوب ابو طالب میں لے آئے جہاں آپ تین سال تک محصور رہے اور عزیزوں کے سوا ان رفقا میں سے کسی نے بھی اس نازک وقت میں آپ کی رفاقت نہیں کی بلکہ کفار و مشرکین سے مل جل کر امن و امان میں رہے۔ وہاں پیغمبر خدا پر تو فاقے پر فاقے گزرتے تھے۔ اور یہاں یہ رفقا اپنی قوم کے ساتھ عیش و آرام میں تھے ان کی رفاقت کی یہ کیفیت تو اس نازک وقت میں تھی اور جب آنحضرت صلح جہاد پر مامور ہوئے تو اس وقت بھی ان جان نثاروں نے نہ تو اپنی جانیں اپنے پیغمبر پر نثار کیں اور نہ وقت جان نثاری اعانت و حمایت آپ کی یاری و مددگاری کی ہاں تعلیٰاں بہت کچھ کیا کرتے تھے اور وقت جان نثاری صاف جی چراتے تھے۔ چنانچہ ان پکے مخلصوں کی وفاداری اور ان سچے جان نثاروں کی جان نثاری ایک غزوہ احد ہی میں ملاحظہ فرمائی جائے کہ جب مشرکین و کفار جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ آور ہوئے اور حضرت مجروح ہو گئے تو یہ سب سچے جان نثاران

وفا شعار اپنے محبوب کو دشمنوں کی تلواروں کے سایہ میں تنہا چھوڑ کر ہوا ہو گئے۔
 دگر کس نہ بد زان و لہیراں بجا رسول خدا ماند و شیر خدا
 نہ کس از ہما جہ نہ انصار ماند علی ماند یا تیغ خو بخوار ماند
 چہ بکر و چہ عمرو و چہ زید و ولید شدند آن زماں از نظر تا پدید
 یکے زد بسدھن و دگر زد بطول نہ بیم از خدا و نہ خوف از رسول
 اس کلام کی تائید میں مدارج النبوة ملاحظہ فرمائیے کہ جناب شیخ عبدالحق
 محدث دہلوی نے ان جاں نثاروں اور وفاداروں کے فرار کو کفر سے تعبیر کیا
 ہے اس کی نقل یہ ہے۔

چون مسلمانان رو بہ ہزیمت آوردند در سوختن
 را تنہا گذاشتند حضرت صلعم در غضب آمد و عرق
 از پیشانی ہمایونش متقا و گشت و شمال
 مروارید از جبین فیض شمش فرو دیدند
 حالت نظر کرد علی ابن ابی طالب را دید کہ
 در پہلوے دے استادہ است فرمود
 اے علی چوں ست کہ تو بابرادران خود
 ملحق نہ گشتی علی گفت اے اکفہ بعد
 الایمان ان لی بک اسوۃ ایا کافر
 شیم بعد از ایمان بدستی کہ مرا بتو اقتدا
 است یعنی مرا بتو کار راست بایاران و
 برادران کہ در پے غنیمت رفتند و ہزیمت
 نمودند چہ کار دارم۔
 جب مسلمان آنحضرت کو تنہا چھوڑ کر
 بھاگ گئے تو اس وقت آنحضرت اس
 قدر خستہ و کمر ہائے کہ پسینہ پیشانی اقدس
 سے مثل موتیوں کے ٹپکنے لگا اس حالت
 میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ علی ابن ابی طالب
 آپ کے پہلو میں کھڑے ہیں آپ نے فرمایا
 اے علی تم بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ کیوں
 نہیں چلے گئے علی نے عرض کی یا رسول اللہ
 کیا ایمان لانے کے بعد میں کافر ہو جاؤں
 مجھے تو ہر امر میں آپ کی پیروی مقصود
 ہے اور ان بھائیوں اور دوستوں سے
 جو کہ لوٹ مار کے پیچھے پڑ گئے اور جان
 چہ اگر بھاگ گئے کچھ سروکار نہیں ہے

(مدارج النبوة جلد ۲ صفحہ ۱۶۷ سطر ۱۶)

اگرچہ ان رفقا اور جان نثاروں کا جہاد سے جی چرانا اور عز و ات بدر
 حنین و خندق و خیبر وغیرہ سے قرار کرتا جلد دوم میں انشاء اللہ تعالیٰ تفصیل سے
 بیان کیا جائے گا۔ مگر چونکہ جناب محدث صاحب موصوف اس روایت میں مصلحتاً

آذہ اور
 عیال و عیال کا
 فرار و گونا

صرف یہ جملہ (مسلمانانِ ربیزمیت آورزند) لکھ کر گریز نہ کر گئے ہیں اس لئے ہم اس جگہ جناب شمس العلماء شبلی نعمانی کا قول نقل کرتے ہیں جس کے ملاحظہ سے واضح ہو گا کہ وہ کون مسلمان تھے وہ یہ ہے :-

تمام روایتوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آنحضرت کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی تو کچھ لوگ ایسے سرا سیمہ ہوئے کہ انھوں نے مدینہ سے ادھر دم نہیں لیا اور کچھ لوگ جان پر کھیل کر لڑتے رہے کہ رسول اللہ کے بعد زندہ رہنا بیکار ہے بعضوں نے مایوس ہو کر سپردال دی کہ اب لڑنے سے کیا فائدہ ہے ۔ حضرت عمر اس تیسرے گروہ میں تھے ۔ علامہ طبری نے بسند متصل روایت کی ہے کہ اس موقع پر جب انس بن نضر نے حضرت عمر اور طلحہ اور حنظلہ ہاجرین اور انصار کو دیکھا کہ مایوس ہو کر بیٹھ گئے ہیں تو انھوں نے پوچھا کہ بیٹھے کیا کرتے ہو تو ان لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ نے تو شہادت پائی ۔ انس بولے رسول اللہ کے بعد زندہ رہ کر کیا کر دے تم بھی انھیں کی طرح لڑ کر مر جاؤ ۔ یہ کہہ کر کفار پر حملہ آور ہوئے اور شہادت حاصل کی ۔ قاضی ابویوسف صاحب نے خود حضرت عمر کی زبانی نقل کیا ہے کہ انس بن نضر میرے پاس سے گزرے اور مجھ سے پوچھا کہ رسول اللہ پر کیا گزری ، میں نے کہا میرا خیال ہے کہ آپ شہید ہوئے ۔ انس نے کہا کہ رسول اللہ شہید ہوئے تو ہوئے ، خدا تو زندہ ہے یہ کہہ کر تلوار میان سے کھینچ لی اور اس قدر لڑے کہ شہادت حاصل کی ۔ علامہ بلاذری نے انساب الاشراف میں حضرت عمر کا یہ حال لکھا ہے کہ حضرت عمر ان لوگوں میں تھے جو احرار کے دن بھاگ گئے تھے لیکن خدا نے ان کو معاف کر دیا ۔ علامہ بلاذری نے ایک اور روایت نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے ۔ حضرت عمر نے جو اپنی خلافت کے زمانے میں لوگوں کے روزینے مقرر کئے تو ایک شخص کے روزینہ کی نسبت لوگوں نے کہا کہ ان سے زیادہ مستحق آپ کے فرزند عبداللہ ہیں ۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ نہیں ، کیونکہ اس کا باپ احد کی لڑائی میں ثابت قدم رہا تھا اور عبداللہ کا باپ (یعنی خود حضرت عمر) نہیں رہا تھا ۔

۱ صفحہ ۹۲

۹۵

بہان اللہ جو رفق کفار و مشرکین کی ایذا دہی کے وقت اپنے پیغمبر کی مطلق حمایت

نہ کریں، جو جاں نثار وقت جاں نثاری اپنی جان بچا کر فرار ہو جائیں۔ جو خود اپنی زبان سے اپنے فرار کا اقرار کریں اور کل مورخین و محدثین اہل سنت اپنی اپنی کتابوں میں ان حالات و واقعات کی تصدیق کریں اور شاہ صاحب ان کے فرار کو کفر بتلائیں واجباً کہ آپ تمام ان باتوں پر پردہ ڈال کر یہ فرمائیں۔

یاران دے خور اسپر دے ساختہ از مشرب رفقائے آنحضرتؐ نے اپنے کو حضرت کی
عشق چہ باد پاکہ خورند و چہ سیتہا کہ نہ کردہ سپر بنا کر مشرب عشق سے کیا کیا جام
ہر گاہ کہ آنجناب بہ ہجرت و جہاد مامور شدہ نہیں پئے اور کیا کیا و لو لے نہیں کرے جبکہ
اصحاب دے بمقابلہ کفار چہ رہنما کہ نہ وہ جناب ہجرت و جہاد پر مامور ہوئے تو
پشیدند و چہ غمہا کہ نہ کشیدند۔ فاعتبروا آپ کے اصحاب نے بمقابلہ کفار کون سے
یا ادلی الا بصار۔ رنج تھے جو نہیں پائے اور کون سے غم تھے

جو نہیں اٹھائے۔

پس عسلے العموم ہما جہدین و انصار کا حق رفاقت ادا کرنا اور اپنی جانوں اور مالوں کو فدا کرنا تو سر اسر باطل اور بے اصل ہے۔ البتہ ان کا طامع اور حرص ہونا۔ مال غنیمت پر جھگڑنا۔ ہر ایک گروہ کا اپنے آپ کو تنہا اس کا مستحق سمجھنا۔ بلکہ اپنے پیغمبر پر خیانت اور تقسیم مال غنیمت میں عدل نہ کرنے کا اتہام لگانا (نغوذ باللہ) بلاشبہ ثابت ہے چنانچہ ان کی اس حرص و طمع کا اظہار مورخین اور محدثین و مفسرین بہت ہی وضاحت و صراحت سے اپنی اپنی کتابوں میں کیا ہے اور خدائے پاک نے بھی صاف صاف فرمادیا ہے جو کہ ہوا خواہان اصحاب کے چھپانے سے نہیں چھپ سکتا منجملہ ان کے ہم چند روایات اور آیات اس جگہ نقل کرتے ہیں:-

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا جو کچھ مال و اسباب کفار غنیمت بدر کے لشکر میں تقادہ سب جمع کیا گیا مگر اس کی نسبت مسلمانوں میں اختلاف ہوا جنہوں نے جمع کیا تھا وہ کہتے تھے کہ یہ مال ہمارا ہے اور جو لوگ دشمنوں سے لڑتے تھے وہ کہنے لگے کہ ہم اگر ان سے نہ لڑتے اور انہیں نہ روکتے تو تم کو یہ مال کیسے ملتا۔ اور جو لوگ عیش کے پاس رسول اللہ کی حفاظت کے لئے کھڑے تھے کہنے لگے کہ تم لوگ ہم سے زیادہ حق دار نہیں ہو ہم دیکھ رہے تھے کہ یہ مال ہماری آنکھوں کے سامنے پڑا تھا اور کوئی

اصحاب کا غنیمت پر جھگڑنا اور نزول سورہ انفال

ان کا حفاظت کرنے والا نہ تھا ہم چاہتے تو اسی وقت اُسے لے سکتے تھے مگر ہم نے دیکھا کہ کہیں دشمن رسول اللہؐ پر حملہ نہ کریں اس لئے ہم آپؐ کی حراست پر کھڑے رہے۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے انقال (یعنی مال غنیمت) کو ان کے ہاتھوں سے لے لیا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا اختیار عطا فرمایا۔

(عروج الاسلام جلد ۶ صفحہ ۳۱۰ مطبوعہ آگرہ)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیایائے ہوازن سے فارغ ہو گئے تو آپ سوار ہو کر روانہ ہوئے لوگ آپ کے پیچھے روانہ ہو کر کہنے لگے یا رسول اللہ! ہماری بغمت ہم کو تقسیم کیجئے اور جب اپنی مراد پوری نہ ہوئی تو ایک درخت کے پاس آپ سے جا لیٹے اور چادر مبارک آپ کی کھینچ لی آپ نے فرمایا اے صاحبو! میری چادر تو مجھے دے دو میں کیا تم کو دینے میں نخل کرتا ہوں (ایضاً جلد ۷ صفحہ ۱۸۱)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش اور دیگر قبائل عرب پر
ان غنائم کو تقسیم کر دیا اور انصار کو کچھ حصہ نہ دیا تو وہ اپنے دلوں میں طرح طرح کے خیالات
کرنے لگے۔ چنانچہ ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! آپ اپنی قوم میں مل گئے
(ایضاً جلد ۷ صفحہ ۱۸۳ و ۱۸۴)

عباس بن مرداس کو تین اونٹ دئے جس سے وہ ناراض ہو گیا اور کہنے لگا یہ اونٹ اسی لوٹ کے ہیں جسے میں نے اپنے گھوڑے پر چڑھ کر اور دیت میں حملہ کر کے حاصل کئے ہیں۔ اور لوگ جب سو جاتے تھے تو میں ان کو جگاتا تھا اور جب نیند میں نہ ہوش ہوتے تھے تو اس وقت بھی میں کبھی غافل نہیں رہتا تھا۔ اب میری لوٹ اور میرے غلاموں کی لوٹ کا مال عتبہ اور اقرع کو دیا جا رہا ہے حالانکہ میں نے تو دلاوری اور جوا نردی کے کام کئے ہیں اور مجھے کچھ نہیں دیا گیا۔ (ایضاً صفحہ ۲۷)

جب مال غنیمت کے لئے ہاجرین اور انصار نے اس طرح حجت و تکرار کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

یَسْأَلُونَكَ عَنِ الْإِنْفَالِ ۖ قُلِ الْإِنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ الْوَعْدَ بِهِ يُعْطَىٰ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۖ

اے رسول مسلمان سپاہی تم سے مال غنیمت کا حکم دریافت کرتے ہیں تم کہہ دو کہ مال غنیمت اللہ و رسول کا ہے اور تم اللہ سے ڈرتے رہو

۱ طیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم
موسنین ۵

(پ ۸ س انفال ع ۱) رسول کی اطاعت کرو۔

امام فخر الدین رازی اس آیت کریمہ کی یہ تفسیر کرتے ہیں :-

ان یوم بدر الشبان قتلوا و اسروا
والاشیاء و قفوا مع رسول اللہ
فی المصاف فقال الشبان الغنائم
لنا لا ناکتلنا و هزمنا و قال
الاشیاء کنار دعاکم و لو انھم متهم
الانھم الینا فلا تنھبوا بالغنائم و
فوقعت المخاصمة بهذا السبب فنزلت
الایة

بدر و جنگ بدر جوانوں نے قتال کیا اور
قید کیا اور جو بڑھے تھے وہ لڑائی میں
رسول اللہ کے ساتھ تھے جوانوں نے کہا مال
غنیمت ہم کو ملنا چاہئے کیونکہ ہم نے جنگ کی
اور کفار کو بھگایا بڑھوں نے کہا ہم تمہاری
پشتی پر تھے اگر تم ہزیمت پاتے تو تمہارے
ہی پاس آتے اسلئے تم تنہا اسکے مستحق نہیں
ہو سکتے جب دونوں فریق میں نزاع ہوئی

(تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ ۱۰۹ سطر ۱) آیت انفال نازل ہوا۔

یہی تفسیر طبری جلد ۹ صفحہ ۱۰۸ میں بھی ہے۔ مولوی نذیر احمد صاحب اپنے قرآن شریف
مترجم میں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

”مال غنیمت کی تقسیم کے وقت ایک دوسرے سے ایک طرح کی بدگمانی پیدا ہو گئی
ہر ایک اپنے کو زیادہ ہی مستحق سمجھتا تھا اس واسطے کہ اس نے اپنے زعم میں زیادہ
کوشش کی تھی سو خدا نے سمجھا دیا کہ فتح جو تم کو نصیب ہوئی یا مال غنیمت ہاتھ آیا یہ
تمہاری کوششوں کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ محض خدا کا فضل ہے اور مال غنیمت سارے
کا سارا اللہ کا ہے اور اس کے رسول کا جس کو جتنا دیا جائے وہ خوش دلی سے
لے لے اور اس کو خدا اور اس کے رسول کا انعام سمجھے۔“

اسی طرح شمس العلماء مولوی شبلی نعمانی کا بیان ہے کہ :-

”جنگ بدر میں جب فتح حاصل ہو چکی تو کچھ لوگ کفار کا تعاقب کرتے ہوئے
بہت دور تک چلے گئے اور کچھ لوگ آنحضرت کی خدمت میں حاضر رہے۔ تعاقب کرنے
والے جب واپس ہوئے تو انھوں نے دعویٰ کیا کہ غنیمت ہمارا حق ہے کیونکہ ہم دشمنوں

سے لڑ کر آئے ہیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محافظ تھے اس لئے ہم تم سے زیادہ حق دار ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یسئلونک عن الانفال

(الفاروق حصہ دوم صفحہ ۲۱۰)

شبلی صاحب نے جن ہماجرین و انصار کو حاضر خدمت حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتایا ہے میں مورخین نے حضرت ابو بکر صدیق کا اسم مبارک خاص طور پر ترجیح کیا ہے اور یہ پتہ دیا ہے کہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارگاہ انبوی میں فتحیابی کی دعا میں محو تھے تو اس وقت حضرت ابو بکر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بقول صاحب رضی اللہ عنہ (صدیق آن سبر و را بیدار ساخت و عرض کرد یا رسول اللہ مشرکین بہانزدیک سیدند) یہ کلمہ بیدار کر دیا تھا کہ دشمن ہمارے پاس پہنچ گئے۔ پس جبکہ بقول شبلی صاحب غیر اصحاب محافلین آنحضرت نے اپنے آپ کو مال غنیمت کا مستحق بتایا اور اس کے لئے باہم جھگڑے جس پر آیہ انفال نازل کی تو وہ سب حضرات آیہ وافی ہدایہ۔

تجسس المال جباً جما (پاؤں میں بھجوا) تم مال کو جی بھر کے دوست رکھتے ہو۔
کے مصداق ہوئے۔

واضح ہو کہ ہماجرین و انصار نے صرف طلب مال غنیمت ہی پر اکتفا نہیں کیا۔ غنیمت پر غنیمت کا الزام رکھنا
بلکہ انہوں نے اپنے پیغمبر سے اس طرح کے گستاخانہ کلام بھی کئے کہ :-
”آپ جنگ پر تو ہمیں بھیجتے ہیں لیکن مال غنیمت جو ہمارا حق ہے اس کو اپنے عزیز و تقسیم کر دیتے ہیں۔ اور اس تقسیم میں خدا کی مرضی کا خیال نہیں کرتے۔“

چنانچہ بخاری شریف میں ایک طویل روایت ہے جس کا خلاصہ یہ ہے :-

| | |
|--------------------------------------|---|
| ابو بکر بن مالک | رضی اللہ عنہ |
| کہ فتح خیبر کے بعد جب غنیمت کا مال | بوزن تقسیم کیا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں سے سو سو اونٹ قریش کو بے |
| اس پر انصار نے کہا خدا رسول کی مغفرت | کرے کہ قریش کو دیتے ہیں اور ہم کو نہیں دیتے حالانکہ ہماری تلواروں سے قریش |
| ابو بکر بن مالک | رضی اللہ عنہ |
| کہ فتح خیبر کے بعد جب غنیمت کا مال | بوزن تقسیم کیا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں سے سو سو اونٹ قریش کو بے |
| اس پر انصار نے کہا خدا رسول کی مغفرت | کرے کہ قریش کو دیتے ہیں اور ہم کو نہیں دیتے حالانکہ ہماری تلواروں سے قریش |

ابو بکر بن مالک
رضی اللہ عنہ قال ناس من
الانصار حین افاء اللہ علی رسولہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما افاء من اموال ہونہ
فطفق النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعطی رجالا
المائۃ من الابل فقالوا یغفر اللہ
لرسولہ یعطی قریشا و یتروکنا

سینو فنا لقطر من دما لہم۔ کے خون ٹپک رہے ہیں۔

(صحیح بخاری جلد دوم مصحح مولوی خلیل الرحمن دہلوی)

اسی میں دوسری روایت اس عنوان سے منقول ہے:-

عن عبد اللہ قال لما قسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم حنین قال رجل من الانصار ما ارادہ یہا وجہ اللہ فایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرتہ فتخبر وجہہ ثم قال رحمۃ اللہ علی من سئ لقد اودی باکثر من هذا فصبر۔ (ایضاً صفحہ ۸۸)

عبداللہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمت حنین تقسیم کیا تو انصار میں سے ایک شخص نے کہا کہ اس تقسیم میں خود بخود خدا منظور نہیں ہے اس پر میں نے رسول خدا کو اس سے مطلع کیا یہ سن کر چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا اور فرمایا کہ موسیٰ پر خدا کی رحمت ہو ان کو تو اس سے بھی زیادہ تکلیفیں دی گئی تھیں پھر صبر کیا۔

صد حیف کہ مجاہدین و انصار نے مال غنیمت کے متعلق اپنے پیغمبر پر خیانت اور عدل نہ کرنے کا بھی اتہام لگایا جس پر خدائے پاک نے اپنے حبیب اور رسول کی عصمت پر یہ آیت نازل فرمائی۔

ماکات لنبی ان یغل ومن یغل یات بما غل يوم القیمۃ

کسی نبی کی یہ شان نہیں ہے کہ خیانت کرے اور جو خیانت کرے گا تو جس چیز کی خیانت کی ہے قیامت کے دن ہی چیز خدا کے سامنے لانی ہوگی۔

چنانچہ مفسرین اہل سنت نے اس آیت کی تفسیر یہ کی ہے کہ:-

”مسلمانوں کو یہ سمجھانا ہے حضرت پر گمان نہ کریں کہ غنیمت کا مال کچھ چھپا رکھا۔ بدر کی لڑائی میں ایک چیز غنیمت کے مال سے گم ہو گئی تھی سو کسی نے کہا شاید حضرت نے اپنے واسطے رکھی ہوگی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔“

(ترجمہ قرآن مجید شاہ عبدالقادر صاحب مطبوعہ میرٹھ)

اسی طرح مولوی نذیر احمد صاحب کے ترجمہ میں ہے:-

”جنگ بدر میں جو لوٹ کا مال ہاتھ آیا تھا اور وہ جمع کیا جا رہا تھا کہ آخر کار فوجیں تقسیم کیا جائے گا اس میں سے ایک اوڑھنے کی چادر اور ایک ٹنگی گم ہو گئی کسی بد باطن نے

نے پیغمبر کی نسبت شبہ کیا۔

تیز تفسیر حسینی میں ہے۔

بناشد نرا دار مر پیغمبرے را کہ خیانت کند
و غنیمت بعضے اقویا صحابہ از پیغمبر خواست
می نمودند کہ مارا از ہر غنیمت کہ می افتد زیادہ
از حصہ ضعفاء چیرے بدہ۔ آیت آمد کہ خیانت
پیغمبر و قسمت عثمانم روا نیست۔
گویند از عثمانم بد گیسے سرخ گم شد
و چھے سیاہ دلان از روئے نفاق نسبت
آن بہ سید عالم صلعم علی الاطلاق کردند حق
تعالیٰ ذمہ حبیب خود را خصوصاً و ذمہ جمیع
انبیاء عموماً از میں خیانت بری گردانید و فرمود
کہ هیچ پیغمبر و غنیمت خیانت نہ کرد نہ کند
(تفسیر حسینی صفحہ ۸۸ و ۸۹)

بعض صحابہ جو قوی تھے انھوں نے رسول اللہ
علیہ السلام سے درخواست کی کہ جو
غنیمت حاصل ہوتی ہے اس میں سے نسبت
ضعیف صحابہ کے ہمیں کچھ زیادہ دیا
کیجئے۔ آیت آئی کہ نبی کی شان سے بعید ہے
کہ خیانت کرے بعض کہتے ہیں کہ بدر کی
غنیمت سے ایک کبلی سرخ رنگ کی گم
ہو گئی بعض سیاہ دلوں نے نفاق کی راہ
سے سید عالم کی طرف بدگمانی کی تب حق تعالیٰ
نے ارشاد فرمایا کہ کسی نبی نے بھی غنیمت میں
خیانت نہیں کی کئی اور نہ یہ (محمد صلی اللہ علیہ
وسلم) کرتے ہیں۔

نزل آپ شریف
نسبت صحابہ
منافقین

جب ہاجرین و انصار نے آنحضرت سے یہ گستاخیاں کیں اور آپ پر خیانت اور
عدل نہ کرنے کی تہمت کی اور تقسیم غنیمت پر خلاف شان آنحضرت یہ کلام کہے تو اللہ جل
شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

و منہم من یلمزک
فی الصدقات فان اعطوا منها
راضوا وان لم یعطوا منها اذاً
یستخطونہ
(پ ۱۰۔ س ۴۰۶ ع ۷)

ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں (اے رسول)
جو لوگوں کے مال کی خیرات کی تقسیم میں انصافی
کام کو الزام دیتے ہیں۔ پھر اگر ان میں سے انھیں
حسب خواہش دیا جائے تو خوش ہو گئے اور اگر
ان کی مرضی کے موافق نہیں دیا گیا تو بے فوری بگڑ جائیں۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ اصحاب مال دنیا پر بڑے
ترص تھے اور وہ یہ ہے۔

قال اهل المعانی هذه الاية تدل
اہل معانی کہتے ہیں کہ یہ آیت منافقین کی

علی رکاکۃ اخلاق اولئک المنا فقین
 ودائۃ طبا عہم وذلک لاند لشد
 مشرہم الی اخذ الصدقات عابو
 الرسول فنبوہ الی الجور فی القسم مع
 انہ کان بعد خلق اللہ تعالیٰ عن
 المیل الی الدنیا قال الفصاحت کان
 رسول اللہ یقسم بینہم ما اتاہ
 اللہ من قلیل المال وکثیرہ وکان
 المؤمنون یرضون بما اعطوا و
 یحمدون اللہ علیہ واما المنا فقین
 فان اعطوا کثیرا فرحوا وان اعطوا
 قلیلا سخطوا وذلک یدل علی
 ان راضا عہم و سخطہم بطلب
 النصیب لا جہل الدین

(تفسیر کبیر ۴ صفحہ ۶۶۹ و صفحہ ۶۷۰)

امام محمد اسمعیل بخاریؒ نے جب دیکھا کہ ان آیتوں سے تو اپنے اصحاب کے ایمان
 اور طمع و حرص کی قلعی کھلتی ہے تو ان جملہ ذمائم کا سہرا ایک شخص ذوالخویصرہ تمیمی کے سر پر
 باندھ دیا تا کہ اپنے اصحاب کے دامن عصمت پر کوئی دھبہ نہ لگے۔ چنانچہ وہ روایت بخاریؒ
 شریف سے نقل کر کے مدیہ ناظرین کی جاتی ہے ملاحظہ ہو۔

امام بخاری کا
 اس آیت کو ذوالخویصرہ
 کے سر پر باندھا

ان اباصعید الخدری قال بینا
 نحن عند رسول اللہ وهو یقسم
 قسما اذا اتاہ ذوالخویصرہ وهو
 رجل من بنی تمیم فقال یا رسول
 اللہ اعدل فقال ویلک ومن یعدل
 اذ لم یعدل قد خبت وخسرت
 ابوصعید خدری سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہؐ
 کی خدمت میں حاضر تھے اور آپؐ کی تقسیم
 فرما رہے تھے کہ ذوالخویصرہ جو بنی تمیم سے
 تھا آیا اور کہا یا رسول اللہ انصاف کیجئے
 حضرت نے فرمایا دایے ہو کچھ پر اگر میں انصاف
 نہ کروں گا تو پھر کون کرے گا اگر میں انصاف

ان لم اعدل فقال عمر يا رسول الله
انذت لي فيه فاضرب عنقه فقال
دعه فان له اصحابا يحقر احدكم
صلاته مع صلاتهم وصيامه
مع صيامهم يقرؤن القرآن لا
يجاوزون اقيهم غير قوت من الله
كما ينزق السهم من الرمية فينظر
الى صلاته فلا يوجد فيه شيء ثم
ينظر الى وصافه فلا يوجد فيه شيء
ثم ينظر الى نضيبه وهو قد حده
فلا يوجد فيه شيء ثم ينظر الى
قذذة فلا يوجد فيه شيء قد سبق
الفرت والدم انهم راوا جل اسود
احدى عضد به مثل ثدى المروءة
او مثل البضعة تدور ايجز جون على
حين فرقة من الناس قال ابو سعيد
فاشهد انى سمعت هذا الحديث من
رسول الله واشهد ان على بن ابي
طالب قال لهم وانا سمعنا من ربك
الرجل فالتمس فأتى به حتى نظر استأله
على نعت النبي صلعم الذى نعت -
(مصحح بخاری جلد دوم صفحہ ۱۷۲ و ۱۷۳ مطبوع مصر)

نہ کروں گا تو خائب و خاسر ہوں گا عمر نے
کہا یا حضرت! جازت دیجئے کہ میں اس کو
قتل کروں حضرت نے فرمایا جائے دو کہ اس کے
ایسے اصحاب ہیں جن کے نماز و روزہ کے سامنے
تم اپنی نماز کو حقیر جانو گے یہ قرآن کو پڑھتے ہوں گے
مگر ان کی سمجھ میں نہ آئے گا اور ایسی تاویل کریں گے
جو خلاف مقصود ہوگی یہ دین سے اس طرح نکل
جائیں گے جیسے کمان سے تیر نکل جاتا ہے پھر
جو اس کے لوبے میں دیکھا جاتا ہے جو تیر میں لگا
رہتا ہے تو کچھ اس میں نہیں ملتا مطلب یہ ہے
کہ جس طرح تیر جب اپنی تیرسی سے شکار کو چھید
کر نکل جاتا ہے اور شکار کا کوئی حصہ بھی اس
میں نہیں رہتا اسی طرح یہ لوگ اسلام سے
نکل جائیں گے کہ کوئی اثر بھی اسلام کا ان میں
نہ رہے گا یہ سردار اس کا ایک سیاہ مرد ہوگا
جس کا ایک بازو مثل پستان زن ہوگا یا گوسفند
کا ایک ٹکڑا جو حرکت کرتا ہوگا جب کہ لوگوں
میں اختلاف ہوگا اس وقت یہ لوگ ظاہر
ہوں گے ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ میں
گو اہی دیتا ہوں کہ خود میں نے اس حدیث کو
رسول اللہ سے سنا ہے اور گو اہی دیتا ہوں کہ
حضرت علیؑ نے ان سے قتال کیا اور آپ نے
حکم دیا اس کو تلاش کرو جب وہ لایا گیا تو
اس کو ویسا ہی پایا جیسا کہ حضرت نے فرمایا تھا۔

اس روایت سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کمال جو ش ایمان کی وجہ سے

ذوالخویصرہ تمیمی کی گستاخی دے ادبی کی تاب نہ لاسکے اور اس کے قتل کرنے پر آمادہ و مستعد ہو گئے لیکن امام بخاری کی یہ حجت ان کے کچھ کام نہ آئی اس لئے کہ صحیح مسلم میں ہے کہ خود حضرت عمر تقسیم غنیمت میں آنحضرت پر معترض ہوئے تھے اور کہا تھا کہ یہ تقسیم درست نہیں ہے وہ روایت یہ ہے۔

امام بخاری
مال ہی نہیں
بہرہ کمال

عن سلمان بن ربیعۃ قال قال
عمر بن الخطاب قسم رسول الله
قسما فقلت والله يا رسول الله لغير
هؤلاء كان الحق به منصف قال
فهم خيروني بين ان يسئلوني بالحق
فيخيلوني ولست بياخل
يعنی سلمان بن ربیعہ را دی ہیں کہ خود حضرت
عمر کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول خدا صلعم
نے کچھ تقسیم کیا تو میں نے کہا یا رسول اللہ
جن لوگوں کو آپ نے دیا ہے دوسرے لوگ
ان سے زیادہ مستحق تھے حضرت نے فرمایا مجھے
میختر کیا ہے اس میں کہ وہ سوال کریں ہم سے فحش
بد گوئی سے یا ہم کو بخل سے نسبت دیں حالانکہ
ہم بخیل نہیں ہیں۔

(صحیح مسلم صفحہ ۳۳)

ان دونوں حدیثوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر جو اعتراض ذوالخویصرہ
کا رسول اللہ پر تھا یہی حضرت عمر کا بھی ہے پس کون سی وجہ اس امر کی داعی ہے کہ اہل بیت
الجماعت ذوالخویصرہ کو تو صاف منافق کہیں۔ اور واجب القتل ٹھہرائیں اور حضرت عمر کو ہر
اہل فک اسلام کا خطاب عطا کریں۔ حالانکہ اس کا تو صرف یہی ایک اعتراض تھا اور حفاظ
ع کے ایک نہیں بلکہ بیسوں ہیں جو آئندہ اپنے موقعوں پر مذکور ہوں گے۔

روایات مزید
میں کہ انھی اصحاب
کے موقع پر ذکر
ہو رہی ہیں

اس موقع پر ہم دو چار روایات کا خلاصہ سیرۃ النبی مولفہ جناب شمس العلماء بشیر
نعمانی سے بھی نقل کر کے مدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ جس میں صاحب موصوف نے اصحاب سے
کی حرص و طمع پر کافی روشنی ڈالی ہے ملاحظہ ہوں:-

”چونکہ جیسا ہم اوپر لکھ آئے ہیں لڑائیوں کی اصلی بنیاد ضرورت معاش سے شروع
ہوتی تھی۔ اس لئے عرب کے نزدیک مال غنیمت سے زیادہ کوئی شے محبوب نہ تھی اور ذرا
معاش میں سب سے زیادہ حلال اور طیب اسی کو سمجھتے تھے یہ خیال اس قدر دلوں میں
راسخ اور رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا کہ اسلام کے بعد بھی ایک مدت تک قائم رہا۔
یسئلونک عن الانفال قل جو لوگ تم سے مال غنیمت کا حکم پوچھتے ہیں

الانفال لله والرسول کہہ دو کہ مال غنیمت خدا اور رسول کا ہے۔
 اس آیت سے یہ مقصود ہے کہ مجاہدین مال غنیمت کا خود دعویٰ نہیں کر سکتے
 اس کی تقسیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اختیار میں ہے جس طرح آپ ہیں
 تقسیم فرمائیں۔ اس سے اتنا ہوا کہ لڑائیوں میں جو ہر شخص لوٹ کر جو چیز
 چاہتا تھا لیتا تھا بند ہو گیا لیکن میدان جنگ کے علاوہ اور موقعوں پر
 لوٹا مدتوں موقوف نہیں ہوا، سنن ابی داؤد میں ایک انصاری سے روایت
 ہے کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں شریک
 تھے، بھوک کی سخت تکلیف ہوئی تو اتفاقاً سامنے بکریاں نظر پڑیں۔ ان کو
 لوٹ لائے اور ذبح کر کے ہانڈیاں چڑھا دیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کو خبر ہوئی تو آپ تشریف لائے اور کہاں جو ہاتھ میں تھی اس سے دیکھیاں اٹھ
 دیں اور فرمایا کہ لوٹ کی چیز مردہ سے بڑھ کر حلال نہیں، خیر کی لڑائیوں
 میں نہیں ہوئی اس وقت تک یہ حال تھا کہ امن کے بعد لوگوں نے یہود
 کے جانور اور پھل لوٹ لئے اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ
 وسلم کو نہایت غصہ آیا آپ نے تمام صحابہ کو جمع کیا اور فرمایا۔

ان الله تعالى لم يهل لكم ان
 تدخلوا بيوت اهل الكتاب الا
 باذن ولا ضرب نساءكم ولا
 اكل ثمارهم اذا اعطوكم الذي
 عليهم (سيرة النبی صفحہ ۲۲۲) پر فرض ہے۔
 خدا نے تم لوگوں کے لئے یہ جائز نہیں کیا ہے
 کہ اہل کتاب کے گروں میں گھس جاؤ اور نہ یہ
 اجازت دی ہے کہ ان کی عورتوں کو مارو ان
 کے پھل کھاؤ جبکہ وہ تم کو دے دے اگر یہ جو ان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ وسلم چاہتے تھے کہ غنیمت کے ساتھ
 لوگوں کو جو شغف ہے کم ہو جائے لیکن مدت تک غنیمت کی محبت اور وارفتگی
 نہ گئی۔ (صفحہ ۲۶۷) غنیمت اس قدر محبوب تھی کہ بعض صاحبوں کو کسی
 کافر کے مسلمان ہونے پر اس بنا پر رنج ہوا کہ اسلام لانے کی وجہ سے اس
 کا مال نہ لے گا۔ سنن ابی داؤد میں ہے کہ ایک صحابی نے ایک سریہ میں حملہ
 کرنا چاہا، قبیلہ واسے روئے ہوئے آئے انھوں نے کہا لا الہ الا اللہ کو تو

تمہاری جان اور مال بچ جائے گا۔ انھوں نے لا الہ الا اللہ کہا اور ان کو میں
دے دیا گیا جب یہ اپنے ساتھیوں میں آئے تو لوگوں نے ان کو ملامت کی
احر متنا الغنیمہ (تم نے ہم کو غنیمت سے محروم کر دیا۔)

۵۲۸ صفحہ

(صفحہ ۴۲۴)

سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ مال غنیمت کے ساتھ لوگوں کو اس قدر شغف
تھا کہ لڑائیوں کا بہت بڑا سبب ہی ہوتا تھا اس کی اصلاح میں نہایت تدریج
سے کام لینا پڑا۔ جاہلیت میں تو غنیمت محبوب ترین چیز تھی تعجب یہ ہے کہ اسلام
میں بھی ایک مدت تک اُس کو ثواب کی چیز سمجھتے تھے۔ ابو داؤد میں ہے کہ ایک
شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا

ساجل یرید الجہاد فی سبیل
اللہ ولہ خرض من اخرض
الدنیا فقال النبی لا اجر لہ
فاعظم ذلک الناس و قالوا
للرجل عد الی رسول اللہ
فاعلمک لہ تفہمہ

ایک شخص خدا کی راہ میں جہاد کرنا چاہتا
ہے لیکن کچھ دنیاوی فائدہ بھی چاہتا ہے
آپ نے فرمایا کہ اس کو کچھ ثواب نہیں ملنے
کا۔ یہ امر لوگوں کو بہت گراں معلوم ہوا اور
لوگوں نے اس شخص سے کہا کہ پھر جا کر پوچھو
غالباً تم نے آنحضرت صلعم کا مطلب نہیں سمجھا

بار بار لوگ دریافت کرتے کرتے سمجھتے تھے اور ان کو یقین نہیں آتا تھا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا فرمایا ہو گا۔ بالاخر جب آپ نے تیسری دفعہ بھی فرمایا
کہ لا اجر لہ (یعنی اس کو کچھ ثواب نہیں ملے گا) تب لوگوں کو یقین آیا۔ (قدرے اختلاف
قرآن مجید میں غنیمت کی نسبت متاع دنیوی کا لفظ آتا تھا اور اس کی طرف انہماک اور
وارتگی پر ملامت کی جاتی تھی۔ جنگ احد میں جب اس بنا پر شکست ہوئی کہ کچھ لوگ
کفار کا مقابلہ چھوڑ کر غنیمت کے لوٹنے میں مصروف ہو گئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ ہر
منکم من یرید الدنیا ومنکم
موت یرید الاخرۃ

تم سے کچھ لوگ دنیا کے طلبگار تھے اور
کچھ آخرت کے

جنگ بدر میں لوگوں نے جب اجازت سے پہلے غنیمت لوٹنی شروع کر دی یا بقول
بعض مفسرین فدیہ کی خواہش سے لوگوں کو گرفتار کیا تو یہ آیت اتری

قَدْ يَدُونَ عَرْضَ الدُّنْيَا وَاللَّهِ
يُرِيدُ الْآخِرَةَ
تم لوگ دنیا کی پونجی چاہتے ہو اور خدا
آخرت کی۔

بادبودان تمام تصریحات اور بار بار تاکیدات کے غزوہ حنین میں جو
شہ میں واقع ہوا تھا اس وجہ سے شکست ہوئی کہ لوگ غنیمت کے
لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ صحیح بنام ریحی غزوہ حنین کے ذکر میں ہے۔

فَاقْبَلُوا الْمُسْلِمُونَ عَلَى الْغَنَائِمِ
وَاسْتَقْبَلُونَا بِالسَّهَامِ
مسلمان غنیمت پر ٹوٹ پڑے اور کافروں
نے ہم کو تیروں پر رکھ لیا۔

اس بناء پر موقع بہ موقع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مسئلہ کو زیادہ
تصریح سے بیان فرماتے تھے۔ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
پوچھا کہ کوئی شخص غنیمت کے لئے کوئی نام کے لئے، کوئی اظہار شجاعت کے لئے
جہاد کرتا ہے کس کا جہاد خدا کی راہ میں سمجھا جائے گا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا:-

مَنْ قَاتَلَ لِيَتَكُونَ كَلِمَةً لِلَّهِ
وَيُحْيِيَ الْعِلْيَا
جو شخص اس لئے لڑتا ہے کہ خدا
کا بول بالا ہو۔

بالآخر آپ نے فرمایا کہ جو جہاد کسی نیت سے کیا جائے لیکن جب مجاہد مال
غنیمت قبول کرتا ہے تو دو تہائی ثواب کم ہو جاتا ہے پورا ثواب اسی وقت ملتا
ہے جب غنیمت کو مطلق ہاتھ نہ لگائے۔ صحیح مسلم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے یہ الفاظ ہیں:-

مَنْ غَارِبَ تَغْرَوَانِي سَبِيلَ اللَّهِ
فِي صِيَابِ الْغَنِيمَةِ لَا تَجْلُو ثَلَاثَ
أَجْرِهِمْ مِنَ الْآخِرَةِ وَيُتَقَى لَهُمُ
الْثَلَاثُ وَإِنْ لَمْ يَجِئُوا غَنِيمَةً لَمْ
يَكُنْ لَهُمْ أَجْرٌ هَكَذَا
جو غازی خدا کی راہ میں لڑتا ہے اور
مال غنیمت لیتا ہے وہ آخرت کے ثواب
کا ہمیں دو ثلث لے لیتا ہے اور آخرت
میں اس کا حصہ صرف ایک تہائی رہ جاتا
ہے البتہ اگر غنیمت مطلق نہ لے تو اس کو

آخرت میں پورا اجر ملے گا۔ (ایضاً صفحہ ۲۲۶ تا ۲۲۷)

عین فتح کے وقت جب کہ مجاہدین فتح کے نشہ میں چور ہیں مال غنیمت

فروخت ہو رہا ہے ایک ایک کو ہزاروں کی رقمیں وصول ہو رہی ہیں ایک ایک صحابی خوش خوش آتے ہیں اور جو شمس مسرت میں کہتے ہیں یا رسول اللہ آج میں نے مال غنیمت سے جس قدر نفع اٹھایا کبھی نہیں اٹھایا۔ پورے تین سو اوقیہ آئے (ایک اوقیہ دس روپے کے برابر ہوتا ہے) آپ فرماتے ہیں کہ میں اس سے زیادہ نفع بتاؤں تو بڑے شوق سے پوچھتے ہیں کیا ارشاد فرمائیے۔ تو ارشاد ہوتا ہے کہ نماز فرض کے بعد دو رکعت۔

(خلاصہ سیرۃ النبی ص ۴۴ تا ۴۵)

بھائیو! ذرا اپنے علماء کے مرتبہ روایات کو خلیٰ العموم اور ان روایات کو خلیٰ الخصوص جن میں شمس العلماء شبلی نعمانی نے ہماجرین و انصار کی طبع و حرص کی پوری تصویر کھینچی ہے بنظر تعمق و غور ملاحظہ کرو۔ اور خود ہی فیصلہ کر لو کہ ہماجرین کو کس کے عشق نے گھروں سے نکالا اور انصار کو کس کی محبت نے دیوانہ کیا۔

اب ذرا جناب امیر المومنین علی مرتضیٰ حیدر کراہ غیر فرار کے زہد و عساکر عن الدنیا پر بھی نگاہ کرو جس کے معترف خود تمھارے علماء ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن ابی الحداد دیگر علماء کی دو ایک روایتیں نقل کی جاتی ہیں۔ اور وہ یہ ہیں:-

روایات الشیخ
ص ۴۰ زید
جناب امیر

وذكر الشیخی قال دخلت
الرجل بالکوفة اذا تاغلام
فی غلمان فاذا انا بعلى علیه السلام
فانما على صبر تبت من
ذهب و فضته و معه مخففة
وهو یطرد الناس بمخففة ثم
یرجع الی المال فیقسمه بین الناس
حتی لم یبق منه شیء ثم انصرف
ولم یحمل الی بینه قلیلا و
کثیرا فرجعت الی ابی
فقلت لہ لقد رأیت الیوم
خیر الناس و احسن الناس

(۱)

شعیبی کہتا ہے کہ بچپن میں شہر کوفہ
رجہ میں چند لڑکوں کے ساتھ میں گیا
تو دیکھتا ہوں کہ حضرت علی علیہ السلام سونے
اور چاندی کے دو انبار کے پاس کھڑے
ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں ایک ڈنڈہ بھی ہے
جس سے لڑکوں کو ہٹا رہے ہیں۔ پھر ان
انباروں کے پاس آکر ان کو آدمیوں میں
تقسیم کر رہے ہیں یہاں تک کہ دونوں انبار
بانٹ دئے اور ان میں سے کوئی چیز باقی
نہ رکھی اس کے بعد واپس چلے آئے اس
شان سے کہ اپنے گھر ایک جہ بھی نہ لائے
یہ دیکھ کر میں نے اپنے باپ سے آکر کہا کہ آج میں

قال من هوى يا بنى قلت على
بن ابى طالب امير المؤمنين
رايت يصبه كذا فقصصت
عليه فبكى وقال يا بنى بل رايت
خير الناس

ایسے شخص کو دیکھا ہے جو سب سے بہتر ہے یا سب سے
زیادہ بیوقوف، انہوں نے پوچھا وہ کون ہے میں
نے کہا امیر المؤمنین علی بن ابی طالب پھر میں نے جو کچھ دیکھا
تھا وہ سب ان سے بیان کیا یہ سنکر وہ روز لگے اور
کہا یا بنی بل رايت خیر الناس (بیٹا) وہ تو بہترین
ناس ہیں)

(رد التحفیر)

(۲) روی محمد بن فضیل عن یحییٰ بن
بن عنتر عن زاذان قال انطلقت
مع قنبر غلام علی علیہ السلام فاذا
هو یقول قم یا امیر المؤمنین
فقد خبئت لك خبیثاً قال وما
هو ویحك قال قم فقام
فانطلق به الی بیتہ بغرارة
حملوہ من جامات ذہبا وفضة
فقال یا امیر المؤمنین رأیتك
لا تترك شیئاً الا قسمتہ
فاخرجت لك هذا عن بیت المال
فقال علی علیہ السلام ویحك یا
قنبر لقد جبت ان تدخل بیتی ناراً
عظیمة ثم سل سیفہ وضر به ضراً
كثیرة فانتشرت من بلین اناء
مقصوع نصفہ واخر ثلثہ ونحو ذلك
ثم دعا بالناس فقال اقسامی بالخصص
ثم قام الی بیت المال فقسم ما وجد
فیہ ثم رانی فی البیت ابرة ومسالاً

زاذان راوی ہیں کہ میں حضرت علی
علیہ السلام کے غلام قنبر کے ہمراہ ایک دفعہ ہو گیا
تو حضرت علی سے آکر کہنے لگے کہ یا حضرت تشریف
لے چلے یہ سن کر حضرت اٹھے اور قنبر کیسے گھراے
تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بورہ میں بہت سے پیاز
سوئے اور چاندی سے بھرے ہوئے رکھے ہیں
قنبر نے عرض کی مولاس نے دیکھا کہ آپ کچھ بچا
ہیں اور سب کا سب تقسیم کئے دیتے ہیں میں نے
بیت المال سے آپ کیلئے اس مال کو بچا لیا ہے
حضرت نے یہ دیکھ کر فرمایا قنبر تم پر وائے ہو کیا
تم کو میرے گھر میں اتنی بڑی آگ جمع کرنا اچھا معلوم
ہوایہ کہہ کر حضرت نے تلوار کھینچ لی اور اس پر
پرکئی وار لگائے جس سے اس کے ظروف ٹکڑے
ٹکڑے ہو گئے پھر لوگوں کو فرمایا اس مال کے
حصوں کو تقسیم کرو اس کے بعد بیت المال کے
پاس تشریف لائے اور جو کچھ پایا اس کو تقسیم
کر دیا بلکہ اس میں ایک سوئی اور سوا دیکھا تو
فرمایا اس کو بھی تقسیم کر لو ان لوگوں نے کہا
کہ ہمیں اسکی ضرورت نہیں ہے اور حضرت کا معمول

فَقَالَ لَتَقْسِمُوا هَذَا فَقَالُوا لَا
حَاجَّةَ لَنَا فِيهِ وَقَدْ كَانَتْ عَلَيْنَا عَلَيْهِ
السَّلَامُ يَأْخُذُ مِنْ كُلِّ عَامِلٍ مَا
يَعْمَلُ فَضَحَكَ وَقَالَ لِيُؤْخَذَ مِنْ
شِرْكَائِهِمْ خَيْرٌ (ازروالتحفہ ۲۶۸)

تھا کہ جو شخص جو چیز بناتا وہی چیز اس سے
بطور خراج یا ٹیکس لیتے (پس یہ سوئی اور
سوا بھی) اس طرح بیت المال میں آئے تھے تو
ان کا جواب سن کر حضرت ہنسے اور فرمایا اچھی چیزوں
کے ساتھ بڑی چیزیں بھی لینی پڑیں گی۔

اسی طرح روضۃ الاحیاء میں ہے :-

مرویت کہ چوں امیر المؤمنین کرم اللہ
وجہہ و نروا بن عبدود را بکشت التفات بجایہ
وسلاح دے نہ کر و خواہر عمر و بیامد و بر بالین
بنشست و دید کہ جامہ و سلاح او بحال
خود است گفت ساقطہ الا کفو کریم
نہ کشتہ است اور الا ہمسر گرامی انگاہ پرید
کہ قاتل دے کیست گفتند علی بن ابی طالب
بن عبدالمطلب پس اس دو بیت گفت
و لو کان قاتل عمر و غیر قاتل
اگر اس کا قاتل غیر علی ہوتا تو میں
لاکنت قاتلہ من لا یعاب لہ
لیکن اس کا قاتل وہ شخص ہے

جب حضرت امیر المؤمنین نے عمر بن عبدود
کو قتل کیا تو اس کے ہتھیار اور زردہ و جامہ وغیرہ
کو ویسا ہی چھوڑ دیا اور اس پر مطلق التفات نہیں
کیا جب اس کی بہن نخس پر آئی اور اس نے زرہ
جو پیش بہا تھی اس کے جسم پر دیکھی تو اس نے کہا کہ
آسکا قاتل کوئی بڑا عالی خاندان شخص ہے پھر اس نے
لوگوں سے پوچھا لوگوں نے کہا کہ علی بن ابی طالب
ہیں یہ سن کر اس نے دو شعر پڑھے :-

(۳)

لَکُنْتُ اَبْنٰی عَلَیْہِ اَخْرَا لَا بَدَ
اپنے بھائی کے مارے جانے پر بدلتا عمر گریہ و بکا کرتی
من کانت یدعی قد یمنا بفضلہ البالد
جو میں القوم پکارا جاتا ہے جس کوئی عیب نہیں لگایا جا
سکتا۔

اے بھائیو! تم اپنے اصحاب کرام اور جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کے ایمان و
اعراض عن الدنیا کا تقابل کر کے انصاف سے کہو کہ آیتہ کریمہ :-

مَنْکُمْ مَنِ یُرِیدُ الدُّنْیَا (اے اصحاب رسول) تم میں سے اکثر طالب دنیا ہیں
کے مصداق کون اصحاب ہیں اور :-

مَنْکُمْ مَنِ یُرِیدُ الْآخِرَۃَ بعض تم میں سے طالب آخرت ہیں
کس پر مصداق آتا ہے۔ کن لوگوں پر مال دنیا کی محبت میں آیت کریمہ
ان الانسان لحب الخیر لشدید اور آدمی مال کی محبت پر بہت مضبوط ہے۔

تقوال میں اصحاب
و جناب امیر المؤمنین
علیہ السلام

کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور کس نے اپنے مالک کی ہدایت

فما متاع الحیوة الدنیا فی الآخرة متاع زندگی دنیا بمقابلہ آخرت کے

الاقلیل بہت ہی قلیل ہے۔

پر دنیا کو طلاق بائن دے کر خوشنودی رب حبیل حاصل کی۔

اگر آپ بفرط محبت اصحاب مومن و منافق اور نیک و بد میں امتیاز نہیں کرتے تو

ذکر میں خالق ارض و سما کو کرچکا اور ان کو خوب پہچان چکا ہے تو لہ تعالیٰ

و لیعلم اللہ الذین آمنوا اور ضرور انہیں ان کو بھی جانتا ہے بویاں

لیعلم المنافقین لائے اور ان کو بھی جو منافق ہیں۔

(پ: ۲۰ - ص عبکوت - ع: ۱)

اصحاب کی حرص اور لوٹ مار کے حالات تو سن چکے اب ان مخالفوں کا بھی حال

سنئے جو انہوں نے آنحضرت صلعم سے کی تھیں۔

کتب سیر و تواریخ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع میں

بنی ازداج کو حکم دیا تھا کہ یہ تمہارا آخری حج ہے اس کے بعد اب کوئی حج کے لئے گھر سے

باہر نہ نکلے مگر حضرت عمرؓ نے خلاف حکم آنحضرتؐ ان کو حج کی اجازت دی اور نامحرموں

ان کے ہمراہ کر دیا۔ جیسا کہ ازالۃ الخفایں میں ہے۔

راوی ان عمر اذن ازواج النبی فی

آخر حجۃ بجمعھا فبعث معہن عثمان بن

عفان وعبد الرحمن۔

یعنی حضرت عمرؓ نے ازواج نبی کے ہمراہ

حضرت عثمان اور عبد الرحمن کو

حج کے لئے بھیجا۔

ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہؐ

نے بلوایا اور اپنے دونوں نعلین بیکر فرمایا یہ میری

نعلین بطور تصدیق کے لیجاؤ پھر جس کسی سے دو بار

کے باہر ملاقات ہو اور وہ توحید کی شہادت

صدق دل سے دیتا ہو اسے جنت کی بشارت دو

پس سب پہلے عمرؓ کے لئے گئے ابو ہریرہؓ دونوں کیا میں

میں نے کہا رسولؐ کی نعلین میں مجھے ان کو دیکھا ہے

(ازالۃ الخفایں ص ۱۳ سطر ۱۵)

ان رسول اللہ قال یا ابا ہریرہ

واعطانی نعلیہ فقال اذہب ببغلی

ہاتین فممن لقیك من وراء هذا

الحائط ویشہدان لا الہ الا اللہ

مشیقنا بھا قلبا البشرۃ بالجنة فکا

اول من لقیك عمر فقال ما ہاتان

بھیجا ہے کہ جسے توحید کا اقرار کرتے ہوئے
دیکھوں اُسے جنت کی بشارت دوں یہ سنتے
ہی عمر نے میرے سینے پر ایسی ضرب ماری کہ
میں سرین کے بھل زمین پر گر پڑا۔

النعلون یا اباهریرة قلت فعلا
رسول بعثني بمهامن لقيت بشهد
ان لا اله الا الله مستيقنا بها
قلبه البشارة بالجنة ف ضرب بعرج
ثدي فخرت كاليتي

(صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۵۴ سطر ۴)

(۳)

امام فریبانی و ابن عساکر راوی ہیں کہ ایک
شخص نے حضرت خدیفہ سے کہا کہ اگر میں رسول
اللہ کو پاتا تو آپ کی خدمت کرتا خدیفہ نے
کہا کہ میں شب احزاب رسول اللہ کے ساتھ
تھا حضرت نماز شب نہایت سخت جاڑے
میں پڑھ رہے تھے ہم لوگوں کی طرف ملتفت ہو کر
فرمایا کوئی ایسا ہے جو جا کر مخالفین کے لشکر کی
خبر لائے خدا اسکو ہمارے ساتھ جنت میں داخل
کرے گا۔ آپ نے ابوبکر کا نام زیادہ استغفار
یعنی معاف فرمایا کہ کہہ کر رہ گئے حضرت نے
فرمایا اگر چاہو تو جا سکتے ہو پھر آپ نے عمر کا نام زیادہ
بھی استغفر اللہ کہہ کر رہ گئے حضرت نے پھر مجھ سے
فرمایا میں نے کہا لبیک اور حاضر خدمت ہوا اس وقت
مردی اس شدت کی تھی کہ میرے دونوں پہلو جاڑے
سے لرز رہے تھے حضرت نے میرے سر اور چہرے پر
اپنا دست مبارک پھیرا اور فرمایا اس قوم کی
طرف جاؤ اور ان کی خبر لاؤ مگر کوئی کام نیانہ
کرنا جب میں روانہ ہوا تو معلوم ہوا تھا کہ میں حمام
میں جا رہا ہوں کہاں تو وہ مردی تھی اور اب میرے

اخرج الفرياني وابن عساکر عن ابراهيم
التيمي عن ابيه قال قال رجل لواء
رسول الله صلعم لحلت ولعلت
فقال خذ يفتة رايتي ليلة الاحزاب
ونحن مع رسول الله صلى الله عليه وسلم
يصل من الليل في ليلة باردة ما قبله
وما بعده بردا كان اشد من حار
مني التفاته فقال الا رجل يذهب
الى هؤلاء فيايتنا بخبرهم جعله
الله معي يا م القيمه قال فما قام منا
انسان قال فسيكتوا ثم عاد فسيكتوا
ثم قال يا ابا بكر فقال استغفر الله ورسوله
فقال ان شئت ذهبت فقال (صلعم)
يا عمر فقال استغفر الله ورسوله
ثم قال يا خذ يفتة فقلت لبك
فقلت حتى اتيت وان جنبي لضر بنا
من البرد فمسحوا سي ووجهي ثم
قال اذهب انت هؤلاء القوم
حتى تايتنا بخبرهم لا تجد ثلث

حتى ترجع ثم قال اللهم احفظه من
 بين يدي ومن خلفه وعن يمينه وعن
 شماله ومن فوقه ومن تحته حتى يحتم
 قال فلا تليكن ارسلاها كان حب
 الى من الدنيا وما فيها قال فالتفت
 فاخذت امشى نحيهم كافي امشى
 في حمام قال فوجدتهم ^{فقطعت} جميعا
 اظنا بهم وابنتهم ذهبت بنحوهم
 ولم تدع شيئا الا اهلكته وابي
 سفیان قاعد يصطلي عند نار له
 قال فنظرت اليه فاخذت سمها
 فوضعت في كبد قوسي قال وكان
 حذيفته راسيا فاذكرت قول رسول
 الله صلعم لا تحذثن حدن حتى
 قال فرددت سمهي في كنانتي قال فقال
 رجل من القوم الا فيكم عين للقوم فاخذ كل
 بيد جليسه فاخذت بيد جليسي فقلت
 من انت قال سبحان الله اما تعرفني انا فلان
 بن فلان فاذا رجل من هوازن فوجعت
 الى رسول الله صلعم فاخبرته الخبر فلما
 اخبرته ضحك حتى بدت انيابا في سواد
 الليل وذهب عني الداء قال فاذناني رسول
 الله فاناسني عند رجليته واتقي علي طرفي
 فان كنت لا ترق بطني صدك بطن قد
 فلما اصبوا هزم الله الاخبار و هو قوله فاد
 عليهم رجا وجنودا (تفسير مشهوره صفحہ ۱۰۵)

دعا کے اس قدر گری ہے جب میں وہاں پہنچا تو
 معلوم ہوا کہ ان پر ایسی آندھی آئی ہے کہ ان کے
 خیموں کی کل طنابیں اور سیخیں اکھر گئیں اور ان
 کے مویشی اور کل چیزیں برباد ہو گئیں اور ابو
 سفیان آگ سے تاپ رہا ہے حذیفہ
 بڑے نشانہ باز تھے چاہا کہ تیرکمان میں جوڑ
 کر نشانہ پر ماریں مگر ارشاد رسول امیر
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاد کر کے رک
 گئے۔ لوگوں نے کسی جاسوس کی موجودگی
 کا شبہ کیا۔ مگر ایک تدبیر سے میں محفوظ رہا۔
 جب وہاں سے آکر آنحضرتؐ سے کل واقعہ
 عرض کیا تو حضرتؐ فرط مسرت سے ہنس پڑے
 کہ اس تاریکی شب میں آپ کے دندان مبارک
 نمایاں ہوئے حضرتؐ نے اپنے پائے مبارک
 کے پاس مجھے بٹھالیا اور اپنی چادر کا ایک
 گوشہ مجھ پر ڈال دیا میں سردی کے مارے
 اپنے سینہ اور پیٹ کو حضرتؐ کے قدم مبارک
 سے ملا دیتا تھا جب صبح ہوئی تو وہ لشکر بھاگ
 گیا اسی طرف آیہ کریمہ فارسلنا علیہم
 رایجا وجنودا اللہ فرودھا اور ہم نے
 ان پر ہوائے تزا اور لشکر بھیجا جس کو وہ
 دیکھ نہ سکے) میں اشارہ ہے۔

(۴) جاء بلال بن الحارث المزني الى رسول

الله فاستقطع ارضا طويلا فلما

ولى عمر قال لبلال انك استقطعت

رسول الله ارضا عريضة طويلا

قطعها وان رسول الله لم يكن

يمنع شيئا يساله فانك لا تطيق

ما في يدك فقال اجل قال فانظرا

ما قويت عليه متحافا مسكدا وماله

تطوق عليه فادفعه الينا نقسم بين

المسلمين فقال لا افعل والله شيء

اقطع بين رسول الله فقال عمر والله

لنفعن فاحذ ما يحزن عن عمارته

فقسم بين المسلمين -

(کنز العمال)

جناب شمس العلماء شبلی نعمانی الفاروقی میں تحریر فرماتے ہیں:-

کتب سیر و احادیث میں تم نے اکثر بڑھا ہوا ہوگا کہ بہت سے موقع پیش آئے کہ رسول اللہ

صلعم نے کوئی کام کرنا چاہا یا کوئی بات ارشاد فرمائی تو حضرت عمرؓ نے اس کے خلاف رائے ظاہر

کی مثلاً صحیح بخاری میں ہے کہ جب آنحضرتؐ نے عبداللہ بن ابی کے جنازے پر نماز پڑھنی چاہی

تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ آپ منافق کے جنازے پر نماز پڑھتے ہیں -

قیدیان بدر کے معاملہ میں ان کی رائے بالکل آنحضرتؐ کی تجویز سے الگ تھی -

صلح حدیبیہ میں انھوں نے آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کی کہ اس طرح دب کر کیوں

صلح کی جائے - (الفاروقی حصہ دوم صفحہ ۱۹۱)

آنحضرتؐ نے جنگ تبوک میں جزیہ کی تعداد فی کس ایک دینار مقرر کی تھی حضرت عمرؓ

مختلف ملکوں میں مختلف شرحیں مقرر کیں (ایضاً صفحہ ۵۸۱)

آنحضرتؐ نے حسان کو ترکی پر ترکی جواب دینے کی اجازت دی تھی حضرت عمرؓ

یعنی بلال بن الحارث مزنی نے آنحضرتؐ

سے ایک طویل وعریض زمین کی خواہش

کی اس کو حضرت نے اس کی معافی میں

دے دیا جب عمر خلیفہ ہوئے تو بلال سے کہا تم

نے آنحضرتؐ سے ایک طویل وعریض زمین

حاصل کی ہے اور حضرت کی یہ حالت تھی کہ

جو کوئی کچھ مانگتا تھا تو آپ انکار نہیں فرماتے

تھے - تیری یہ حالت ہے کہ پوری زمین آباد

نہیں کر سکتا لہذا جس قدر آباد کر سکتا ہے

اتنی رکھ لے اور باقی ہم کو دیدے کہ ہم مسلمانوں

میں تقسیم کر دیں اس نے کہا و اللہ میں اس میں

سے کچھ نہ دوں گا - کیونکہ وہ مجھے آنحضرتؐ سے

معافی میں ملی ہے چنانچہ جسے آباد نہیں کر سکتا تھا

وہ سب لے لی اور مسلمانوں میں تقسیم کر دی -

آنحضرتؐ سے حضرت
عمرؓ مخالفت کرتا

اپنے عہد خلافت میں حکم دے دیا کہ وہ پڑھے پڑھائے نہ جائیں کیونکہ ان سے پرانی
رہنمائی تازہ ہوتی ہیں۔ (ایضاً صفحہ ۵۵۰) (یعنی اشعار حسان ۱۲۱ منہ)

ج کے ارکان میں (رمل) ایک رکن ہے یعنی طواف کرتے وقت پہلے دو تین دروں میں
آہستہ آہستہ دوڑتے ہیں اس کی ابتدا یوں ہوئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ
سے مکہ تشریف لائے تو کافروں نے مشورہ کیا کہ مسلمان ایسے نحیف اور کمزور ہو گئے
ہیں کہ کعبہ کا طواف بھی نہیں کر سکتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر رمل کا حکم دیدیا۔
اس کے بعد یہ معمول ہو گیا۔ چنانچہ آئمہ اربعہ اس کوچ کی ایک ضروری سنت سمجھتے
ہیں۔ لیکن حضرت عمرؓ نے صاف کہا کہ اب ہم کو رمل سے کیا غرض اس سے مشرکوں
کو رعب دلانا مقصود تھا سو ان کو خدا نے ہلاک کر دیا۔ (ایضاً صفحہ ۵۴۶ تا ۵۴۷)
ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کے نیچے لوگوں سے جہاد پر بیعت
لی تھی۔ اس بنا پر وہ درخت متبرک سمجھا جانے لگا لوگ اس کی زیارت کو
آتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اس کو جڑ سے کٹوا دیا۔

ایک دفعہ سفر حج سے واپس آ رہے تھے راستہ میں ایک مسجد تھی جس
میں ایک دفعہ آنحضرت نے نماز پڑھی تھی اس خیال سے لوگ اس کی طرف دوڑے
حضرت عمرؓ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اہل کتاب انھیں باتوں کی بدولت
تباہ ہوئے کہ انھوں نے اپنے پیغمبروں کی یادگاروں کو عبادت گاہ بنالیا۔ (ایضاً صفحہ ۱۶۹)
آیات محکمات میں اپنے مقام پر جناب شمس العلماء کا وہ کلام نقل ہو چکا ہے جس میں
جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال و افعال میں تفریق کی ہے یعنی ایک منصب
سالت سے اور دوسرا انسانی حیثیت سے جناب موصوف اس کی تصریح اس طرح کرتے ہیں کہ:-
نبوت کی حقیقت کی نسبت عموماً لوگ غلطی کرتے آئے ہیں اور اسلام کے زمانے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
اقوال میں حضرت
عمرؓ نے تفریق فرمائی

میں بھی یہ سلسلہ بند نہیں ہوا اکثر ذوں کا خیال ہے کہ نبی کا ہر قول و فعل خدا کی طرف سے
ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ نبی جو حکم منصب نبوت کی حیثیت سے دیتا ہے وہ
بے شبہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے باقی امور وقت اور ضرورت کے لحاظ سے ہوتے ہیں
تشریف اور مذہبی نہیں ہوتے اس مسئلہ کو جس قدر حضرت عمرؓ نے صاف اور واضح
کر دیا کسی نے نہیں کیا۔ (ایضاً صفحہ ۵۴۶) اس میں بڑا نکتہ یہ تھا کہ آنحضرت کے وہ

اقوال جو منصب رسالت سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ جو تشریحی حیثیت سے نہیں باہم
مختلط نہ ہونے پائیں۔ (الفاروق جلد دوم صفحہ ۱۶۹ تا ۱۷۸)

اس بنا پر جناب ممدوح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان باتوں کو منصب
رسالت سے خارج کر کے حضرت عمر کو مخالفت کے الزام سے یہ فرما کر ہی کرتے ہیں :-
ان تمام مثالوں سے تم خود اندازہ کر سکتے ہو کہ حضرت عمر رسول اللہ کی ان
باتوں کو منصب رسالت سے الگ سمجھتے تھے :- (ایضاً حصہ دوم صفحہ ۵۸۱)

جناب شمس العلماء کے اس بیان پر دو امر قابل توجہ ناظرین ہیں :-
اول یہ کہ صاحب دماہینطق عن الہوان ہوالادھی یوحی کے کلام پاک میں جو تفریق
کی گئی ہے آیا یہ جائز ہے یا نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتوں کو منصب رسالت سے الگ سمجھنا صحیح نہیں ہے۔

دوم نماز جنازہ عبد اللہ بن ابی صالح حدیبیہ - فدۃ قیدیان بدر یہ امور منصب
رسالت سے متعلق ہیں یا انسانی حیثیت سے یہ امر تو اہل علم پر مخفی نہیں ہے کہ اسرحل شاہ
نے جابجا قرآن مجید میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و پیروی کا
حکم دیا ہے دیکھو آیہ کریمہ

(اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول) اور ومن یطع الرسول فقد طاع اللہ
اسی طرح متعدد آیات ہیں۔ ان آیات پاک کا مطلب یہ ہے، اے لوگو! خدا اور رسول
کی اطاعت کرو۔ جس نے رسول اللہ کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔
اس جگہ دو چار آیات کی تفسیر میں جناب امام فخر الدین رازی کی مشہور و مستند تفسیر
بکیر سے نقل کی جاتی ہیں جن سے ظاہر ہو گا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی اطاعت و متابعت کا اطلاق کس صورت میں ہو سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتوں کو منصب رسالت سے الگ سمجھنا صحیح نہیں ہے۔

(۱) تفسیر آیہ شریفہ :-

| | |
|--------------------------------|---|
| من یطع الرسول فقد طاع اللہ | خدا کا دربارہ متابعت رسول حکم دینا۔ |
| من اقوی الدلیل ان الرسول معصوم | اس امر پر قوی دلیل ہے کہ آنحضرت |
| فی جمیع الامور والنواہی کل ما | کل اوامر و نواہی میں معصوم ہیں کیونکہ |
| یبلغہ لانه لو اخطا فی شئ منها | جو کچھ خدا آپ پر تبلیغ فرماتا ہے اگر ان |
| لم یکن طاعتم طاعة اللہ ایضاً | میں آنحضرت کچھ خطا کریں تو طاعت |

و جب ان یکتا معصوم مافی جمیع اقوالہ و افعالہ و احوالہ
(تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۹۶ سطر ۱۱)

پس ثابت ہوا کہ کل افعال و اقوال میں رسولؐ کی فرماں برداری خدائے پاک کی اطاعت اور فرماں برداری کرے۔
(۲) و قوله اطیعوا الله و اطیعوا الرسول
یوجب الاقتداء بالرسول فی کل افعالہ و قوله اطیعوا الرسول یوجب الاقتداء بہ فی جمیع اقوالہ و لا شک انھما اصلان معتبران فی الشریعت ان کنتم تحبون اللہ و بالجملة فکل احد من فرق العقلاء یدعی انہ یحب اللہ و یطلب رضاه۔ طاعة فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قل ان کنتم صادقیں فی ادعاء محبتہ اللہ فکونوا منقادین لادامہ محترین عن مخالفتہ و تقدیر الکلام ان من کان محبا للہ تعالیٰ لا بد ان یکون فی غایۃ الخند سماوی جب سخطہ و اذ قامت الدلائل القاطعة علی نبوتہ فھیں صلی اللہ علیہ وسلم و جہت متابعتہ فان لم تحصل معذرة المتابعین دل ذلک علی

رسول طاعت خدا نہیں ہے۔ اور واجب ہے کہ رسول اپنے کل افعال و اقوال و احوال میں معصوم ہو۔

اطاعت کرو خدا و رسولؐ کی یعنی تمام اقوال و افعال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پیروی واجب ہے۔ اور بلا شبہ یہی اصل شریعت ہے۔ آیہ ان کنتم تحبون اللہ کے ذیل میں لکھتے ہیں۔ غرض جتنے عقلا کھے وہ اس امر کے مدعی کھے کہ ہم خدا سے محبت رکھتے ہیں اور اس کی رضا کے طالب ہیں تو خدا نے اپنے رسولؐ سے فرمایا کہ ان سے کہو اگر دعوائے محبت خدا میں صادق ہو تو ہمارے ادا فرماؤ اہی کا امتثال کرو اور مخالفت سے پرہیز کرو اس کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو شخص خدا کو دوست رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ پورے طور پر ان باتوں سے پرہیز کرے جن سے اس کی مخالفت لازم آئے اور چونکہ دلائل قاطعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نبوت ثابت ہو چکی۔ لہذا حضرت کی متابعت واجب ہوئی اگر یہ متابعت نہ ہو سمجھنا چاہیے کہ

ان تلك المحبة ما حصلت ان اتبع
الامایہ حی الی (جلد دوم صفحہ ۶۸۹ سطر ۱۸)
پ ۱۲ سورہ یونس) معنای الامایہ حی اتبع
الی فہذا یدل علی انہ لا یحکم
الا بالوحی و ہذا یدل علی انہ
لا یحکم قط بالاجتہاد

خدا کی محبت ہی نہیں ہے میں تو اسی کا پابند ہوں
جو میری طرف وحی کی جاتی ہے اس آیت کے
یہ معنی ہیں کہ آنحضرت نے کوئی حکم بغیر وحی نہیں
دیا۔ اس امر کی صاف دلیل ہے کہ کوئی حکم
آپ کا اجتہاد سے نہ تھا۔ یہ آیت اس امر پر دلالت
کرتی ہے کہ آنحضرت نے کوئی عمل نہیں کیا

(جلد ۲ صفحہ ۸۱۶ سطر ۲۷) مگر وحی سے۔

اس آیہ شریفہ کی توشیح آیہ کریمہ وما ینطق عن الہوی ان ھو الا وحی
یوحی سے ہوتی ہے یعنی خدا فرماتا ہے کہ رسول اپنی خواہش نفسانی سے کلام نہیں
کرتے بلکہ جو وحی کی جاتی ہے وہی کہتے ہیں۔
ان تفاسیر سے ثابت ہوا کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع اقوال و افعال
احوال مطابق وحی تھے۔
جناب شمس العلماء اس تفریق مراتب کی بابت یہ تحریر کرتے ہیں کہ خود رسول اللہ صلی
فرمایا ہے کہ

”میں بشر ہوں اس لئے جب دین کی بابت کوئی حکم دوں تو اس کو لو اور جب
اپنی رائے سے کچھ کہوں تو میں ایک آدمی ہوں“ (حصہ دوم صفحہ ۵۷۹)

لہذا حمد و رح حضرت عمر کے ولولہ محبت میں جناب محمد مصطفیٰ اشرف الانبیاء صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کو عامۃ الناس میں شامل کر کے حضرت کے اقوال و افعال کی قدر و منزلت عوام الناس
کے اقوال و افعال کے برابر سمجھتے ہیں حالانکہ خداوند تعالیٰ جل شانہ نے ایک بشر کو بھی دوسرے
بشر پر افضلیت عطا فرمائی ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے فضلنا بعضکم علی بعض“ اسی
طرح طبقہ انبیاء و مرسلین میں بھی حسب آیہ کریمہ

تلك الرسل فضلنا بعضهم
علی بعض من علم الله

وہم نے رسولوں میں سے بعض کو بعض پر
فضیلت دی ہے ان میں سے بعض سے
خدا نے کلام کیا اور ان میں سے بعضوں کے درجات
بلند کئے۔ (پ ۲ ص ۱۵ بقرہ)

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طبقہ انبیاء و مرسلین میں بھی افضل و اشرف ہیں۔ سب انبیاء علیہم السلام عاشقان خدا تھے۔ لیکن خاتم الانبیاء شاہ و دوسرا محبوب خدا ہیں۔

آپ کے اقوال کی عظمت و منزلت میں خداوند عالم فرماتا ہے۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ لَئِي رَسُولٌ أَن سَمِعْتُ أَنَّهُ دَوَّارٌ فِي مِثْلِي
یوحی الی

پس جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عمر کو بحیثیت بشر برابر جاننا آپ کے اقوال و افعال کو ان کے اقوال و افعال کے مساوی سمجھنا۔ یا ان حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رائے اور تجویز پر ان کی رائے کو فوقیت دینا جیسا کہ شعبی صاحب فرماتے ہیں۔

بعض امور میں وحی الہی نے حضرت عمر کی رائے کی تائید کی یا ان کی رائے

کے مطابق وحی نازل ہوئی۔

کمال بے ادبی و گستاخی بلکہ درپردہ انکار نبوت و عصمت ہے

”چہ نسبت خاک را با عالم پاک“

قال اللہ تعالیٰ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدُمُوا
بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ
اِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

اے ایمان والو خدا اور اس کے رسول کے سامنے کسی بات میں آگے نہ بڑھ جایا کرو اور خدا سے ڈرتے رہو بیشک خدا بڑا سننے والا

(پ ۲۶ س حجرات)

ہم اس کو ضرور تسلیم کرتے ہیں کہ حبیب خدا البشر ہیں۔ لیکن عمومی بشر نہیں۔ جیسا کہ بعض کا خیال ہے بلکہ ہم ان کو افضل البشر کہتے ہیں۔ اس لئے کہ حق سبحانہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کے جملہ افعال و اقوال وغیرہ کی تقلید کرنے کی بابت حکم فرماتا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ
أَسْوَى حَسَنَةٍ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا

اے لوگو بے شک تمہارے لئے پیروی کرنے کو چھپا
نمونہ خود رسول اللہ موجود ہیں یعنی اس شخص کے

اللہ والہیوم الآخر و ذکر اللہ کہ شہرا۔ لئے جو اسے اور قیامت کے دن کی امید رکھتا

ہو اور اللہ کی بہت یاد کرتا ہو۔

یہ آیت دانی ہدایہ بطلان تفریق اقوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دلالت کرتی ہے۔ پس اس ذکر کبریٰ اور حجت خدا کو عام اشخاص سے نسبت دینا مسادات قرار دینا نقص ایمان کی بین دلیل ہے۔

غرض جو آیات الہیہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و متابعت کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اور مفسرین نے جو تفسیر کی ہے ان کا مفہوم یہی ہے کہ محبت و اطاعت خدائے پاک کی یہی ہے کہ کل افعال و اقوال و احوال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی و اطاعت کی جائے اور ان باتوں سے جن سے آپ کی مخالفت ہو اجتناب کیا جائے مگر حضرت عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری وقت تک مخالفت ہی کرتے رہے اور اس تفریق کلام کی بنیاد بھی انھیں حضرت نے ڈالی ہے۔ اس صورت میں جو تفریق جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام پاک میں کی گئی ہے وہ بدوئے آیات الہیہ اور تفاسیر مفسرین اہل سنت باطل و نامعتبر ثابت ہوئی اور ظاہر ہوا کہ جناب خلافت ناب جو اس فرق مراتب کے موجود ہیں رسالت و نبوت کی ان کے نزدیک کچھ شان و منزلت ہی نہیں تھی اور نہ علم اطلاق مخالفت رسول اللہ کی وجہ سے مومنین کے مرتبے و درجے کو پہونچنے نیز جناب شمس العلماء کبھی جنھوں نے اس تفریق کلام پہ جناب خلیفہ صاحب موصوف کے ہم رنگ ہو کر الفاروق کو اس جملہ سے۔

”نبوت کی حقیقت کی نسبت عموماً لوگ غلطی کرتے آئے ہیں۔“

زینت دے کر اپنے اہل مذہب کو یہ ہدایت کی ہے کہ رسول اللہ بھی مثل تمہارے ایک بشر ہیں۔ لہذا حضرت کے کل افعال و اقوال کو مذہبی و شرعی نہ سمجھو۔

اب ہم عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ سے بحث کرتے ہیں۔ اگرچہ جب مسئلہ تفریق اقوال باطل ثابت ہوا تو پھر ان امور کو منصب رسالت سے ثابت کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی مگر یہ دفع حجت ان کو بھی ثابت کرتے ہیں کتب صحاح وغیرہ میں مذکور ہے کہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے تو حضرت عمر نے آپ کو دامن مبارک پکڑ کر کھینچا اور کہا آپ منافق کے جنازے پر نماز پڑھتے ہیں حالانکہ خدائے متعالیٰ نے منع کیا

ہم نے یہاں لکھا ہے کہ عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ سے بحث کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برہم ہو کر فرمایا "ہٹو، اے عمر! خداوند متعال نے مجھے مختار کیا ہے کہ میں منافقوں کے لئے استغفار کروں یا نہ کروں۔ آخر آنحضرت نے نماز جنازہ پڑھی اور حسبِ خواہش فرزند عبد اللہ بن ابی کو اپنا قمیص بھی کفن کے لئے عطا فرمایا۔ نماز جنازہ اور قمیص مبارک کا یہ اثر ہوا کہ عبد اللہ بن ابی کی قوم کے ہزار آدمی اسلام لے آئے اور حضرت عمر اپنی حرکت پر نادم و خجل ہوئے بلکہ کترالعمال میں سے کہ حضرت عمر نے خود اپنی زبان سے فرمایا کہ "مجھے اسلام میں لغزش کبھی نہیں ہوئی جو اس وقت ہوئی۔"

چونکہ جناب شہابی صاحب نے ان تمام باتوں پر پردہ ڈالا ہے۔ لہذا ہم ان کے ثبوت میں خاص بخاری شریف کی روایتیں ترجمہ بخاری شریف سے جس کے مترجم مولوی وحید الزمان المحاطب بہ نواب وقار نواز جنگ بہادر ہیں نقل کرتے ہیں:-

حدثنا عبد بن اسمعيل عن ابي اسامه
عن عبد الله بن نافع عن عمر قال لما
توفي عبد الله جاء ابنه عبد الله الى
رسول الله صلى الله عليه وسلم فساله ان
يعطيه قميصه يكفن فيه اياه فاعطاه ثم سأل
رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يعطيه قميصه فقال
عمر فاخذ بثوب رسول الله صلى الله عليه وسلم
فقال يا رسول الله تصلي عليه وقد
نكحنا ربك ان تصلي عليه فقال رسول
الله انما خير في الله فقال استغفر
لهم ولا تستغفر لهم سبعين مرة وزياد
عالمين قال انهم منافق قال فضلى
عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم فانزل ولا
تصل على احد منهم مات ابد اول
تقدم قبرا (بخاری - کتاب التفسیر پارہ ۱۹ صفحہ ۹)
(بخاری جلد ۱ صفحہ ۸۶ - طبع مصر کتاب التفسیر سورہ براءۃ باب قولہ
استغفر لهم اولا تستغفر لهم)

عبد بن اسمعیل نے بسلسلہ عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ جب عبد اللہ بن ابی ہسلول منافق مر گیا اس کے فرزند عبد اللہ بن عبد اللہ نے جو سچا مسلمان تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اپنا کمرہ عنایت فرمائیے کہ میں اپنے باپ کو اس سے کفن دوں آپ نے کہتا دے دیا پھر اس نے درخواست کی کہ نماز جنازہ بھی پڑھئے، آپ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے حضرت عمر نے کھڑے ہو کر آپ کا دامن کھینچا اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ آپ اس پر نماز پڑھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے منافق لوگوں پر نماز پڑھنے سے آپ کو منع فرمایا ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو منع نہیں کیا بلکہ مجھ کو اختیار دیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو ان کے لئے دعا کرے یا نہ کرے اگر تو ستر بار ان کے لئے دعا کرے گا جب بھی اللہ ان کو بخشے گا لاہ نہیں۔ میں ستر بار سے زیادہ دعا کروں گا۔ حضرت عمر نے کہا

یا رسول اللہ وہ تو منافق تھا۔ خیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کا کہنا نہ سنا۔ اس پر نماز پڑھی اس وقت یہ آیت اتری کہ ان منافقین سے کوئی مر جائے تو اس پر نماز پڑھو اس کی قبر پر کھڑے بھی نہ ہو۔ اس حال کی مسلسل تین حدیثیں ہیں :-

حضرت عمر کہتے ہیں اس کے بعد مجھ کو خود تعجب ہوا کہ تو نے اللہ کے رسول پر ایسی جرأت و دلیری کیوں کی کہ بار بار آپ کو نماز پڑھنے سے روکا حالانکہ اللہ اور اس کا رسول ہر کام کی مصلحت خوب جانتے ہیں :-

قال عمر یجب بعدی جراتی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
(ترجمہ بخاری شریف پارہ ۱۹ صفحہ ۱۱۹)

مولوی صاحب موصوف ان روایتوں کی نسبت صفحہ ۱۰ کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں :-

روایت میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میرا کچھ اس کے کام آنے والا نہیں مگر مجھے امید ہے کہ اس کی قوم کے ہزار آدمی مسلمان ہو جائیں گے ایسا ہی ہوا کہ عبداللہ بن ابی کی قوم کے لوگ یہ حال دیکھ کر بہت سے مسلمان ہو گئے ایک روایت میں یہ ہے کہ عبداللہ بن ابی ابھی زندہ تھا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا بھیجا اور آپ سے کہتا مانگا اور دعا کی درخواست کی کنز العمال کی جس روایت کا ذکر ہم نے کیا ہے اس کی نقل یہ ہے۔

عن المشعبی ان عمر بن الخطاب قال
لقد اصبحت فی اسلام کھفوتہ ما اصبحت
مثلاً قط اذا اسر اذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یصلی علی عبد اللہ بن ابی ناخذت بشوہ
نقلت واللہ ما امرک اللہ بهذا القدر استغفر
لہم اولاً تستغفر لہم ان تستغفر لہم سبعین
مرۃ فلن یغفر اللہ لہم فقال رسول اللہ قد
خیر فی ساری فقال استغفر لہم اذ لا
تستغفر لہم الخ (کنز العمال مطبوعہ حیدرآباد جلد
اول صفحہ ۱۲۷)

مشعبی سے منقول ہے کہ عمر بن الخطاب نے
کہا کہ مجھے اسلام میں کبھی لغزش نہیں ہوئی تھی
جیسی کہ اس وقت ہوئی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ارادہ فرمایا کہ عبداللہ بن ابی کعب کے جنازہ
کی نماز پڑھیں میں نے آپ کا کپڑا پھینچ لیا اور
عرض کی خدا نے آپ کو اس کا حکم نہیں دیا
رسول اللہ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے مجھ
اختیار دیا ہے کہ میں ان کے لئے دعا کروں
نہ کہ ان کو تلافی کروں

اس روایت کو خود جناب شبلی صاحب نے بھی سیرۃ النبی میں اس طرح لکھا

ہے:-

شہہ قریش نے مکہ سے لے کر مدینہ تک آگ لگا دی اور مدینہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں آنحضرت صلعم مدینہ سے چار سو صحابی کو لے کر نکلے اور ذات الرقاع تشریف لے گئے۔ آپ کی آمد سن کر وہ پہاڑوں میں بھاگ گئے۔ (صفحہ ۳۸) اس جنگ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ غنیمت کے لالچ سے منافقین بھی داخل ہو گئے تھے اور فتنہ گری کی کوشش کر رہے تھے ایک دن چشمہ سے پانی لینے پر ایک مہاجر اور انصاری میں جھگڑا ہو گیا۔ قریب تھا کہ جنگ چھڑ جائے مگر لوگوں نے پیچ بچاؤ کر دیا۔ عبداللہ بن ابی جہر رئیس المنافقین تھا انصار سے کہا تم نے یہ بلا خود مول لی مہاجرین کو تم نے بلا کر اتنا کر دیا کہ اب وہ خود تم سے برابری کا مقابلہ کرتے ہیں اب بھی موقع ہاتھ سے نہیں گیا تم ہاتھ اٹھاؤ تو وہ خود یہاں سے نکل جائیں گے۔ یہ واقعہ لوگوں نے آنحضرت صلعم سے آکر کہا حضرت عمرؓ بھی موجود تھے غصہ سے بیتاب ہو گئے عرض کی کہ کسی کو ارشاد ہو اس منافق کی گردن اڑا دے آپ نے فرمایا کیا تم یہ چہرہ چاہتے ہو کہ محمد اپنے ساتھ والوں کو قتل کرتے ہیں عجیب بات ہے کہ عبداللہ بن ابی جہر منافق اور دشمن اسلام تھا اس کے صاحبزادے کہ ان کا نام بھی عبداللہ تھا اسی قدر اسلام کے جان نثار تھے آنحضرت صلعم کی ناراضگی کی بنا پر یہ خبر پھیل گئی تھی کہ آپ عبداللہ بن ابی کے قتل کا حکم دینے والے ہیں۔ یہ سن کر وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ دنیا جانتی ہے کہ میں باپ کا کس قدر خدمت گزار ہوں لیکن یہ مرضی ہے تو مجھے حکم ہو میں ابھی اس کا سر کاٹ لاتا ہوں ایسا نہ ہو کہ آپ کسی اور کو حکم دیں اور میں غیرت اور محبت کے جوش میں آکر قاتل کو قتل کر دوں آپ نے اطمینان دلا یا کہ قتل کے بجائے میں اس پر مہربانی کر دوں گا۔ یہ ارشاد اس طرح پورا ہوا کہ جب وہ مرا تو کفن کے لئے آپ نے خود پیرا ہن مبارک عنایت فرمایا۔ جنازہ کی نماز پڑھی۔ حضرت عمرؓ نے دامن تھام لیا

۱۔ یہ ایجاد شمس العلماء کی ہے حدیث میں تو لفظ اصحاب ہے ۱۲

کہ آپ منافق کے جنازہ کی نماز پڑھتے ہیں لیکن دریائے کرم کا بہاؤ کون روک سکتا تھا۔

(صفوہ ۸۲، ۳۸۳)

ان روایتوں سے ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ اس معاملے کو منصب رسالت سے سمجھتے تھے چنانچہ ان کا عبد اللہ بن ابی کے نفاق پر غصہ سے بیتاب ہونا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی گردن اڑانے کی اجازت چاہنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حالت نماز میں دامن پکڑ کر کہینچنا۔ اس کا اعتراف کرنا کہ تو نے اللہ کے رسول پر اتنی جرأت و دلیری کیوں کی کہ بار بار آپ کو نماز پڑھنے سے روکا حالانکہ اللہ اور اس کا رسول ہر کام کی مصلحت خوب جانتے ہیں۔ اس کا بھی اقبال کرنا کہ مجھے اسلام میں لغزش کبھی نہیں ہوئی جیسی کہ اس وقت ہوئی جبکہ رسول اللہ عبد اللہ کے جنازے کی نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے یہ باتیں ان کے علم پر شاہد ہیں اور یہ عین مخالفت ہے اور مخالفت رسول کفر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

کیف یحییٰ اللہ قوما کفروا بعد
ایمانہم و شہدوا ان الرسول
حق و جاءہم البینات و اللہ
لا یہدی القوم الظالمین ہ
(پ ۴، س۔ آل عمران ۹۷)

خدا ایسے لوگوں کو کیوں کہہ دے ایت کہے
جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے۔ حالانکہ
وہ گواہی دے چکے تھے کہ رسول سچے ہیں اور انکے
پاس کھلی نشانیاں آچکی ہیں اور اللہ ظالم لوگوں
کو توفیق ہدایت نہیں دیتا۔

بیشک جو اللہ اور رسول سے مخالفت کرتے
ہیں وہ اسی طرح ذلیل کئے جائیں گے جو ان سے
پہلے تھے اور ہم نے کھلی نشانیاں اتاری ہیں
اور نہ ماننے والوں کے لئے ذلت دینے والا عذاب

ان الذین یجادون اللہ و رسولہ
کتوا کما کیت الذین من قبلہم
و قد انزلنا آیات بیّنات و للکافرین
عذاب مہین۔

ہے۔

(پ ۲۸ - س۔ مجادلہ)

جناب شمس العلماء نے صلح حدیبیہ کو بھی منصب رسالت سے جدا بتایا ہے
حالانکہ یہ صلح بموجب حکم خداوند متعالیٰ کی ہوئی تھی اس صلح سے اصحاب مومنین کو خوش
ہوئے مگر اصحاب منافقین ناراض ہوئے اور خدا و رسولؐ سے بدظن ہو گئے حضرت
عمر فاروقؓ اتنے بگڑے کہ خود ان کا قول ہے کہ مجھے کبھی رسول کی رسالت میں ایسا
شبہ نہیں ہوا جیسا کہ آج ہوا۔ صلح حدیبیہ کا ذکر خود قرآن مجید میں ہے اور سورہ انا فتحنا

اس بارہ میں نازل فرمایا ہے جس میں مومنین پر اظہار خوشنودی اور جنت کی بشارت۔ اور اصحاب منافقین پر عتاب فرمایا ہے بلکہ اور کچھ بھی۔ دیکھو آیہ

المنفقین والمنافقات والمشرکین والمشرکات الظالمین بالله ظن السوء علیہم دائرة السوء وغضب اللہ علیہم ولعنہم واعد لہم جہنم وساءت مصیرا ۵ (پ ۲۶ ص فتح ۱۴)

اور منافق مرد اور منافق عورتوں اور مشرک مرد اور مشرک عورتوں پر جو خدا کے حق میں برے برے خیال رکھتے ہیں عذاب نازل کرے ان پر مصیبت کی بری گردش ہے اور خدا ان پر غضبناک ہے۔

یہ واقعہ اسلام میں مہتمم بالشان ہے اس سے بیعت رضواں کا تعلق ہے اس صلح میں اصحاب نے بہت کچھ خدا اور رسول پر بدگمانیاں کی ہیں یہ صلح اصحاب مومنین کے ایمان اور منافقین کے نفاق پر بین دلیل ہے چونکہ آیات بینات میں آیہ کہ یہ :-

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ۚ
 سے اصحاب کی فضیلت کا استدلال کیا ہے اور بہت کچھ خدا کے پاک کی طرف سے ان کی مدح و ثنا کی ہے جو قرآن اور واقعات کے بالکل خلاف ہے۔ لہذا اس جگہ ہم نے اس کا ذکر صرف اشارۃً کر دیا ہے اور مفصل حال جلد سوم میں لکھا ہے جو انشاء اللہ قابل ملاحظہ ہوگا۔
 جناب شمس العلماء ان مخافتوں کا ذکر کرنے کے بعد یہ توجیہ کرتے ہیں۔

”حضرت عمر کو اس اثنا از مرتب کی جرأت اس وجہ سے ہوئی کہ آنحضرت کے متعدد احکام میں جب انھوں نے دخل دیا تو آنحضرت صلعم نے اس پر ناپسندیدگی ظاہر نہیں کی۔“

(الفاروق حصہ دوم صفحہ ۵۸۱)

سبحان اللہ! ایس گل دیگر شکفت حالانکہ انھیں کے مذہب کی کتابوں سے منکشف ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان مخافتوں پر بہیم ہوا کرتے تھے چنانچہ تقسیم غنیمت کے بارے میں یہ روایتیں نقل ہو چکی ہیں۔ جن میں یہ جملہ ہے کہ آنحضرت نے بہیم ہو کر فرمایا۔

”اے عمر اس بارہ میں ہم سے فحش اور بدگوئی نہ کرو“

جب حضرت عمر تو ریت سنانے لگے تو آنحضرت کا چہرہ مبارک غصہ سے سرخ ہو گیا۔ نماز جنازہ عبد اللہ بن ابی کے معاملہ میں فرمایا۔

رسول اللہ نے
 حضرت عمر سے
 مخالفت پر
 پابندی رکھی تھی
 ہمیں فرماؤ۔

نہ بیوقوف شکر

”ہو اے عمر!“

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوة میں تحریر فرماتے ہیں:-
”عمر بن الخطابؓ انہ جانیے برحبت و گفت نمازی گزار رہے تھے حالانکہ

وہ منافق بود۔ حضرت گفت: دست از من بردار۔“ (صفحہ ۸۳۶)

لشکر اسامہ سے تعلق کیا تو حسب مندرجہ نخل و نخل شہرستانی مجمع اصحاب میں بالاک
لعنہ اللہ المست تعلق عنہا“ فرمایا۔ ”علم و وات کی مخالفت پر آذرہ
مہر
و برہم ہو کر حسب بیان امام بخاری صاحب حجرہ مبارک سے اٹھوا دیا۔ دیکھو
بخاری شریف میں یہ ارشاد ہے۔

”ق موالا ینبی عندی التنازع“

قصہ مختصر اصحاب ثلاثہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حیات و حیات میں
اختلاف و انحراف ہی کرتے رہے اور جب خود زبیر وہ مسند خلافت ہوئے تو اپنی سلطنت
و حکومت کے استحکام کی غرض سے لہجوائے آیہ کریمہ:-

و یفسد دت فی الارض و لیک وہ دنیا میں فتنہ و فساد پھیلاتے ہیں و

فسد الخسرون (پ ۱-ع ۲۵) وہی نقصان اٹھانے والوں میں سے ہیں۔

مفسدین کو تقویت دی اور ظالموں کی رعایت کی مظلوموں پر انواع و اقسام
کے ظلم کئے جن مسلمانوں نے ان کی خلافت تسلیم نہیں کی اور زکوٰۃ نہ دی ان کو مرتد
کھڑا کر قتل کر دیا۔ مسائل میراث خمس اور فی مشرکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
میں احکام خدا و رسول سے انحراف کر کے اپنی رائے اور مصلحت ملکی پر عمل کیا۔ بیت المال
کی تقسیم میں خلاف عمل اپنے پیغمبر کے اقویا و اقربا کو زیادہ اور ضعیفا کو کھوڑا حصہ دیا۔
سنت رسول اللہ کو بالائے طاق رکھ کر امور شریعت میں اپنی رائے اور مرضی سے
احکام دے جیسا کہ ماہ رمضان میں تراویح اور اذان فجر میں کلمہ ”حی علی خیر العمل“
کے بجائے (الصلوة خیر من النعم۔ متعۃ النساء و متعۃ الحج کا حرام کھڑا کرنا
وغیرہ وغیرہ۔ حضرت عمرؓ نے مخالفت رسولؐ پر صرف اپنی حیات ہی تک قناعت نہیں کی
بلکہ اپنے بعد بھی تا حشر اپنی یادگار چھوڑ گئے۔ یعنی مجلس شورے جو آپؐ نے اپنی وفات کے
وقت انتخاب خلیفہ کے لئے مقرر کی تھی اور اپنے رفیق خاص عبدالرحمن بن عوفؓ کو اس

لہ یہ جملہ شرح سوانح اور مجلد سادس ابن ابی الحدید میں بھی ہے۔

مجلس کا میر مجلس کیا تھا چنانچہ جب ان کے دفن و کفن کے بعد وہ مجلس منعقد ہوئی جس میں ایک رکن جناب امیر علیہ السلام بھی تھے تو خلیفہ کے انتخاب میں منجملہ دیگر شرائط کے سیرت شیخین کی بھی شرط لگائی گئی۔ چنانچہ میر مجلس نے جناب امیر علیہ السلام سے کہا کہ

” میں آپ سے اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ آپ کتاب خدا اور سنت رسول

اور سیرت شیخین پر چلنے کا اقرار کریں۔“

آپ نے سیرت شیخین کی شرط قبول کرنے سے انکار فرمایا۔ اس لئے حضرت عبدالرحمن نے آپ کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ پھر حضرت عثمان سے کہا گیا تو انھوں نے بہ طیب خاطر یہ شرطیں منظور فرمالیں اور تاج خلافت حضرت ذی النورین کے فرقہ مبارک پر رکھا گیا۔ آخر یہ نتیجہ ہوا کہ کتاب خدا و سنت رسول کو تو پس پشت ڈال دیا اور سیرت شیخین کے مطابق خلافت سرانجام پاتی رہی۔

حضرت عثمان

حضرت عثمان ذی النورین تو اپنے پیغمبر کے قدم بقدم چلنے میں اپنے بڑے بھائیوں سے مخالفت سے بھی دس قدم آگے ہی رہے آپ کی بدعتوں اور مخالفت رسول کی وجہ سے جو حشر ہوا اور اصحاب سب از حد سب سے سب کتب خانہ اہل سنت کے بھرے ہوئے ہیں۔ اس جگہ چند سطرین رسالہ محرم نامہ سے جس کے مولف کٹر سنی یعنی جناب خواجہ حسن نظامی صاحب ہیں نقل کی جاتی ہیں وہ یہ ہیں۔

” رسول اللہ صلیع کا دستور تھا کہ حج کو جاتے تو مناکے مقام میں قصر کر دیتے۔ حضرت عثمان حج کو گئے اور منامیں اقامت اختیار کی تو چار رکعت نماز پڑھی اس پر اصحاب برہم ہو کر بولے یہ کیا بدعت ہے رسول اللہ نے تو یہاں چار رکعتیں نہیں پڑھیں۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف تو اس قدر تیز ہوئے کہ بھرے مجمع میں کہا اٹرا کیا اقرار تھا کیا تو بھول گیا کیا یہ عہد نہیں کیا تھا۔ کہ کتاب خدا اور سنت رسول صلیع پر عمل کروں گا اب تو سنت پیغمبر سے انحراف کرتا ہے۔ حضرت عثمان نے جواب دیا کہ خفا کیوں ہوتے ہو حضرت صلیع مسافرت کے سبب نماز قصر کیا کرتے تھے میں مقیم ہوں۔ مجھے قصر نماز جائز نہیں ہے صحابہ کو اس جواب سے اطمینان نہ ہوا، اور چند روزیں سارے ملکوں میں دھوم مچ گئی کہ انیس المؤمنین سنت رسول اللہ کے خلاف کام کرتے ہیں۔“

اپنے چچا حکم بن عاص کو جسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ سے خارج البلد کیا تھا۔ باحترام و اکرام پھر مدینہ میں بلا لیا اور ایک لاکھ درہم بیت المال سے عطا کئے مروان بن حکم جو آپ کا چچا زاد بھائی تھا۔ جس پر آنحضرت صلعم نے لعنت کی تھی اور مدینہ سے نکلوا دیا تھا اس کو اپنا وزیر و مشیر بنایا اور افریقہ کا پورا خمس بخش دیا۔ اپنے بھائی بنی عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کو ایک بڑے صوبہ مصر کا گورنر بنا دیا۔ حالانکہ یہ وہ مرتد تھا جس کے قتل کا آنحضرت صلعم نے حکم دیا تھا حضرت ابوذر غفاری حضرت عمار بن یاسر۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود وغیرہ جو جلیل القدر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے جن کے فضائل میں خود بخاری وغیرہ میں متعدد حدیثیں ہیں ان کو اس بنا پر کہ یہ لوگ آپ کے نانیوں کے احکام میں بوجہ مخالفت سنت رسول معترض ہو کر اکر تے تھے اور سنت نبوی پر چلنے کی نصیحتیں کرتے تھے خارج البلد کیا اور اپنے غلاموں سے پٹوایا۔

اب فرمائیے کیا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کے معنی یہی ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ میدان جنگ میں جاؤ اور خدا کی راہ میں تکلیفیں بردار کر کے کفار و مشرکین سے لڑو یہ مجاہد و غازی بجائے قاتلوں وقتلوں کے میدان جنگ سے ایسے فرار ہوتے ہیں کہ مدینہ سے ادھر دم نہیں لیتے اور بعض تو تین تین دن تک غائب رہتے ہیں۔ جناب رسول خدا صلعم حکم صادر فرماتے ہیں کہ اُسامہ کے ساتھ جہاد کو جاؤ اطاعت گزار مشورہ کرتے ہیں کہ ہم غلام کے ماتحت نہ جائیں گے۔ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عمر کو مکہ جانے کا حکم دیتے ہیں تو وہ جواب دیتے ہیں کہ کفار و مشرکین میرے دشمن ہیں مجھے قتل کر ڈالیں گے۔ محبوب خدا اصحاب سے مخاطب ہو کر ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر کوئی خدا کا دوست عمرو بن عبد ود سے مقابلہ کو میدان جنگ میں جائے (شداء علی الکفار) حضرت عمر کہتے ہیں کہ وہ ایسا شجاع اور بہادر ہے جس نے ایک شتر کے بچے کو بجائے سپر ہاتھ میں لے کر ہزار ڈاکو بہکا دیا فوج اسلام سے کوئی اس کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عز و جہن میں اصحاب مغرورین کو بایں الفاظ مبارک پکارتے ہیں۔

انا رسول اللہ انا بنی اللہ نارجعوا

لیکن وہ جانثار پلٹ کر بھی نہیں دیکھتے۔ جناب رسالت مآب قرآن مجید اور اپنی عترت

احکام رسول
میں اصحاب
کی کمر تابی

امامت کا ہادی اور امام بنا کر ان کی اطاعت اور پیروی کا حکم دے کر ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر ان دونوں کو پکڑے رہو گے تو تم ہرگز میرے بعد گمراہ نہ ہو گے۔ یہ فرمان بڑا اہمیت والی اطاعت سے منجر ہوا کہ خود ان کو اپنی اطاعت پر مجبور کرتے ہیں۔ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ابتداء سے بعثت کے وقت اپنی رسالت و نبوت کے اعلان کے ساتھ اپنے بھائی علیؑ کی امامت کا بھی بایں الفاظ مبارکہ،

بھذا زحی و وصی و وارثی یہ میرا بھائی میرا وارث میرا وزیر اور
و خلیفتی فیکم فاسمعوا میرا خلیفہ تم لوگوں میں ہے اس کا حکم
داطیعوا سنو اس کی اطاعت کرو۔

اظهار کرتے ہیں یہ ان کی اخوت اور اطاعت سے منہ موڑتے ہیں۔ رسول الثقلین حسب ارشاد رب العزت حضرت علیؑ کو بالائے مہر اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر

من کنت مولاه فعلی مولاه میں جس کا سردار ہوں علی بھی اس کا سردار ہے
فرما کر اپنا جانشین کرتے ہیں۔ یہ جان نثار و اطاعت گزار اس پر ایسے برہم ہوتے ہیں کہ خود محبوب خدا کو ہلاکت کرنے کا سامان کرتے ہیں۔

جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقت رحلت ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے دو بات کا غزوہ و تاکہ میں تم کو ایک ہدایت نامہ لکھ دوں جو تم کو گمراہی سے محفوظ رکھے۔ یہ حکم کی تعمیل نہیں کرتے۔ بلکہ اس حکم کو ہڈیاں بتاتے ہیں اور کہتے ہیں۔
”کچھ ضرورت نہیں ہم کو خدا کی کتاب کافی ہے“

المختصر ان خلفاء کا قدم بقدم اپنے پیغمبر کے چلنے اور حرص و ہوا کو دخل نہ دینے کے حالات اور واقعات ہم نے جلد سوم میں مفصل لکھے ہیں۔ اس کے ملاحظہ سے ان کی حرص و ہوا بخوبی منکشف ہوگی کہ اپنے پیغمبر کے جنازہ کو بے غسل و کفن و بے تحیزہ تکفین چاہتے تھے۔ سقیفہ میں ہونے والے انصاف سے حجت و تکرار کر کے سند خلافت پر متمکن ہو گئے اور اپنے پیغمبر کی وصایا کو عموماً اور انی تارک فیکم الثقلین کو خصوصاً فراموش کر گئے۔ یوم غدیر جس ولی خدا کو خلافت کی مبارکباد دے چکے تھے اس سے اپنے

عہد کو توڑ کر منحرف ہو گئے۔ بلکہ اس ولی خدا اور وحی رسول اللہ کو اپنی بیعت کے لئے ٹھکانا
کیا جب نفس رسول نے آنے سے انکار کیا تو بیعت الشرف بنت رسول اللہ کو آگ لگا
کے لئے تیار ہو گئے۔ اس نفس رسول کو بجز و تشدد و دربار خلافت میں لے گئے اور کہنے لگے
اگر ہماری بیعت نہ کر و گئے تو تمہاری گردن کاٹیں گے۔ جب وہ جناب ان کی بیعت
انکار کر کے دولت سرا پرہ واپس تشریف لے گئے تو آل رسول کی تباہی کے مشورے
کرنے لگے۔ آخر کار بنت رسول اللہ سے فدک جس کی آمدنی ایک لاکھ چالیس ہزار
نصفی ضبط کر لیا اور بنی ہاشم پر خمس بند کر دیا۔ بعد ضبطی فدک جب بنت رسول
جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام نے خلیفہ اول صاحب سے ناجائز حکم کی شکایت کی تو
صاحب نے ہمہ فدک کے متعلق شہادت طلب کی۔ جناب امیر المومنینؑ اور حسینؑ
اور ام ایمن نے ان معصومہ کے قابض و متصرف ہونے کی شہادت دی اس شہادت کو یہ فرمایا
”ام ایمن زن عجیبہ ہے اور حسین کم سن ہیں۔ رہے علیؑ وہ خود فریق مقدم ہیں
ان کی شہادت قابل قبول نہیں۔“

دعویٰ خارج کر دیا۔ جناب سیدہؑ نے فرمایا کہ وراثتاً بھی مجھے فدک ملنا چاہیے اس لئے
وہ میرے باپ کی ملک ہے اس پر باوجود دعوائے حسبن کتاب اللہ کی یہ شریفہ (بیعت)
اللہ فی اولادکم الخ کو پس پشت ڈال کر فرمایا کہ

”آنحضرت سے ہم نے یہ حدیث نکت معاشر الا نسباء کا لڑتے لڑتے
دما تر کنا لا صدقہ سنی ہے ہم انبیاء کسی کے وارث نہیں ہوتے اور نہ کوئی ہمارا وارث
ہوتا ہے اور جو مال ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے۔“

نیز خمس کا حصہ بھی اقربائے رسولؐ سے ساقط کر لیا جس کی نسبت قرآن شریف
صاف حکم ہے کہ جو کچھ تم کو جہاد کی لوٹ میں ملے اس میں پانچواں حصہ خدا اور سیرت
اور رشتہ داروں اور یتیموں اور غریبوں اور مسافروں کے لئے ہے۔ چنانچہ آنحضرت اسی
ذوی القربی کو حصہ تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ آخر کار جناب سیدہ علیہا السلام بعد وفات امیر
خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پچھتر دن زندہ رہے کہ ان صدقات سے رحلت فرما گئیں اور فوت
وفات ان حضرات سے ناراض رہیں۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ نے یہ حیلہ خوں بہا ہے
حضرت عثمانؓ اپنی شفقت مادرانہ کا اظہار علی رؤس الاشهاد اس طرح کیا کہ نفس رسولؐ میں

کی شان میں رسول اللہ ﷺ نے "لحمک لحي ودمک دمی" ارشاد فرمایا تھا ایک لشکر بغاوت اثر و ضلالت نشان کی سپہ سالار بن کر چڑھائی کی اور بہ نفس نفیس خاص معرکہ جنگ کے وقت ایک شاندار شتر پر سوار اور قلب لشکر میں رونق افروز ہو کر اہل لشکر کو جوش دلارہی کھیں۔ حالانکہ حضرت عثمان کی ہلاکت کا باعث آپ ہی کھیں اور ان پر اس قدر غیظ و غضب کیا کہ تی کھیں کہ ایک یہودی سے تشبیہ دے کر طعن فرمایا کہ تی کھیں جیسا کہ روضۃ الاحباب جلد سوم صفحہ ۱۵ میں ہے۔

- عائشہ تاور مدینہ بود در شان عثمان می گفت لعن الله نعلہ و قتل نعلہ
 اسی طرح نواسہ رسولؐ ز من جناب امام حسن علیہ السلام کی نعش مبارک اُن کے
 مانا کے حجرے میں دفن نہ ہونے دی بلکہ ایک جمیعت ہمراہ لے کر اور پھر یہ سوار ہو کر جنازہ پر
 تیروں کا منہ برسوا یا۔ اصحاب ثلاثہ نے اپنے استحقاق خلافت کے لئے خاندان بنی امیہ کو
 ہر طرح کی تقویت اور عروج دیا حالانکہ اسٹرل شائے نے اپنے کلام پاک میں شجرہ ملعونہ جو
 فرمایا ہے اس سے مراد بنی امیہ ہیں اور اپنے حبیب کو رویائے صادقہ میں دکھا دیا کہ بنی امیہ
 منبر رسالت پر مثل بندروں کے کود رہے ہیں اس خواب سے آنحضرت پر اس قدر غم و ملال
 طاری ہوا کہ پھر اس کے بعد آپ نے تبسم نہیں فرمایا۔ ہر چند کہ آیہ شریفہ اصحاب کے سامنے
 نازل ہو چکی تھی۔ اس خواب سے آپ نے انہیں آگاہ بھی کر دیا تھا۔ بایں ہمہ اپنے عہد خلافت
 میں محض خاندان رسالت کے مٹانے اور برباد کرنے کی غرض سے نہ صرف اس قوم کو سوج
 و عروج دیا بلکہ خلیفہ دوم صاحب اپنے جیتے جی خلافت بھی بنی امیہ میں منتقل کر گئے آخر ان کا
 مقصد حاصل ہوا کہ جناب امیر المومنینؑ کے مسند نشین خلافت ہوتے ہی امیر معاویہ نے علانیہ
 جنگ و جدل کی اور اپنے عہد خلافت میں ان جناب پر سب و شتم کے بارے میں احکام صادر
 کئے جن پر انتی سال تک علانیہ خاص مسجد الحرام و دیگر کل مساجد میں بالائے منبر جناب امیر و جناب
 حسین علیہم السلام پر تبرا ہوتا رہا۔ یہ تبرا خطبہ میں پڑھا جاتا تھا۔ اس کو عمر بن عبد العزیز نے
 خطبہ سے خارج کر دیا اور بجائے اس کے آیت قرآنی شامل کی۔

ان کے فرزند رشیدینہ ید حبیب تخت نشین ہوئے ان کے دست خزانہ سے تو گلستان
 مصطفوی و بوستان مرتضوی ایسا پامال ہوا کہ پتہ پتہ اور بوٹا بوٹا ناراج ہو گیا۔
 غرض کہ آل رسولؐ کی تباہی و بربادی کا وہ مستحکم سنگ بنیاد رکھا کہ ان کے جانشین

یکے بعد دیگرے بھجوائے شعر "خشت اول چون نہد محارکج" تاثر یا میرود دیوار کج
اپنے پیشواؤں اور آباء کے نقش قدم پر چل کر آل نبیؑ و اولاد علیؑ کا استیصال کرتے رہے
رسولؐ و فاطمہؑ زہراؑ کا گھر تباہ کیا نہ پاس حرمت پیغمبرؐ آگے کیا
خدا کا خوف نہ سنگین دلوں نے آہ کیا شہید گیارہ اماموں کو بے گناہ کیا

نبیؐ کے باغ کا اک اک ہر استیجار کاٹا
کسی کو زہر سے مارا، کسی کا سر کاٹا

و سيعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۝

چونکہ یہ حالات اور واقعات مزید توضیح و تصریح طلب ہیں اور علماء اہلسنت نے ان
واقعات کی طرح طرح سے پردہ پوشی کی ہے اور جناب شاہ صاحب نے تو ان بدعتوں کو
اصحاب ثلاثہ کی خاطر مفتریات شیعہ اور شیاطین کو ذمہ سے بتایا ہے۔ لہذا یہ سب واقعات
مفصل آگے بیان کئے جائیں گے اس کے ملاحظہ سے ناظرین باتمکین پر روشن ہوگا کہ حسب
روایات مندرجہ کتب معتبرہ اہل سنت رسول اللہؐ کی دولت اسی خلافت کی بدولت راج
ہوئی جس کو اہل سنت خلافت راشدہ کہتے ہیں۔ ان حادثات و ردائیکز اور سانحات
رستخیز کا سنگ بنیاد انھیں لوگوں کے ہاتھ سے رکھا گیا تھا جن کو وہ ہر ماہ فلک اسلام بتاتے
ہیں۔ اور ان کی نسبت یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ قدم بقدم اپنے پیغمبرؐ کے چلتے تھے اور جہیں
وہ ہوا کسی کام میں دخل نہ دیتے تھے۔

نہ گھبراؤ بتو کل حشر میں کھل جائیں گے عقدے
تمہارے ظلم سب اللہ کے آگے بیاں ہوں گے
قوله تعالیٰ

اس دن تم پیش کردے جاؤ گے

اور کوئی بھی نہ تمہارا چھپانہ رہے گا۔

یہی معذ تعرضوں کا تحفی

سنگم خافیہ

تصحیح اغلاط

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|------|-----|------------|-------------|------|-----|----------|------------------|
| ۲ | ۳ | طاقت | طلاقت | ۲۷ | ۲ | کتاب خدا | تحریر خدا |
| ۱۶ | ۱۶ | پڑے گا | پڑے | ۲۸ | ۱۰ | مر | یا مر |
| ۱۸ | ۱۸ | بھائی | بھائی صاحب | ۱۲ | ۱۲ | اور | لیکن |
| ۲۳ | ۲۳ | اولیا انا | اولیاء | ۳۲ | ۳ | بعون | بعون |
| ۷ | ۷ | فرمائیں گے | فرمائے | ۳۳ | ۱۱ | ابدیکم | ایدیکم |
| ۴ | ۴ | دین | دین کا | ۲۴ | ۵ | اور زیر | زیر و زیر |
| ۱۷ | ۱۷ | افروز درد | افزودہ | ۲۵ | ۴ | نرت | نرت |
| ۱۶ | ۱۶ | تالیف | تالیف کا | ۲۶ | ۱۹ | بعرقہ | بصرہ |
| ۲۰ | ۲۰ | ہوں | نہ ہوں | ۲۷ | ۸ | سے ہی | سے |
| ۲۷ | ۲۷ | کو | کہ | ۲۸ | ۲۲ | حنیفہ | حنیفہ |
| ۹ | ۹ | تفسیر | تفسیر | ۲۹ | ۲۳ | لحاظ | لحاظ سے |
| ۱۷ | ۱۷ | بزرگان | بندگان | ۳۸ | ۲۴ | شروع کیا | شروع میں نقل کیا |
| ۱۹ | ۱۹ | موجود | میں موجود | ۵۲ | ۲۱ | الاردی | الازدی |
| ۱۵ | ۱۵ | بگنہا شہا | بہ کنکا شہا | ۵۳ | ۹ | روایان | راویان |
| ۱۷ | ۳ | عنہا | عنہا | ۵۴ | ۲ | کا | کا |
| ۱۸ | ۵ | اسی | اسی | ۵۵ | ۵ | دباعث | دباعث |
| ۱۲ | ۱۲ | مرید | فرمود | ۵۷ | ۲ | ضروریات | ضروریات |
| ۱۹ | ۲ | اپنے | ایسے | ۵۸ | ۸ | بھی ہے | بھی |
| ۲۱ | ۷ | ایس | آئیں | ۵۹ | ۴ | بل | بل |
| ۲۵ | ۹ | ود زبان | زبان | ۶۳ | ۲۴ | صحیح | صحیح نسائی |
| ۲۶ | ۲۴ | چاک ہوا | چاک ہو | ۶۶ | ۲ | ہو | ہے |
| ۱۱ | ۱۱ | ظاہر ہوا | ظاہر ہو | ۶۷ | ۹ | کے | کا |

27/4/10

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|------|-----|-----------|-----------------------|------|-----|------------------|------------------|
| ۷۳ | ۳ | بجا | بجا | ۱۲۵ | ۲۰ | اسیرہ | السیرۃ |
| ۷۷ | ۲۰ | کا بیل | وکیل | " | " | " | " |
| ۷۹ | ۲۰ | سے ہیں | سے | " | " | کثیرین | کثیرہ |
| " | ۲۳ | کنندہ | کنندہ | ۱۲۶ | ۱۲ | چنانچہ اسلام کی | تاکہ آپ از سر نو |
| ۸۱ | ۵ | متنازع | متنازع | " | " | ابتدا آپ ہی ہوئی | اسلام لاتے |
| ۸۲ | ۷ | جمع | جمعے | ۱۳۶ | ۲۱ | حد | عبد |
| ۹۰ | ۲۲ | اور | جو | ۱۳۸ | ۱ | وایشان | ایشان |
| ۹۲ | ۳ | انگارند | انگارند تکمیل الایمان | ۱۵۷ | ۶ | سیا | سیاہ |
| " | ۶ | کار | مدار کار | ۱۶۸ | ۳ | قرار | فراد |
| ۹۵ | ۲۱ | یہ | مگر | ۱۷۰ | ۱۰ | تمہارے | ہمارے |
| ۱۰۷ | ۸ | تخرجون | یخرجون | ۱۷۱ | ۵ | میں | ان میں |
| ۱۰۸ | ۲۲ | اخواتہ | اخواتہ | ۱۷۸ | ۱۵ | کرتے | کرتے |
| ۱۱۱ | ۳ | بجھے | مجھے | ۱۸۰ | ۱۶ | آنحضرت | حضرت |
| ۱۱۲ | ۵ | کہ اور | اور | ۱۸۱ | ۵ | حیر | خیر |
| ۱۱۳ | ۶ | الالہ | الالہ | ۱۸۲ | ۱۷ | یعباب | یعباب |
| ۱۱۵ | ۱ | بنی | ان | " | " | یدعی | یدعی |
| " | ۱۵ | محیب | محبت | ۱۸۳ | ۱۰ | مما لفتوں | مما لفتوں |
| ۱۱۶ | ۲ | یتعفروا | یتعفروا | " | ۲۳ | شیقنا | ستیقنا |
| ۱۱۸ | ۱۷ | دسمن | دشمن | ۱۸۶ | ۱۳ | ملی ہے | ملی ہے |
| ۱۲۱ | ۲۲ | الحلیۃ | فی الحلیۃ | ۱۸۹ | ۵ | کرے | ہے |
| ۱۲۳ | ۱۱ | ایسا بقول | السا بقول | " | ۲۰ | التحد | الحذر |
| " | ۲۳ | خلفہا | خلفہا | " | ۲۲ | عہدہ | عہدہ |
| ۱۲۴ | ۷ | " | " | ۱۹۱ | ۲۲ | یرجوا | یرجو |
| | | | | ۱۹۸ | ۲ | نخل | نخل |

ہمارے کتابیں

| | |
|--|--|
| تفسیر رضی کامل (چھ حصے) پیسے ۱۰/- | معاویہ کے بارے میں میری کتابیں از بابا خلیل داس مرحوم پیسے ۵/- |
| اسلام کا معاشی نظام از علامہ رضی الحق زنگی پوری ۲/۵۰ | کیا معاویہ صحابی رسول تھا " " ۵۰/- |
| قاتلان حسین کی گرفتاری " " ۲/۵۰ | قول فیصل حصہ دوم " " ۵۰/- |
| انتظار قائم آل محمد بحوالہ طور قائم آل محمد مصنفہ | زینتہ الرجال دو ڈاڑھی کے موضوع پر ایک تحقیقی رسالہ ۵۰/- |
| حجۃ الاسلام الحاج مولانا سید ظفر الحسن صاحب قلم (کامل) پیسے ۲۰/- | نکات معرفت از مولانا نذر حسن صاحب گوالپوری ۵۰/- |
| آخری نبی کی بیٹی از ریاض بناری مرحوم ۲/- | کتاب و عترت " " ۵۰/- |
| تاریخ غزاداری جو پور مرتبہ مولوی سید محمد خیر الدین صاحب | خاتم النبیین کا معنی اور جناب امینی کی پریشانی ۵۰/- |
| منشی مظفر حسین صاحب ۳/- | سجدہ گاہ از مولانا سید سبط الحسن صاحب بنسوی ۱۳/- |
| نجاست مشرکین از علامہ سید محمد عمید صاحب قلم ۱/- | تحفۃ الحاج (اعلم عصر کے فتوے کے مطابق ترجیح کے مسائل) ۱۵/- |
| الامام الخاتم از مولانا زین العابدین صاحب ۱/- | دینیات (مولانا فرمان علی صاحب مرحوم) ۲۰/- |
| قصائد مظفر از منشی مظفر حسین صاحب جو پوری ۱/۵۰ | " " " " حصہ اول ۲۰/- |
| تحفۃ العباد ۱/- | " " " " حصہ دوم ۴۵/- |
| معاویہ پر میرے اعتراضات (انگریزی) ۱/- | " " " " حصہ سوم ۱/- |
| از بابا خلیل داس مرحوم ۱/- | بہائیوں کا کلام اللہ مع تبصرہ از مولانا سید سعید اختر صاحب گوالپوری ۲۵/- |
| | حدیث کساء منظوم از منشی مظفر حسین صاحب جو پوری ۲۰/- |

ہم سے طلب کیے

| | |
|--|---|
| الام الصادق و المذہب الاربعہ | مرکبات کشفی |
| ترجمہ مولانا سید ذیشان حیدر صاحب قلم | صحابت کا صحیح تصور (مولانا طیب آغا صاحب) ۲۵/- |
| ابو طالب مومن قریش قسم اول ۶/- | جدید فن مرثیہ نگاری قسم اول ۵۰/- |
| ترجمہ مولانا سید ذیشان حیدر صاحب قسم دوم ۲/- | " " " " قسم دوم ۳/- |
| نور العصر از مولانا سید محمد صاحب گوالپوری قسم اول ۶/- | تبیین الروایا علامہ مجلسی ۲/- |
| قسم دوم ۵۰/- | |

| | | |
|---------------------------------|-----------|---|
| چہستان عقیدت | پیسے ۹۰/- | نور ایمان مجلد |
| ریاض شریف | ۶/- | تاریخ ائمہ غیر مجلد |
| ذوالفقار | ۱۸/۵۰ | سوانح عمری معصومین (۵ جلد) مکمل سٹ |
| جواز لعن زہید | ۳/- | افس واجتہاد ترجمہ مولانا ذیشان حیدر |
| میشر خوار مجاہد | ۵/- | تحفۃ العوام |
| سوانح حضرت علی اکبر علیہ السلام | ۲/- | سوانح عمری حضرت فاطمہ |
| علی بن ابی طالب خلفائے ثلاثہ | ۸/- | الفرقتہ الناجیہ (مولانا سید علی صاحب قلیہ) |
| انیس کی شاعری | ۲/۵۰ | مصائب الشیعہ چار حصہ (ہر حصہ) |
| استخارہ سجادیہ | ۱۲/- | ہبیل قابیل (مولانا سید کریم حسین صاحب) |
| جوہر صدف رسالت | ۱/۴۵ | سازش (مولانا سید کریم حسین صاحب) |
| رہنمائے ذاکری | ۱/۵۰ | باغی |
| مجالس خواتین | ۲/- | حجرم |
| مقتولین معاویہ | ۲/- | چودہ مجالس (مولانا ابن حسن صاحب چارچوی) |
| کشف الاشتباہ | ۲/۵۰ | مجالس الشیعہ (مولانا کبیر صاحب مرحوم) |
| مجالس خاتون حصہ اول | ۲/- | ممتاز المجالس (مولانا میر صاحب) |
| حصہ دوم | ۴/۵۰ | انتخاب المجالس (مرتبہ مرزا سجاد حسین ایم کام) |
| حصہ سوم | ۳/۵۰ | زمینت المجالس (مولانا نجفی حسن صاحب مرحوم) |
| فتنہ صحابیت | ۲/۵۰ | ابوالشہداء (ترجمہ محمد باقر صاحب) |
| کمر بلا | ۲/- | زیارت گاہیں |
| جشن بعثت لمبر | ۲/- | تلاش منزل |
| سفینہ نجات | ۳/- | دادی ابن |
| وضو قرآن و سنت کی روشنی میں | ۲/- | عقیدہ و عمل |
| | ۱/۵۰ | میں کیوں شیعہ ہوا |

نوٹ

تاجروں کے لئے خاص رعایت کے ساتھ کتابیں دی جاتی ہیں۔ آرڈر کے ساتھ نقدی قیمت کا آنا ضروری ہے۔

ملنے کا پتہ :- الجواد بک ڈپو جواد یہ کالج بنارس

آیاتِ بیکار

(حصہ اول)

قیمت پانچ روپے